دوران نماز اذکار ودعا

فرض نیت سے پہلے ''إنّي وجّهتُ'' پڑھنا کیسا ہے:

سوال: کیا فرض کے قبل ''اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰاتِ'' إلخ، پڑھنا چاہیے؟

الجواب

کچھ حرج نہیں، نیت سے پہلے کہہ لے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۰۹)

نماز شروع کرنے سے پہلے ''إني وجهت وجهي، الخ'' پڑھنا:

سوال: گذارش یہ ہے کہ ﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ﴾ الآیۃ، نماز سے پیشتر مصلیٰ پر کھڑے ہوکر پڑھنے کی کوئی روایت بھی ہے، یا نہیں؟ چوں کہ کلام پر اخلاص ہے؛ اس لیے احقر کا دل اس مسئلہ میں مروجہ معمول کو باقی رکھنا چاہتا ہے؛ اس لیے کوئی روایت ڈھونڈتا ہوں، چاہے روایت کیسی ہی ہو، دوسرے یہ کہ بزرگوں نے عملاً اس کو اختیار فرمایا، یا رد کیا ہے؟

الجواب

فی البحر الرائق: ''فلا یأتی بدعاء التوجه وهو وجهت وجهی، لا قبل الشروع ولا بعده، هو الصحیح المعتمد، آه. وحمل الروایات المرویة فی هذا الباب علی النوافل لأن مبناها علی التوسع وما ورد فیه التصریح بالمکتوبة فحمله علیٰ أنه کان فی أول الأمر ثم ترکه لشهادات النصوص الأخریٰ''، آه. (۲)

عبارات مذکور سے صاحب بحر کا فتویٰ تو یہی ثابت ہوا کہ فرائض میں قبل از صلوٰۃ بھی دعا توجہ کا ترک اولیٰ ہے، نوافل میں گنجائش ہے۔ واللہ اعلم (امداد المفتین:۲/۲۷۷)

(۱) والأولیٰ أن یأتی بالتوجه قبل التکبیر لیتصل النیة به، هو الصحیح. (الهدایة، باب صفة الصلاة: ۱/۹۶، ظفیر)

(۲) البحر الرائق، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة: ۱/۵٤۱، دار الکتب العلمیة، بیروت، انیس

عن علی بن أبی طالب أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان إذا استفتح الصلاة یکبر ثم یقول: ''وجهت وجهی للذی فطر السموات والأرض حنیفا وما أنا من المشرکین إن صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰه رب العالمین لا شریک له وبذلک أمرت وأنا أول المسلمین، اللّٰهم أنت الملک لا إله إلا أنت وأنا عبدک ظلمت نفسی ==

ابتداءِ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ﴿إِنِّیْ وَجَّهْتُ﴾ پڑھنا:

سوال: ابتداءِ نماز میں: ﴿إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ﴾ کو مطلقاً پڑھنا جائز ہے، یا نہیں، یا فرض وسنت نوافل کی کوئی تخصیص ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

تکبیر تحریمہ کے بعد صرف ''سبحانک اللّٰھم، إلخ'' پڑھے، ''إِنِّیْ وَجَّهْتُ، إلخ'' نہ پڑھے، نہ فرض میں، نہ سنت ونفل میں، نیت سے پہلے مضائقہ نہیں، نیت کے بعد تکبیر تحریمہ سے پہلے بھی نہ پڑھے۔ (ھٰکذا یستفاد من البحر الرائق: ۱/ ۳۶۰(۱) والزیلعی: ۱/ ۱۱۱(۲) وشرح المنیة الکبیر: ۳۹۶)(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/ ۵۷۷)

نماز میں نیت کرنے سے پہلے دعاء التوجہ میں ''وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' پڑھنا:

سوال: نماز شروع کرنے سے پہلے ''إنی وجهت...'' پڑھتے ہیں، اس میں ''وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ'' پڑھنا چاہیے، جو کہ وارد ہے، یا ''وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' پڑھنا چاہیے؟

== واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی جمیعا لا یغفر الذنوب إلا أنت، اللّٰھم اھدنی لأحسن الأخلاق لا یھدی لأحسنھا إلا أنت اصرف عنی سیئتھا لا یصرف عنی سیئتھا إلا أنت لبیک وسعدیک والخیر کله فی یدیک والشر لیس إلیک أنا بک وإلیک تبارکت وتعالیت استغفرک وأتوب إلیک. (مسند الإمام أحمد، من مسند علی بن أبی طالب رضی اللّٰه عنه (ح: ۸۰۳) انیس)

(۱) ''وأشار المصنف إلٰی أنه لایزید علی الاستفتاح فلایأتی بدعاء التوجه وهو ''وجهت وجهی'' لا قبل الشروع ولابعده، هو الصحیح المعتمد''. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۴۱، رشیدیة)

(۲) ''(قوله: مستفتحًا) هو حال من الواضع: أی یضع قائلاً: سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالٰی جدک ولا إلٰه غیرک، ولایزید علیه فی الفرض... ولنا ماروی عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها أنها قالت: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذا افتتح الصلٰوة قال: ''سبحانک اللّٰھم''. رواه الجماعة. وهو مذهب أبی بکر الصدیق وعمر وابن مسعود وجمهور التابعین رضی اللّٰه عنهم فیکون حجةً علیهما''. (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۲۸۹ ـ ۲۹۰، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۳) (وعندهما) یقول لتوجه إن شاء (قبل الافتتاح یعنی قبل النیة ولایقول بعد النیة) قبل التکبیر (بالاجماع) وهو الصحیح لئلا یکون فاصلاً بین النیة والتکبیر اذ الأولٰی فیها اقترانها به. (الحلبی الکبیر، صفة الصلاة، ص: ۳۰۳، سهیل اکادمی لاهور)

الجواب

"وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ" ہی پڑھنا چاہئے، ہاں! اگر تلاوت کی نیت سے "أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ" پڑھے تو اصح قول کے مطابق درست ہے۔

ملاحظہ ہو؛ البحر الرائق میں ہے:

ثم إعلم أنه يقول في دعاء التوجه "وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ" ولو قال "وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ" اختلف المشائخ في فساد صلاته والأصح عدم الفساد، وينبغي أن لايكون فيه خلاف لما ثبت في صحيح مسلم من الروايتين بكل منهما، (۱) وتعليل الفساد بأنه كذب مردود بأنه إنما يكون كذبا إذا كان مخبرًا عن نفس لا تالياً، وإذا كان مخبرًا فالفساد عند الكل. (البحر الرائق: ۳۱۰/۱، کوئٹة) (۲)

شرح منیۃ المصلی میں ہے:

ثم إذا قرأ وجهت وجهي يقول فيه ﴿وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ولا يقول ﴿وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ تحرزًا عن الكذب ولو قاله قيل تفسد صلاته وقيل لا، وهو الأصح؛ لأنه تال وحاك لا مخبر، هٰكذا قالوا، فعلٰى هٰذا لو قصد به الإخبار تفسد صلاته قطعًا. (شرح منية المصلي، صفة الصلاة: ۳۰۳، سهيل/ وكذا في رد المحتار: ۴۸۸/۱، سعيد وكذا في بدائع الصنائع: ۲۰۲/۱، سعيد وشرح العناية: ۲۸۸/۱)

والله سبحانه وتعالىٰ أعلم (فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۱۳۷/۲-۱۳۸)

نماز سے قبل قرآن کی آیت، یا استغفار وغیرہ پڑھنا:

سوال: جب لوگ نماز کے واسطے کھڑے ہوں تو یہ جائز ہے، یا نہیں کہ وہ لوگ پہلے قرآن شریف کی آیتیں: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (۳) وغیرہ اور استغفار پڑھیں؟

الجواب

یہ ثابت ہے کہ یہ آیتیں ﴿إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ﴾ آخر تک، دوسری دعا کی ضمن میں پڑھی جائیں اور اس دعا میں

(۱) عن علي بن أبي طالب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان إذا قام إلى الصلاة قال: "وجهت وجهي للذي فطر السموات والأرض حنيفا وما أنا من المشركين إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين لا شريك له وبذلك أمرت وأنا من المسلمين. (الصحيح لمسلم، باب الدعاء في صلاة الليل وقيامه (ح: ۷۷۱)

... وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا استفتح الصلاة كبر ثم قال: وجهت وجهي وقال: وأنا أول المسلمين، الخ. (الصحيح لمسلم، باب الدعاء في صلاة الليل وقيامه (ح: ۷۷۱) انيس)

(۲) باب صفة الصلاة، آداب الصلاة، انيس

(۳) سورة البقرة: ۱۲۵

استغفار بھی ہے، بعض روایتوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں اور دعا کو تحریمہ کے بعد پڑھتے تھے اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ جب لوگ نماز کے واسطے کھڑے ہوں تو اس کو پڑھیں اور ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (۱) کو پڑھنا ان دو رکعتوں کے پہلے ثابت ہے، جو بعد طواف کعبہ کے پڑھی جاتی ہیں، مشکوٰۃ شریف میں یہ دونوں روایتیں موجود ہیں، وہ آیت اور دعا یہ ہے:

﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (۲)

﴿إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (۳)

اللّٰهم أنت الملك لا إله إلا أنت أنت ربي وأنا عبدك، ظلمت نفسي، واعترفت بذنبي، فاغفرلي ذنوبي جميعًا، إنه لايغفر الذنوب إلا أنت، واهدني لأحسن الأخلاق، لايهدي لأحسنها إلا أنت واصرف عني سيئها، لا يصرف سيئها إلا أنت لبيك وسعديك والخير كله في يديك، والشر ليس إليك، أنا بك وإليك، تباركت وتعاليت، أستغفرك وأتوب إليك. (۴) (فتاویٰ عزیزی: ۴۷۵-۴۷۶)

ثنا سے قبل اور تکبیر تحریمہ کے بعد ادعیہ کا مسئلہ:

سوال: احادیث کی کتابوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تکبیر تحریمہ کے بعد بعض دعائیں مروی ہیں، کیا یہ دعائیں فرائض و سنن سب میں پڑھی جاسکتی ہیں، یا کہ صرف نوافل میں؟

الجواب

اگرچہ احادیث مبارکہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں مختلف مقامات پر مختلف ادعیہ منقول ہیں؛ لیکن

(۱) سورة البقرة: ۱۲۵-انیس

(۲) سورةالأنعام: ۷۹-انیس

(۳) سورةالأنعام: ۱۶۲-۱۶۳، انیس

(۴) ترجمہ: میں نے متوجہ کیا اپنا منہ اس ذات پاک کی طرف، جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا؛ درانحالیکہ میں توحید کرنے والا ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں، بے شک میری نماز اور میری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت اللہ تعالی کے واسطے ہے، جو سب جہاں کا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اس توحید کا حکم کیا گیا اور میں مسلمانوں میں سے ہوں، اے پروردگار! تو بادشاہ ہے، تیرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں نے اپنے جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہ کا اقرار کیا تو میرے سب گناہ ہوں کو بخش دے گناہوں کا بخشنے والا تیرے سوا کوئی دوسرا نہیں اور بہترین خصلتوں کے لیے مجھ کو تو ہدایت کر، بہترین اخلاق کے لیے تیرے سوا کوئی دوسرا ہدایت نہیں کرتا، میں حاضر ہوں تیرے حکم کی تعمیل کے واسطے اور تیرے حکم کی تعمیل میں مدد کرنے کے لیے سب بہتر امور تیرے اختیار میں ہیں اور برائی تجھ میں نہیں، میں تیرے حکم سے ہوا اور تیری طرف متوجہ ہوں اور تو صاحب برکت ہے اور تو برتر ہے، میں تجھ سے ہی بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں-انیس

مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب حدیث نمبر: ۸۰۳ میں ''وأنا أول المسلمين'' ہے، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۷۷۱ کی روایت میں ''وأنا من المسلمين'' ہے-انیس

علماءِ احناف نے یہ روایات نوافل میں پڑھنے پر محمول کی ہیں اور یہ دعائیں نفلی نماز میں پڑھی جائیں گی۔

لما قال العلامة الحصکفی: (وقرأ) کما کبر (سبحانک اللّٰهم تارکاً) وجل ثناؤک إلا فی الجنازة (مقتصرًا علیه) فلایضم وجهت وجهی إلافی النافلة.

قال ابن عابدین قوله: (إلا فی النافلة) لحمل ما ورد فی الأخبار علیها ... وفی الخزائن: وما ورد محمول علی النافلة بعد الثناء فی الأصح، آهـ. وقال فی هامشه صححه فی الزاهدی وغیره. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/۹۵)

بعد تکبیر تحریمہ دوسری دعائیں:

سوال: بعد تکبیر تحریمہ نماز فرض میں جو بجائے ''سبحانک اللّٰهم'' دوسری دعائیں کتب صحاح میں وارد ہیں، ان کا پڑھنا نماز فرض میں منفرد کو کیسا ہے؟

الجواب

حنفیہ نے ان ادعیہ کو نوافل پر محمول کیا ہے، لہٰذا نوافل میں ہی ان کو پڑھے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۱۷۴)

---

(۱) رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۸۸، مطلب فی بیان المتواتر بالشاذ

(۲) (وقرأ) کما کبّر (سبحانک اللّٰهم) إلخ، (مقتصرًا علیه) فلایضم "وجهت وجهی" إلا فی النافلة، إلخ. (الدر المختار)

لحمل ما ورد فی الأخبار علیها فیقرؤه فیها إجماعًا، الخ، وفی الخزائن: وما ورد محمول علی النافلة بعد الثناء فی الأصح. (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۵ـ ۴۵۶، ظفیر)

عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: "ثلاث کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یفعلن ترکهن الناس... وکان یقف قبل القراءة هنیئة یسأل الله تعالیٰ من فضله". (رواه ابن خزیمة: أبواب الصلاة، باب نشر الأصابع عند رفع الیدین، وباب ذکر سؤال العبد ربه من فضله بین التکبیرتین والقراءة، هامش ابن خزیمة: ۱/۲۳۳، إسناده صحیح)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین کام کیا کرتے تھے جن کو لوگوں نے چھوڑ دیا، (ان میں سے دوسرا کام بتایا) آپ قرأت سے پہلے کچھ دیر خاموش رہتے اور اللہ سے اس کے فضل کا سوال فرماتے تھے۔)

عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: "کان رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا کبر فی الصلاة سکت هنیئة فقلت یا رسول الله بأبی أنت وأمی ما تقول فی سکوتک بین التکبیر والقراءة؟ قال: أقول: أللّٰهم باعد بینی، إلخ". (رواه البخاری ومسلم وأبوداؤد والنسائی، جامع الأصول: ۴/۱۸۳) صحیح البخاری، کتاب صفة الصلاة، باب الدعاء بعد التکبیر، ومسلم، کتاب المساجد، باب مایقال بین تکبیرة الاحرام والقراءة)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے اللہ اکبر کہتے تو (اس کے بعد) کچھ دیر رہتے تھے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ قربان ہوں، آپ تکبیر وقرأت کے درمیان خاموشی میں کیا کہتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک) دعا بتائی''۔)

==

نماز میں غیر ماثور دعائیں:

سوال: جو الفاظ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، ان کے علاوہ دوسرے الفاظ سے دعا مانگنا، نماز کے اندر درست ہے، یا نہیں؟

== دعا کے طور پر ''سبحانک اللّٰھم، إلخ'' کا پڑھنا:

عن عائشة قالت: ''كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كبر فى الصلاة سكت هنيئةً فقلت: يارسول الله بأبى أنت وأمى ما تقول فى سكوتك بين التكبير والقراءة قال: أقول: اللهم باعد بينى وبين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب، الخ)/(وعن عائشة رضى الله عنها قالت: ''كان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ''سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا إلٰه غيرك''. (رواه أبوداؤد والترمذى، جامع الأصول: ٤/ ١٨٨)/سنن الترمذى، أبواب الصلاةِ، باب مايقول عند افتتاح الصلاة/ أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك وتبارك اللّٰهم، إلخ، (وفى هامش جامع الأصول: ٤/ ١٨٨) من كلام المحقق عبد القادر الأرناؤوط: ''قال الحافظ ابن حجر فى تخريج الأذكار (للنووى) بعد تخريجه الحديث من طرق: ''حديث حسن'' وقال المحقق: أقول: وصححه الحاكم ووافقه الذهبى (المستدرك: ١/ ٢٣٥)، وفيه قال الحاكم: صحيح إسناده ولم يخرجاه، وقال الذهبى: على شرطهما)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو یوں کہا کرتے تھے: ﴿سبحانك اللّٰهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك وإلٰه غيرك﴾''۔

(عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: ''كان رسول الله صلى عليه وسلم يعلمنا إذا استفتحنا الصلاة أن نقول: سبحانك اللهم وبحمدك إلخ وكان عمر بن الخطاب رضى الله عنه يعلمنا ويقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوله'' (رواه الطبرانى فى الأوسط مجمع الزوائد، كتاب الصلاة، باب مايستفتح به الصلاة) اس کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے عبیدہ نے روایت کیا ہے، جن کے لیے معروف ہے کہ والد سے سماع نہیں؛ تاہم محدثین ان کی ایسی روایت پر بھی اعتماد کرتے ہیں اور بعض نے سماع کو نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو، اعلاء السنن: ۲/ ۱۷۴، ۱۷۵، معارف السنن: ۱/ ۱۲۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو یہ سکھاتے تھے کہ ہم جب نماز شروع کریں تو ''سبحانك اللهم وبحمدك، إلخ'' کہا کریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ہم کو یہ سکھاتے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں الفاظ کو کہا کرتے تھے''۔

حضرت عمر سے مسلم میں بھی اس کو روایت کیا گیا ہے، (صحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب صحة من قال لا يجهر بالسملة. (إعلاء السنن: ۲/ ۱۵۸/ ۱۷٤ـ ۱۷٥) میں مزید روایات وآثار بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

ثنا آہستہ پڑھنا:

امام نخعیؒ سے منقول ہے: ''پانچ چیزوں کو امام آہستہ کہے گا: سبحانك اللّٰهم وبحمدك اور تعوذ، إلخ (عن إبراهيم قال: ''خمس يخفيهن الإمام سبحانك اللهم وبحمدك والتعوذ وبسم الله الرحمٰن الرحيم وآمين واللهم ربنا لك الحمد'' (رواه عبد الرزاق فى مصنفه آثار السنن (٢/ ١٦١ ۔نسخہ بالا ساتھ)مصنف عبد الرزاق(٢/ ٨٧) وفى آثار السنن: إسناده صحيح، ورواه ابن أبى شيبة أيضاً(٦/ ٨٦) باب ما يستحب أن يخفيه الإمام) (احکام نماز اور احادیث وآثار: ۵۔۶۷۔۷۷) انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیًا

جب کہ ''**تکلم بکلام الناس**'' نہ ہوتو درست ہے۔(۱)

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۲/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۷/۵)

قومہ اور سجدہ کے اذکارِ مسنونہ:

سوال: نفل، یا سنت، یا فرض نماز میں قومہ کے وقت ''**ربنا لک الحمد**'' کے بعد ''**حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیه**'' پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور سجدہ میں ''**سبحان ربی الأعلیٰ**'' کے بعد ''**سبوح قدوس رب الملائكة والروح**'' پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور دونوں سجدوں کے درمیان ''**اللّٰهم اغفرلی وارحمنی وعافنی واهدنی وارزقنی واجبرنی وارفعنی**'' پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو، یا منفرداً نماز پڑھتا ہو۔

نوٹ: یہ کچھ ارشادات حصن حصین کتاب سے نقل کر رہا ہوں، چوں کہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے؛ اس لیے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ فتویٰ میں ان مسائل کا کیا حل ہے اور کس پر فتویٰ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا

مسنون یہ ہے کہ قومہ میں ''**اللّٰهم ربنا ولک الحمد**'' یا ''**اللّٰهم ربنا لک الحمد**'' یا ''**ربنا لک الحمد**'' پڑھے اور سجدہ میں ''**سبحان ربی الأعلیٰ**'' پڑھے، اس کے علاوہ دیگر دعائیں، جو وارد ہوئی ہیں، ان کو نوافل میں پڑھے، فرائض میں ان کا پڑھنا مسنون نہیں ہے۔(۲)

فرائض میں تنہا پڑھنے کی صورت میں جائز ہے۔

علیٰ أنه إن ثبت فی المکتوبة، فلیکن فی حالة الانفراد أو الجماعة والمأمومون محصورون لا یتشغلون بذلک، إلخ، کما فصله العلامة ابن عابدین الشامی رحمه اللّٰه. (ردالمحتار: ۳۴۰/۱)(۳)

فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم

حررہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۲/ذوالحجہ الحرام ۱۴۰۶ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۴۵۷/۱-۴۵۸)

---

(۱) (ودعا)...بالأدعية المذكورة فی القرآن والسنة، لا بما یشبه کلام الناس''. (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۲۳/۱، سعید)

(۲) (ویجلس بین السجدتین مطمئنا) لمامر ... (ولیس بینهما ذکرمسنون کذا) یسن (بعد رفعه من الرکوع) دعاء وکذا لا یأتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح (علی المذهب) وما ورد محمول علی النفل. (الدر المختار: ۵۲۳/۱)

(۳) کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فی إطالة الرکوع للجائی، دار الکتب العلمية، انیس

قومہ وجلسہ میں دعاء ماثور:

سوال: قومہ اور جلسہ کے اندر دعا پڑھنا کیسا ہے؟ نیز فرائض اور نوافل میں کوئی فرق ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

قومہ اور جلسہ میں دعاء ماثور پڑھنا مستحب ہے، فرائض اور نوافل میں کوئی فرق نہیں، البتہ جماعت میں ضعفا کی رعایت سے نہیں پڑھنا چاہیے۔

قال في الشامية: قال أبو يوسف: سألت الإمام: أيقول الرجل إذا رفع رأسه من الركوع و السجود "اللّهم اغفر لي"؟ قال: يقول: "ربّنا لك الحمد" وسكت، ولقد أحسن في الجواب إذ لم ينه عن الاستغفار، نهر وغيره. أقول: بل فيه إشارة إلى أنه غير مكروه، إذ لو كان مكروهًا لنهى عنه كما ينهى عن القراءة في الركوع والسجود وعدم كونه مسنونًا لاينافي الجواز كالتسمية بين الفاتحة والسورة بل ينبغي أن يندب الدّعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجًا من خلاف الإمام أحمد لإبطاله الصلاة بتركه عامدًا ولم أر من صرّح بذلك عندنا، لكن صرّحوا باستحباب مراعاة الخلاف ... وصرح به في الحلية في الوارد في القومة والجلسة وقال: على أنه إن ثبت في المكتوبة فليكن في حالة الانفراد أو الجماعة والمأمونون محصورون لايتثقلون بذلك كما نصّ عليه الشافعية ولاضرر في التزامه وإن لم يصرّح به مشايخنا، إلخ. (رد المحتار: ١/٤٧٢)(١)(احسن الفتاویٰ:۳/۲۸)

قومہ وجلسہ میں مخصوص اذکار کا پڑھنا:

سوال: زید کا خیال ہے کہ قومہ میں "**سمع الله لمن حمده**" کے بعد "**ربنا لك الحمد حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه**" پڑھنا چاہئے اور بخاری شریف کا حوالہ دیا کہ ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں یہ کلمات پڑھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تیس سے زائد فرشتوں کو دوڑتے ہوئے دیکھا، ہر ایک چاہتا تھا کہ اس کلمہ کو پہلے میں لکھوں۔

زید کا کہنا ہے کہ یہ کلمات نمازی صرف اپنی نماز میں پڑھے نماز با جماعت میں نہ پڑھے، آیا ان کلمات کو مقتدی، امام کے پیچھے، نیز اپنی نفل، سنت اور واجب نمازوں میں پڑھ سکتا ہے؟

(۲) نماز کے جلسہ (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا) میں "**اللّهم اغفرلي وارحمني واهدني وعافني وارزقني**" پڑھنے کے بارے میں زید کا کہنا ہے کہ نمازی صرف اپنی نفل اور سنتوں میں پڑھے، جب کہ بکر کا کہنا ہے

(۱) ---وإن لم يصرّح به مشايخنا فإن القواعد الشرعية لا تنبو عنه كيف والصلاة والتسبيح والتكبير والقراءة كما ثبت في السنة، الخ. (باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي، انيس)

کہ جلسہ میں کسی دعا کا پڑھنا حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک واجب ہے، لہٰذا یہ یا کوئی اور دعا جو حدیث سے ثابت ہو''یا رب اغفرلی ''یا صرف'' اللّٰھم ''ہی پڑھے اور یہ کلمات ہر نماز کے جلسہ میں پڑھے، چاہے نماز با جماعت ہو، یا انفرادی، اس سلسلے میں صحیح قول کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامدًا و مصليًا و مسلمًا: منفرد؛ یعنی تنہا نماز فرض، یا سنت، یا نفل وغیرہ پڑھنے والے کے لیے ان کلمات کا کہنا بہتر و اولیٰ ہے، اسی طرح مقتدی کو بھی، بشرطیکہ اس کی خاطر امام کی معیت ترک نہ کرنا پڑے، چناں چہ بخاری شریف کی روایت میں رفاعہ بن رافع کا بیان مروی ہے کہ ہم ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک رکوع سے اٹھایا تو ''**سمع اللّٰه لمن حمده**'' کہا، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک شخص نے ''**ربنا ولک الحمد حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه**'' کہا تو نماز سے فارغ ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کون ان کلمات کا کہنے والا ہے؟ قائل نے کہا: میں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تیس سے زائد فرشتوں کو اس غرض سے جھپٹتے ہوئے دیکھا کہ کون ان کلمات کو لکھنے میں پہل کرے۔

عن رفاعة بن رافع الزرقي قال: كنا يومًا نصلي وراء النبي صلى الله عليه وسلم فلمارفع رأسه من الركعة قال: "سمع الله لمن حمده"، قال رجل وراءه: "ربنا ولک الحمد حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه"، فلماانصرف قال: من المتكلم؟ قال: أنا! قال: رأيت بضعة وثلاثين ملكًا يبتدرونها أيهم يكتبها أولاً. (البخاري: ۱/۱۱۰)(۱)

البتہ امام کو چوں کہ تخفیف کا حکم ہے؛ اس لیے وہ اس نوع کے زیادہ کلمات نہ کہے گا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، جو مروی ہے کہ آپ نے طویل کلمات قومہ میں کہا ہے تو ان روایات میں کوئی ایسی بات موجود نہیں، جو اس بات پر دلالت کرے کہ آپ نے بحالت امامت کہا، امام طحاویؒ نے اس کی تصریح بایں الفاظ فرمائی ہے:

فليس في هٰذه الآثار أنه قد كان يقول ذلک وهو إمام ولا فيها مايدل علىٰ شيء من ذلک. (الطحاوي: ۱/۱۴۱)(۲)

خلاصہ یہ ہے کہ امام کو تخفیف کا حکم بالکل واضح غیر محتمل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طویل کلمات قومہ میں کہنا اس

(۱) الصحيح للبخاري، كتاب الأذان، باب فضل اللّٰهم ربنا ولک الحمد: ۱/۱۱۰ (ح: ۷۹۹) قديمي، انيس

(۲) شرح معاني الآثار: ۱/۱۴۱ (كتاب الصلاة، باب الإمام يقول: سمع الله لمن حمده، هل ينبغي له أن يقول بعدها "ربنا ولک الحمد"، لا؟ (ط: عالم الكتب (ح: ۱۴۳۱) انيس)

کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ آپ نے بحالت امامت کہنے کے بجائے بحالت انفراد کہا، پھر بھی حکم تخفیف چوں کہ مقتدیوں کی رعایت سے ہے؛ اس لیے اگر ان مقتدیوں کو گرانی نہ ہو تو کبھی کبھار امام کو بھی کہہ لینے کی بلا کراہت گنجائش ہے اور اس کی نظیر جلسہ میں ذکر ہے۔

(۲)　خلاصۂ جواب یہ ہے کہ منفرد کے لیے بہر حال یہ دعا مستحب ہے اور مقتدی کے لیے بھی، بشرطیکہ امام کا ساتھ فوت نہ ہو، اسی طرح امام کے لیے بھی بشرطیکہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو۔(۱)

ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان ''**اللّٰهم اغفرلي وارحمني وعافني واهدني وارزقني**'' پڑھتے تھے''۔(۲)

چنانچہ اس روایت کے پیش نظر احمد بن حنبل جلسہ میں دعائے مغفرت کے وجوب کے قائل ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں: ''امام احمد کی مخالفت سے خروج کے لیے دونوں سجدوں کے درمیان دعائے مغفرت مستحب ہونی چاہیے اور میں نے اپنے یعنی احناف کے یہاں تو کوئی تصریح نہیں دیکھی؛ لیکن فقہا نے ائمہ کے اختلاف کی مراعات کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی ہے''۔(۳)

شہید علم امام المتأخرین حضرت اقدس مولانا ظفر احمد صاحبؒ شامی کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ خروج عن الخلاف کے ساتھ ساتھ سند صحیح کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کے سبب استحباب میں مزید خصوصیت کا ثبوت ہوتا ہے؛ لیکن چوں کہ امام کے ذمہ مقتدیوں کی رعایت لازم ہے؛ اس لیے امام یہ دعا اسی وقت پڑھے گا، جب کہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو، ورنہ صرف ''**رب اغفرلي**'' پڑھ لے، جیسا کہ نسائی کی روایت میں ہے اور اگر بالکل ترک کردے، جب بھی کوئی ملامت نہیں؛ اس لیے کہ اس دعا کا ثبوت دراصل تہجد میں ہے، نہ کہ فرض

(۱)　عن رفاعة بن رافع أنه قال: كنا يوما نصلي وراء رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما رفع رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه من الركعة وقال: سمع الله لمن حمده، قال رجل وراءه: ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه فلما انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من المتكلم آنفاً؟ فقال الرجل: أنا يا رسول الله، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لقد رأيت بضعة وثلاثين ملكا يبتدرونها أيهم يكتبهن أولا. (موطأ الإمام مالك، ت: عبدالباقي، باب ماجاء في ذكر الله تعالىٰ (ح: ۲۵) انيس)

(۲)　أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب الدعاء بين السجدتين: ۱۲۳ (ح: ۸۵۰) قديمي، انيس

(۳)　في رد المحتار: بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجًا من خلاف الإمام أحمد لإبطاله الصلاة بتركه عامدًا، ولم أر من صرح بذلك عندنا؛ لكن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف، و الله أعلم (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۳۴۰، نعمانية، ديوبند) (مطلب في إطالة الركوع للجائي، انيس)

میں؛ کیوں کہ ابن عباس کی روایت مذکورہ مختصر ہے۔امام بیہقی نے یہ تفصیل نقل کی ہے کہ میں (ابن عباسؓ) نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے گھر میں رات گزاری، اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صلاۃ اللیل کا تذکرہ کرتے ہوئے اس دعا کونقل کیا ہے''۔(اعلاء السنن:۳۳/۳)(۱) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ ۲۴/۱۱/۱۴۰۸ھ۔الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔(فتاویٰ ریاض العلوم:۳۵۱/۲-۳۵۴)

قومہ اور جلسہ میں دعاؤں کا حکم:

سوال: قومہ اور جلسہ میں امام اور مقتدی دعا پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مقتدی رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑا ہوکر (قومہ میں) ''ربنا لک الحمد'' کے بعد ''حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیه'' کہہ سکتا ہے۔(جب کہ وقت مل جائے امام سے پیچھے رہنا لازم نہ آتا ہو) اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان (جلسہ میں) ''اللّٰهم اغفرلی'' کہے اور وقت مل جاتا ہے تو ''وارحمنی واهدنی وعافنی وارزقنی'' بھی کہہ سکتا ہے، ممنوع نہیں ہے۔

(قوله ليس بينهما ذكر مسنون) قال أبويوسف: سألت الإمام: أ يقول الرجل إذا رفع رأسه من الركوع والسجود "اللّٰهم اغفرلی"؟ قال: يقول: "ربنا لک الحمد" وسكت ولقد أحسن فی الجواب إذ لم ينه عن الاستغفار. نهر وغيره. أقول: بل فيه إشارة إلٰى أنه غير مكروه، إذ لو كان مكروهًا لنهى عنه كما ينهى عن القراءة فی الركوع والسجود وعدم كونه مسنوناً لاينافی فی الجواز كالتسمية بين الفاتحة والسورة بل ينبغی أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجًا من خلاف الإمام أحمد، الخ. (۴۷۲/۱)(۱)

(قوله محمول على النفل) وصرح به فی الحلية فی الوارد فی القومة والجلسة وقال: علٰى أنه إن ثبت فی المكتوبة فليكن فی حالة الانفراد أو الجماعة والمأمونون محصورون لايتثقلون بذلک كما نص عليه الشافعية، ولاضرر فی التزامه وإن لم يصرح به مشائخنا، فإن القواعد الشرعية لوتنبوعنه، كيف والصلاة والتسبيح والتكبير والقراءة كما ثبت فی السنة، آه. (رد المحتار: ۴۷۲/۱-۴۷۳)(۳)

(۱) إعلاء السنن: ۳۳/۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچی

وفی أحسن الفتاوىٰ: قومہ اور جلسہ میں دعا ماثورہ پڑھنا مستحب ہے، فرائض اور نوافل میں کوئی فرق نہیں، البتہ جماعت میں ضعفاء کی رعایت سے نہیں پڑھنا چاہیے۔(احسن الفتاویٰ، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ وما یتعلق بھا: ۲۸/۳، زکریا دیوبند)

(۲) ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب فی إطالة الركوع للجائی، انيس

غایۃ الاوطار ترجمۂ درمختار میں ہے:

''شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤں کے التزام سے کچھ ضرور بھی نہیں، گو مشائخ نے اس کی تصریح نہیں کی؛ اس لیے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہیں اور قرأت اور تسبیح اور تکبیر فرضوں اور نفلوں میں یکساں ہی ہیں تو یہ دعائیں اگر یکساں ہوں تو کیا حرج ہے''۔ (غایۃ الاوطار:۱/۲۳۵)

البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ''من أم قومًا فليخفف فإن فيهم المريض والكبير وذا الحاجة''. (أو كما قال عليه الصلوٰة والسلام) کا لحاظ کرتے ہوئے مقتدیوں کے لیے زحمت اور مشقت کا سبب نہ بنے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۴/۳۰۰-۳۰۱)

دو سجدوں کے درمیان دعا پڑھنے کا حکم:

سوال: حنفیہ کے نزدیک ''اللّٰهم اغفرلي وارحمني، إلخ'' دو سجدوں کے درمیان خواہ نماز فرض و واجب ہو، یا سنت میں پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جائز ہے، پڑھ سکتا ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۳/۷/۱۳۶۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۱۳۱)☆

---

(۱) عن ابن عباس كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول بين السجدتين: ''اللّٰهم اغفرلي وارحمني، واهدني، وعافني، وارزقني''. (رواه أبوداؤد) (كتاب الصلاة، باب الدعاء بين السجدتين: ۱۲۳ (ح:۸۵۰) انیس/ والترمذی (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب السجود و فضله، الفصل الثانی (ح:۹۰۰) ۱/۸۴، المكتب الإسلامي، انیس)

بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجًا من خلاف الإمام أحمد لإبطاله الصلاة بتركه عامدًا و لم أر من صرّح بذلک عندنا؛ لكن صرّحوا باستحباب مراعاة الخلاف. (رد المحتار علی الدر المختار: ۲/۲۱۳) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فی إطالة الركوع للجائی، انیس)

البتہ اگر مقتدیوں میں بوڑھے، بیمار اور کمزور لوگ ہوں، نماز میں طوالت کو برداشت نہ کر پاتے ہوں، یا بوجھ محسوس کرتے ہوں تو چوں کہ حدیث شریف میں اس بنیاد پر تخفیف کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کی رعایت کرتے ہوئے نماز میں دو سجدوں کے درمیان دعا کو نہ پڑھے... عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: 'إذا أمّ أحدكم الناس فليخفف، فإن فيهم الصغير والكبير و الضعيف والمريض، فإذا صلّى وحده فليصل كيف شاء''. (سنن الترمذی: ۱/۳۲) (كتاب الصلاة، باب ماجاء إذا أم أحدكم الناس فليخفف (ح: ۲۳۶) بيت الأفكار، انیس)/ (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب: أمر الأئمة بتخفيف الصلاة فی تمام: ۱۹۵ (ح:۴۶۷) بيت الأفكار، انیس)

دو سجدوں کے درمیان جو دعائیں منقول ہیں، وہ یا تو نفل پر محمول ہیں، یا اس حالت پر محمول ہیں کہ فرض نماز تنہا پڑھی جائے، یا جماعت کے ساتھ پڑھی جائے؛ لیکن مقتدی اس سے بوجھ محسوس نہ کرتے ہوں۔ [مجاهد]

==

دونوں سجدوں کے درمیان دعا کی تفصیل:

سوال(۱) کیا دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں کوئی دعا پڑھنی چاہیے؟

== "(وليس بينهما ذكر مسنون)...(على المذهب)وما ورد محمول على النفل".(الدرالمختار:۲/۲۱۲-۲۱۳)

(قوله محمول على النفل) ... ثم الحمل المذكورصرّح به المشائخ في الوارد في الركوع والسجود، وصرّح به في الحلية في الوارد في القومة والجلسة وقال:علىٰ أنه إن ثبت في المكتوبة فليكن في حالة الانفراد أوالجماعة و المأمون محصورون لا يتثقلون بذلک كما نص عليه الشافعية،ولا ضرر في التزامه وإن لم يصرّح به مشائخنا،فإن القواعد الشرعية لاتنوعنه،كيف والصلاة والتسبيح والتكبيروالقراء ة كما ثبت في السنة.(رد المحتار:۲/۲۱۳)

☆ **دونوں سجدوں کے درمیان دعا:**

سوال: سجدتین کے درمیان یہ دعا پڑھنی جائز ہے یا نہیں،"اللّٰهم اغفرلی وارحمنی"إلخ؟

الجواب

یہ دعا مابین السجدتین جائز ہے اور حدیث میں وارد ہے،دعا یہ ہے:

"اللّٰهم اغفرلي،وارحمني،وعافني،واهدني،وارزقني،وارفعني وأجبرني".(وعن ابن عباس قال:كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يقول بين السجدتين:"اللّٰهم اغفرلي،وارحمني،واهدني،وعافني،وارزقني".(رواه أبوداؤد)(كتاب الصلاة،باب الدعاء بين السجدتين:۱۲۳(ح:۸۵۰)انيس)/والترمذی.(مشكوة المصابيح،كتاب الصلاة،باب السجود و فضله،الفصل الثانی (ح:۹۰۰)۱/۸٤،المكتب الإسلامي،انيس)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۷۱)

دوسجدوں کے درمیان دعا:

سوال: دوسجدوں کے درمیان بعض حضرات دعا پڑھتے ہیں،کیا سجدوں کے درمیان دعا کرنا درست ہے؟
(عبدالباری،مہدی پٹنم)

الجواب

بعض احادیث میں دوسجدوں کے درمیان ایک مختصر دعا منقول ہے:"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ".(دیکھئے:الجامع للترمذي (ح:۲۸٤)باب ما يقول بين السجدتين.محشی)

بعض فقہا کے نزدیک اس حدیث کی بناپر فرض ونفل تمام نمازوں میں دوسجدوں کے درمیان دعا کرنا مستحب ہے؛لیکن حنفیہ اور اکثر فقہا کے نزدیک یہ دعا صرف نفل نماز میں پڑھنی چاہیے،فرائض میں نہیں پڑھنی چاہیے؛اس لیے کہ آپ کی فرض نمازوں کی ادائیگی کے بارے میں جو حدیثیں منقول ہیں،ان میں آپ کے اس عمل کا ذکر نہیں؛لیکن اس کا پڑھنا مکروہ بھی نہیں ہے،عام طور پر احناف نے اس کو مباح اور جائز قرار دیا ہے اور مشہور محقق علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ امام احمدؒ کے نزدیک دوسجدوں کے درمیان دعا واجب ہے اور فقہا کا اصول ہے کہ ازراہ احتیاط ایسے طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے کہ فقہا کے اختلاف سے بچتے ہوئے متفقہ طور پر اس کی عبادت درست ہوجائے اور اگر دوسجدوں کے درمیان پڑھ لی جائے،توامام احمدؒ کی رائے پر بھی نماز درست ہوجاتی ہے؛اس لیے دعا پڑھ لینا مستحب ہے۔ ("بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجًا من خلاف أحمد"(منحة الخالق على البحرالرائق:۱/۵٦۱،محشی)

اس لیے یہ بات بہتر ہے کہ فرائض میں بھی دونوں سجدوں کے درمیان دعا کر لی جائے۔(کتاب الفتاویٰ:۳/۱۰۷-۱۰۸)

(۲) کیا دعا کا پڑھنا فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے، مستحب ہے، وغیرہ وغیرہ؟

(۳) جلسہ میں اگر کوئی دعا نہ پڑھی جائے تو نماز میں کوئی تو قصور نہیں آتا؟

(۴) امام کے لیے جلسہ میں دعا کا پڑھنا کیسا ہے؟ اگر امام یہ دعا نہ پڑھے تو کیا جماعت میں کوئی قصور تو نہیں آتا؟

(۵) مسجد میں میری نظر سے دفتی (۱) پر لگے ہوئے چند مسائل گذرے، جس میں جلسہ کے درمیان یہ دعا پڑھنے کے لیے لکھا ہے:

"اللّٰھم اغفرلی، وارحمنی، واھدنی، وارزقنی، وارفعنی، واجبرنی". (۲)

اور یہ بھی لکھا تھا کہ جلسہ میں دعا کا پڑھنا سنت ہے اور اگر سنت ترک ہو جائے تو گنہ گار رہوتا ہے۔

(۶) لیکن امام کے پیچھے اتنی طویل دعا کا پڑھنا بھی ذرا مشکل ہے اور اگر خود امام پڑھے تو نمازی مقتدیوں کو ایک بار (بوجھ) معلوم ہوتا ہے، ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۷) یا اگر کوئی اور مختصر دعا جو وقت کے لحاظ سے پڑھی جاسکے، تحریر فرما دیجئے؟

جملہ امور کی تحقیقات کر کے مطلع فرمائیے، واجباً عرض ہے۔ فقط والسلام　　(نعمت اللہ جلال آبادی)

الجواب ــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

"ویجلس بین السجدتین مطمئنًا ... ولیس بینھما ذکر مسنون ... علی المذھب، وماورد محمول علی النفل، آہ". (الدر المختار) (۳)

(قولہ: وما ورد، إلخ) وبین السجدتین: "اللّٰھم اغفرلی، وارحمنی، وعافنی، واھدنی، وارزقنی". (رواہ أبوداؤد) (۴)

"(وقولہ: محمول علی النفل): أی تھجد أوغیرہ... ثم الحمل المذکور صرح بہ المشایخ فی الوارد فی الرکوع والسجود، وصرح بہ فی الحلیۃ فی الوارد فی القومۃ والجلسۃ.

وقال: علٰی أنہ إن ثبت فی المکتوبۃ فلیکن فی حالۃ الانفراد أو الجماعۃ والمأمومون؟ محصورون لایتثقلون بذلک، آہ". (ردالمحتار: ۱/۵۲۸) (۵)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دونوں سجدوں کے درمیان مطلقاً دعا کا پڑھنا نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سنت، نہ

---

(۱) دفتی: جلد کے پٹھے۔ (فیروز اللغات: ۶۳۰، فیروز سنز، لاہور)

(۲) رواہ الترمذی فی سننہ فی أبواب الصلاۃ، باب ما یقول بین السجدتین: ۱/۶۳، سعید

(۳) کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ: ۲/۲۱۳، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، انیس

(۴) رواہ أبوداؤد فی سننہ فی کتاب الصلاۃ، الدعاء بین السجدتین: ۱/۱۳۰، رقم الحدیث: ۸۵۰، إمدادیۃ

کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، فصل إذا أراد الشروع: ۱/۵۰۵، سعید　==

مستحب، البتہ جب آدمی نوافل پڑھتا ہو، یا فرض تنہا پڑھتا ہو تو دعا کا پڑھنا مستحب ہوگا اور امام کے لیے اس شرط کے ساتھ مستحب ہے کہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو، اگر امام پڑھتا ہے اور مقتدیوں کو بھی وقت مل جاتا ہے، تب تو مقتدی بھی پڑھے، ورنہ امام کا اتباع کرے، اگر امام پڑھے اور مقتدی نہ پڑھیں، یا دونوں نہ پڑھے، تب بھی نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی، اس دعا کے چھوڑنے سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی۔

اگر کسی جگہ اس دعا کو سنت لکھا ہے تو اس سے مراد سنت غیر مؤکدہ ہے، جس کو مستحب بھی کہتے ہیں، اس کو چھوڑنے سے گناہ نہیں ہوتا؛ بلکہ سنت مؤکدہ کو چھوڑنے سے گنا ہوتا ہے اور یہ سنت غیر مؤکدہ بھی مطلقاً نہیں؛ بلکہ نوافل میں ہے، یا منفرد کے لیے اور امام کے لیے اس شرط کے ساتھ ہے، جس کا ذکر پہلے آچکا، جب مقتدیوں پر گرانی ہو، تب امام کے لیے مستحب نہیں اور ایسی حالت میں مقتدیوں کے لیے بھی مستحب نہیں، اگر کوئی مختصر دعا پڑھے تو وہ یہ ہے:

”رب اغفرلی“. (۱)

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱/۱۳۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶/ ذیقعدہ/۱۳۵۸ھ۔

صحیح عبد الطیف، ۶/ ذیقعدہ/۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۵/۵-۶۱۶)

دونوں سجدوں وغیرہ کے درمیان منقول دعاؤں سے متعلق مذہب حنفی کی تحقیق:

سوال: عن ابن عباس أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقول بین السجدتین: ”اللّٰھم اغفرلی، وارحمنی، واجبرنی، واھدنی، وارزقنی“. (۲)

حنفیہ نے اس کو نوافل پر محمول کیا ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

الجواب

روی الشیخان عن أبی ہریرۃ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

== ”ولم یذکر المصنف بین السجدتین ذکرًا مسنوناً وھو المذھب عندنا، وکذا بعد الرفع من الرکوع، وما ورد فیھما من الدعاء فمحمول علی التھجد (قال یعقوب: سألت أباحنیفۃ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ عن الرجل یرفع رأسہ من الرکوع فی الفریضۃ، أیقول: اللّٰھم اغفرلی؟ قال: یقول: ربنا لک الحمد وسکت) وکذلک بین السجدتین فقد أحسن حیث لم ینہ عن الاستغفار صریحًا من قوۃ احترازہ“. (البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ: ۵۶۱/۱، رشیدیۃ)

(۱) عن حذیفۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ أنہ انتھی إلی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقام إلی جنبہ... وکان یقول بین السجدتین: ”رب اغفرلی، رب اغفرلی“. (سنن النسائی، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء بین السجدتین: ۱/ ۱۷۲، رقم الحدیث: ۱۱۴۴، قدیمی، انیس)

(۲) رواہ الترمذی، باب مایقول بین السجدتین: ۱/ ۶۸ مطبوعۃ أصح المطابع

"إذا صلى أحدكم للناس فليخفف". (المشكوٰة،باب ما على الإمام)(۱)

وفي رد المحتار تحت قول الدر المختار وليس بينهما ذكر مسنون ما نصه: بل فيه إشارة إلىٰ أنه غير مكروه، إذ لو كان مكروهًا لنهى عنه... وعدم كونه مسنونًا لاينافي الجواز كالتسمية بين الفاتحة والسورة، بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين، إلخ.

وفيه عن الحلية: إن ثبت في المكتوبة فليكن في حالة الانفراد أو الجماعة والمأمومون محصورون لايتثقلون بذلك. (۱/ ۵۲۷-۵۲۸)(۲)

ان روایات کے استیعاب کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ حنفیہ مکتوبات میں اور جماعت میں بھی مطلقاً منع نہیں کرتے؛ بلکہ جب قوم پر ثقیل ہو، جو خود حدیث متفق علیہ میں مصرح ہے اور سنیت کی نفی سے مؤکدہ کی نفی مقصود ہے، سو اس میں کسی حدیث سے تعارض نہیں۔ واللہ اعلم

۱۵/ربیع الاول ۱۳۲۵ھ۔ (امداد: ۱/۸۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۲۰۰) ☆

---

(۱) الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۱۳۱، المكتب الإسلامي، انيس/صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب: إذا صلىٰ لنفسه فليطول ماشاء، رقم الحديث: ۷۰۳-۲۰۹، بيت الأفكار/الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب: أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام: ۱۹۵، رقم الحديث: ٤٦٧، بيت الأفكار، انيس

(۲) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، باب: في إطالة الركوع للجائي، انيس

☆ سوال: قومہ اور جلسہ کی بابت بھی اسی رسالہ (نوٹ: رسالہ کی وضاحت کی جائے) میں دعاء ماثورہ لکھی ہے اور مسلم کی حدیث کا حوالہ دیا ہے اور امام صاحب فرائض میں منع فرماتے ہیں، اگر مناسب ہو تو اس کی وجہ بھی ارشاد فرمائی جاوے؟

الجواب

مقدمہ اولیٰ: فرائض میں اصل جماعت ہے۔

مقدمہ ثانیہ: بنص حدیث امام کو تخفیفِ صلوٰۃ کا حکم ہے۔

مقدمہ ثالثہ: ان اذکار میں تطویل مشاہد ہے، پس مجموعہ مقدماتِ ثلاثہ دلیل ہے، حمل علی التطوع کی اور تفصیل دونوں جوابوں کی مطولات میں ہے، جس کو بقدر ضرورت اعلاء السنن میں بھی نقل کیا ہے۔

۲۸/ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ۔ (تتمہ خامسہ، صفحہ: ۳۷۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۲۰۰-۲۰۱)

فرض اور نفل میں جلسہ اور قومہ کے اذکار یکساں ہیں، مگر:

مسئلہ: جلسہ [اور] قومہ کے اذکار فرض [و] نفل میں یکساں ہیں، تنہا آدمی فرض میں پڑھے، جماعت میں تطویل کرنا نہیں چاہیے۔ فقط والسلام

رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ کلاں: ۱۲۴) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۳)

قومہ اور جلسہ کی دعا فرائض میں کیوں نہیں؟

سوال: قومہ اور جلسہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے، کیا فرض اور واجب نمازوں کے قومہ اور جلسہ میں بھی پڑھی جاتی ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیًا

بعض دعائیں ذرا طویل بھی وارد ہوئی ہیں، (۱) وہ عامۃً نوافل میں ثابت ہیں، فرائض میں نہیں؛ اس لیے فرائض کے قومہ جلسہ میں وہ نہیں پڑھی جاتیں۔

"(قوله وما ورد إلخ)وبين السجدتين:"أللّٰهم اغفرلي وارحمني وعافني واهدني وارزقني".

(وقوله محمول على النفل): أى تهجدأوغيره...ثم الحمل المذكورصرح به المشايخ فى الوارد فى الركوع والسجود، وصرح به فى الحلية فى الوارد فى القومة والجلسة.

وقال: علٰى أنه إن ثبت فى المكتوبة فليكن فى حالة الانفراد أو الجماعة، والمأمومون محصورون لايتثقلون بذلك". (۲)

"ولم يذكر المصنف بين السجدتين ذكرًا مسنونًا، وهو المذهب عندنا، وكذا بعد الرفع من الركوع، وماورد فيهما من الدعاء فمحمول على التهجد، (۳) وكذلك بين السجدتين، فقد أحسن حيث لم ينه عن الاستغفارصريحًا من قوة احترازه". (۴) فقط واللّٰه تعالٰى أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۶۱۲-۶۱۳)

---

(۱) عن أبى سعيد الخدرى رضى اللّٰه تعالٰى عنه أن رسول اللّٰه تعالٰى عليه وسلم كا ن إذا رفع رأسه من الركوع قال: "ربنا لك الحمد ملئ السموات والأرض وملئ ما شئت من شيء بعد، أهل الثناء والمجد، أحق ما قال العبد، وكلنا لك عبد، أللّٰهم لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت، ولاينفع ذا الجد منك الجد". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب مايقول إذا رفع رأسه من الركوع: ۱/۱۹۰، قديمي)(رقم الحديث: ٤٧٧، انيس)

"عن ابن عباس رضى اللّٰه تعالٰى عنهما قال: كان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يقول بين السجدتين: "أللّٰهم اغفرلي وارحمني وعافني واهدني وارزقني". (أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب بين السجدتين: ۱/۱۳۰، إمدادية)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: كتاب الأذكار للنووى رحمه اللّٰه تعالٰى، باب ما يقول فى رفع رأسه من الركوع فى اعتداله: ۷۹، وباب مايقول فى رفعه رأسه من السجود وفى الجلوس بين السجدتين: ۸٤، مكتبه دار البيان

(۲) الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۰۵، سعيد

(۳) قال يعقوب: سألت أباحنيفة رحمه اللّٰه تعالٰى عن الرجل يرفع رأسه من الركوع فى الفريضة، أيقول: اللّٰهم اغفرلي؟ قال: ربنالك الحمد وسكت، انيس

(۴) البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/٥٦١، رشيدية

سجدۂ نماز میں دعا:

سوال: مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: ألا إنّی نہیت أن أقرأ القراٰن راکعًا أوساجدًا فأمّا الرکوع فعظموا فیہ الرّب وأمّاالسّجود فاجتہدوا فی الدعاء فقَمِنٌ أن یستجاب لکم.(۱)

اس حدیث سے نماز کے سجدہ میں دعا کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، کیا احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے کہ نماز کے سجدہ میں دعا افضل ہے؟ اگر نہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــ باسم ملہم الصّواب

قال الملاّ علی القاری رحمہ اللّٰہ تعالیٰ فی شرح الحدیث المذکور: (وأمّاالسجود فاجتہدوا) أی بالغوا فی الدّعاء أی حقیقةً، وہو ظاہر أو حکمًا، کما فی "سبحان ربّی الأعلیٰ". (المرقاة: ۲/۲۱۳)(۲)

وقال ابن عابدین رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: وقد ورد "خیر الدّعاء دعاء یوم عرفة، وخیر ما قلت أنا والنّبیّون من قبلی: "لا إلٰہ إلاَّ اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وہو علیٰ کلّ شئ قدیر". رواہ مالک والترمذی وأحمد وغیرہم، (۳) شرح النقایة للقاری، وقیل لابن عیینة: ہٰذا ثناء فلمَ سمّاہ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم دعاءً، فقال: الثناء علی الکریم دعاء لأنہ یعرف حاجتہ، فتح. قلت: یشیر بہٰذا إلٰی خبر: "من شغلہ القرآن عن ذکری ذکری ومسألتی أعطیتہ أفضل ما أعطی السّائلین" (۴) ومنہ قول أمیة بن أبی الصّلت فی مدح بعض الملوک ؎

أأذکر حاجتی أم قد کفانی		**ثناؤک إن شیمتک الحیاء**
إذا أثنی علیک المرء یومًا		**کفاہ من تعرضہ الثناء**

(رد المحتار: ۱/۱۹۰)(۵)

تحقیق مذکور سے ثابت ہوا کہ حدیث میں سجدہ کی تسبیحات ہی کو دعا فرمایا گیا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ تسبیحات کے بعد دعا کرے، احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں تسبیحات کے بعد دعا نوافل میں کرے، فرائض میں نہیں، البتہ فرائض منفرداً پڑھ رہا ہو، یا جماعت میں مقتدیوں پر ثقیل نہ ہو تو فرائض میں بھی درست ہے۔

(۱) "فقمن" جدیر خلیق/صحیح لمسلم، باب النہی عن قراء ة القرآن فی الرکوع (ح:۴۷۹) انیس
(۲) کتاب الصلاة، باب الرکوع، الفصل الأول، رقم الحدیث: ۸۷۳، انیس
(۳) موطأ الإمام مالک، ت: عبدالباقی، باب ماجاء فی الدعاء (ح: ۳۲)/مسند الإمام أحمد، مسند عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص (ح: ۶۹۶۱)/سنن الترمذی، باب (ح: ۳۵۸۵) انیس
(۴) سنن الترمذی، باب (ح: ۲۹۲۶) انیس
(۵) کتاب الحج، مطلب فی شروط الجمع بین الصلاتین، بعرفة ومطلب: الثناء علیٰ الکریم دعاء، انیس

قال فی العلائیة: وكذا لا يأتی فی ركوعه وسجوده بغير التسبيح على المذهب وما ورد محمول على النفل.

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: (قوله محمول على النفل) أی تهجد أو غيره، خزائن، وكتب فی هامشه: فيه ردّ على الزيلعی حيث خصّه بالتهجد، آه، ثم الحمل المذكور صرّح به المشايخ فی الوارد فی الركوع والسجود وصرّح به فی الحلية فی الوارد فی القومة والجلسة وقال: علىٰ أنه إن ثبت فی المكتوبة فليكن فی حالة الإنفراد، أو الجماعة والمأمومون محصورون لا يتثقلون بذلك كما نصّ عليه الشافعية، ولا ضرر فی التزامه وإن لم يصرّح به مشايخنا، فإنّ القواعد الشرعيّة لا تنبو عنه كيف والصلاة والتسبيح والتكبير والقراءة، كما ثبت فی السّنة، آه. (رد المحتار: ١/ ٤٧٢)(١) فقط والله تعالىٰ أعلم

۲۲/محرم ۱۳۹۹ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۳-۴۴) ☆

(١) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع (مطلب فی إطالة الركوع للجائی، انيس)

(٢) وإن كان إمامًا لا يزيد علىٰ وجه يملّ القوم كذا فی الهداية. (الهندية: ١/ ٧٥، الفصل الثالث فی سنن الصلاة)

(٣) وكذا لا يأتی فی ركوعه وسجوده بغير التسبيح على المذهب وما ورد محمول على النفل ... إلخ. (الدر المختار: ١/ ٥٠٥-٥٠٦، باب صفة الصلاة، طبع ايچ ايم سعيد)

"قوله: عن ابن عباس وعن رجل"، قلت: دلالتهما على استحباب الذكر بين السجدتين ظاهرة، وفی الدر المختار (١/ ٥٢٧) وليس بينهما ذكر مسنون، اه، والمراد نفی تأكده لا نفی استحبابه صرح بذلك فی ردالمحتا ونصه: وعدم كونه مسنونا لا ينافی الجواز كالتسمية بين الفاتحة والسورة بل ينبغی أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجا من خلاف الإمام أحمد، لإبطاله الصلاة بتركه عامداً ولم أر من صرح بذلك عندنا، لكن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف والله أعلم (١/ ٥٢٨)

قلت: لا سيما إذا ورد عن النبی صلى الله عليه وسلم بسند صحيح ولكن تلزم الإمام مراعاة أحوال المأمومين فحيث لا يثقلون بالدعاء الوارد فی سنن أبی داؤد يدعوبه، وإلا فيقصر على قوله "رب اغفرلی" كما ورد عند النسائی ولو تركه رأسا لا يلام ليه، فإن هذا الذكر ورد فی صلاة الليل دون المكتوبة كما يظهر من مجموع الأحاديث كما قال الشرنبلالی: فی نور الإيضاح: وليس فيه (أی فی الجلوس بين السجدتين) ذكر مسنون والوارد فيه محمول على التهجد، الخ. (إعلاء السنن، باب وجوب الرفع بين السجدة والجلسة تين السجدتين: ٣/ ٤٣-٤٤، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، انيس)

☆ **نفل نماز کے سجدہ میں دعا:**

سوال: آپ نے اس سے پہلے لکھا تھا کہ نفل نماز کے سجدہ میں دعا کی جاسکتی ہے، تو ایسی صورت میں کیا سجدہ ہی پر نماز ختم کردی جائے گی، یا نماز مکمل کی جائے گی؟　　(حافظ کلیم، اورنگ آباد)

الجواب

نماز مکمل کرنی ہے، جیسا کہ عام نمازیں پڑھی جاتی ہیں، البتہ نفل نمازوں پر خصوصی رعایت ہے کہ عربی زبان میں ==

سجدہ میں قرآنی دعائیں پڑھنا:

سوال: نماز میں رکوع سجدہ کی تسبیحات کے بجائے قرآنی دعائیں، انفرادی طور، پر فرض یا نفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ قرآن کے اندر جو دعائیں ہیں مختلف جگہوں پر ہیں، ان کو جمع کرکے فرض ونفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

نماز میں رکوع وسجدہ میں تسبیحات پر ہی کفایت مناسب ہے، قرآن کریم کی تلاوت سے احتراز کیا جائے، (۱) اگرچہ قرآنی دعا پڑھنے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی، (۲) بعض دعائیں حدیث شریف میں آئی ہیں، نوافل میں ان کے پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۱۳۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۳/۵-۶۱۴)

== سجدہ کی حالت میں دعا کی جاسکتی ہے۔ (عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: فقدت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ذات لیلة، فلمست المسجد، فإذا هو ساجد وقدماه منصوبتان، وهو یقول: أعوذ برضاک من سخطک، وأعوذ بمعافاتک من عقوبتک، وأعوذ بک منک، لا أحصی ثناء علیک، أنت کما أثنیت علی نفسک". (سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، رقم الحدیث: ۸۷۹، باب في الدعاء في الرکوع و السجود، محشی) (کتاب الفتاویٰ: ۹۴/۳-۹۵)

حالت سجود میں دعا کا کیا حکم ہے:

سوال: اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمی بعد نماز کے جائے نماز پر سجدہ ریز ہوکر دینی ودنیوی بہبودی کے لیے دعا کرتے ہیں، اس میں کوئی حرج ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس کی عادت بنالینا بدعت ہے، مگر گاہے ایسا ہوجائے اور ناظرین بھی اس طریقہ کو ایک ضروری چیز نہ سمجھنے لگیں تو مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰۳/۱-۱۰۴)

(۱) قال العلامة الحصکفی رحمه اللّٰه: "وکذا لایأتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح (علی المذهب) وماورد محمول علی النفل". (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع: ۵۰۵/۱، سعید)

(۲) تاہم کراہت سے خالی نہیں۔

"عن علی رضی اللّٰه عنه قال: نهانی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أن أقرأ راکعًا أوساجدًا". (الصحیح لمسلم)

"فیه النهی عن قراءة القرآن فی الرکوع والسجود، وإنما وظیفة الرکوع التسبیح ووظیفة السجود التسبیح و الدعاء، فلوقرأ فی رکوع أوسجود... کره ولم تبطل صلوٰته". (شرح النووی لمسلم، کتاب الصلاة، باب النهی عن قراءة القرآن فی الرکوع والسجود: ۱۹۱/۱، قدیمی)

"وتکره قراءة القرآن فی الرکوع والسجود والتشهد بإجماع الأئمة الأربعة". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء بالمغفرة للکافر ولجمیع المؤمنین: ۵۲۳/۱، قدیمی)

(۳) ان عائشة رضی اللّٰه عنها نبأته أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم کان یقول فی رکوعه ==

سجدہ میں دعا کی ہیئت:

سوال: سجدہ میں دعا کرنے کی ہیئت کیا ہونی چاہیے؟ (حاجی سید صابر علی چشتی، ناندیڑ)

الجواب

نفل نمازوں کے سجدہ میں عربی زبان میں دعا کی جاسکتی ہے،(۱) خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی معمول مبارک یہی تھا؛(۲) اس کے لیے کوئی خاص ہیئت مقرر نہیں؛ بلکہ سجدہ کی جو معروف کیفیت ہے، اسی میں دعا کرنا چاہیے، جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز تہجد میں دعا کرنا ثابت ہے، بعض لوگ سجدہ میں دعا کرنے کے لیے ہاتھوں کو اس طرح

== وسجوده: "سبوح قدوس رب الملائكة والروح". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقول في الركوع والسجود: ۱۹۲/۱، قديمي)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم يكثر أن يقول في ركوعه وسجوده: "سبحانك اللّهم ربنا وبحمدك اللّهم اغفرلي". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب التسبيح والدعاء في السجود: ۳۱۱/۱، قديمي)(ح: ۸۱۷، انيس)

مزید تفصیل کے لیے: كتاب الأذكار للنووي رحمه الله تعالىٰ، باب أذكار السجود: ۸۱-۸۲، مكتبه دار البيان، ملاحظہ فرمائیں!

عن علي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا سجد قال: اللهم لك سجدت وبك آمنت ولك أسلمت سجد وجهي للذي خلقه وصوره وشق سمعه وبصره تبارك الله أحسن الخالقين. (كتاب الأذكار برواية مسلم، باب أذكار السجود، رقم الحديث: ۱۲۰، انيس)

عن عوف بن مالك أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ركع ركوعه الطويل يقول فيه: سبحان ذي الجبروت والملكوت والكبرياء والعظمة، ثم قال في سجوده مثلك ذلك. (كتاب الأذكار برواية مسلم، باب أذكار السجود، رقم الحديث: ۱۲۱، انيس)

عن ابن عباس أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: فأما الركوع فعظموا فيه الرب وأما السجود فاجتهوا في الدعاء فقمن أن يستجاب لكم. (كتاب الأذكار للنووي برواية مسلم، باب أذكار السجود، رقم الحديث: ۱۲۴، انيس)

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلقین بھی فرمائی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: ''بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب حالت سجدہ میں رہتا ہے تو اس حالت میں زیادہ سے زیادہ دعا کرنی چاہیے۔

"أقرب ما يكون العبد من ربه و هو ساجد فأكثروا من الدعاء" (سنن أبي داؤد، رقم الحديث: ۸۷۴، كتاب الصلاة، باب الدعاء في الركوع والسجود)

(۲) دیکھئے: سنن أبي داؤد، رقم الحديث: ۸۷۷، باب الدعاء في الركوع والسجود. محشي

بچھا دیتے ہیں کہ پشت زمین پر ہوتی ہے اور ہتھیلی اوپر کی طرف؛ یعنی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی مشابہت اختیار کی جاتی ہے، یہ درست نہیں ہے کہ اس طرح کا عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔(۱) (کتاب الفتاویٰ:۲/۱۸۶)

حالت نماز میں درود کے اندر ''ذریات و أزواج'' کا کلمہ بڑھانا کیسا ہے:

سوال: ایک صاحب نے لکھا ہے کہ نماز میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے، اس میں لفظ ''ازواج وذریات'' کا اور بڑھاوے، اس میں زیادہ ثواب ہے، مثلاً: ''اللّٰهم بارک علٰی أزواجه و ذریاته'' إلخ، یہ بڑھانا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

جس قدر معمول ہے، وہی کافی ہے، اگر چہ بڑھا دینے میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲/۲۰۷)

قعدۂ نماز میں مختلف دعا:

سوال: اگر کوئی شخص قعدۂ نماز میں کبھی کوئی دعا اور کبھی کوئی دعا پڑھے تو عند الحنفیہ ممانعت تو نہیں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

کچھ ممانعت نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲/۱۷۰)

---

(۱) حالت سجدہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا مانگنے کی ہیئت کیا ہوتی تھی؟ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے، جس میں فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں کھڑے ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں مشغول ہوتے؛ یعنی سجدہ کی حالت میں بغیر ہاتھ پھیلائے ہوئے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے کلمات فرماتے۔

''عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت: ''فقدت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ذات لیلة، فلمت المسجد، فإذا هو ساجد وقدماه منصوبتان، وهو یقول: ''أعوذ برضاک من سخطک و أعوذ بمعافاک من عقوبتک وأعوذ بک منک، لا أحصی ثناء علیک، وأنت کما أثنیت علٰی نفسک'' (أبو داؤد، رقم الحدیث: ۸۷۹، کتاب الصلاة، باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود) محشی)

(۲) ولذا قال فی شرح المنیة: و الإتیان بما فی الأحادیث الصحیحة أولٰی، إلخ. (ردالمحتار، باب صفة الصلاة، فصل فی تالیف الصلاة: ۱/۴۷۹) (مطلب فی جواز الترحم علی النبی إبتداءً، انیس)

(۳) وصلی علی النبی علیه السلام، إلخ، ودعا بما یشبه ألفاظ القرآن والأدعیة المأثورة لما روینا من حدیث ابن مسعود قال له النبی علیه السلام: '' ثم اختر من الدعاء أطیبه و أعجبه إلیک''. (الهدایة، باب صفة الصلاة: ۱/۱۰۳، ظفیر)

وعن حذیفة فی حدیثه المتقدم فی صلاة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ... وکان یقول بین السجدتین: رب اغفرلی رب اغفرلی، الخ. (کتاب الأذکار للنووی بروایة مسلم، باب أذکار السجود، رقم الحدیث: ۱۲۸، انیس)

سلام کے بعد اذکار ودعا

نماز کے بعد "استغفر اللّٰہ" پڑھنا:

سوال: نماز فرض کے سلام کے فوراً بعد دعا کے متعلق زید "أستغفر اللّٰہ الذی لا إلٰه إلا هو الحی القیوم" پڑھتا ہے، بکر کہتا ہے: بے شک یہ بہت بڑا استغفار ہے؛ لیکن سلام کے بعد "اللّٰہ أکبر" اور تین مرتبہ "استغفر اللّٰہ" پڑھنا منقول ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیًا

مشہور تو یہی ہے کہ اس مقام پر "استغفر اللّٰہ" منقول ہے، بعد کے صفات منقول نہیں؛ مگر عمل الیوم واللیلة، ص:۳۵، میں ہے:

"عن معاذ رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: "من قال بعد الفجر ثلاث مرات وبعد العصر ثلاث مرات: أستغفر اللّٰہ الذی لاإلٰه إلاهو الحی القیوم وأتوب إلیه، کفرت عنه ذنوبه وإن کانت مثل زبد البحر". (۱)

"عن ثوبان قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إذا انصرف من صلاته، استغفر ثلاثاً، و قال: اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام، تبارکت یا ذا الجلال والإکرام". قال الولید: فقلت للأوزاعی: کیف الاستغفار؟ قال: تقول: أستغفر اللّٰہ، أستغفر اللّٰہ". (۲)

"ویستحب أن یستغفر اللّٰہ ثلاثاً ویقرأ آیة الکرسی والمعوذات، ویسبح ویحمد ویکبر ثلاثاً وثلاثین، ویهلل تمام المائة، ویدعو ویختم بسبحان ربک". (۳) فقط واللّٰہ أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۲/۲۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۷۱/۵-۶۷۲)

---

(۱) أخرجه ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة، باب مایقول فی دبر صلٰوة الصبح، رقم الحدیث: ۱۲۶، ص: ۱۱۲، مکتبة الشیخ، کراچی

(۲) الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبیان صفته: ۲۱۸/۱، قدیمی) (ح: ۵۹۱، انیس)

(۳) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعید

نماز کے بعد "یا قوی" "یا نور" پڑھنا:

سوال: بعض لوگوں خصوصاً تبلیغی جماعت والوں کو یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ ہر فرض نماز کے بعد مقررہ مقدار میں "یا قوی" پڑھتے ہیں، پھر "یا نور، یا نور" پڑھ کر اور ہاتھ کی انگلیوں پر پھونک کر دونوں آنکھوں پر مل لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے آنکھوں کی روشنی بڑھتی ہے، کیا ایسا ہی ہے؟ کیا یہ طریقہ حدیث سے ثابت ہے؟

هو المصوب

نماز کے بعد "یا قوی" پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، البتہ اس کا پڑھنا جائز ہے اور لازم سمجھنا غلط ہے۔(۱)

تحریر: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۳/۳۴۰-۳۴۱)

بعد نماز "یارسول اللہ" کہنا:

سوال: ہر نماز کے بعد یا کسی بھی وقت "یا رسول اللہ" کہنا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب

اصل یہ ہے کہ "یا رسول اللہ" کہنا، نہ قطعاً جائز ہے، نہ مطلقاً ناجائز؛ بلکہ تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس عقیدے سے "یا رسول اللہ" کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پر موجود ہیں، یا ضرور میری آواز کو سنیں گے تو یہ ناجائز ہی نہیں؛ بلکہ ایک نوع کا شرک ہے۔ سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہما توسیخ میں فرماتے ہیں:

"منهم الذين يدعون الأنبياء والأولياء عند الحوائج والمصائب باعتقاد أن أرواحهم حاضرة تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلک شرک قبيح وجهل صريح، قال الله تعالىٰ: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ الآية"، انتهىٰ. (الجنة لأهل السنة:۳۰/۱۷)

یعنی! بعض لوگ وہ ہیں، جو انبیا اور اولیا کو حاجت اور مصیبتوں کے وقت اس اعتقاد سے کہ ان کی ارواح حاضر ہو جاتی ہیں

(۱) قوی اور نور اللہ جل شانہ کی صفات ہیں؛ اس لیے اگر کوئی شخص اللہ کے اسم صفاتی سے یاد کرتا ہے تو درست ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا پڑھ کر اپنے داہنے ہاتھ سے سر کا مسح کرنا ثابت ہے، البتہ اسے ایسا معمول بنانا جو لازم کے طور پر سمجھا جائے، غلط ہے۔ انیس

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد". (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور. رقم الحديث: ۱۷۱۸)

قال أهل العربية الرد ههنا بمعنى المردود ومعناه فهو باطل غير معتد به وهذا الحديث قاعدة عظيمة من قواعد الإسلام وهو من جوامع كلمه صلى الله عليه وسلم فإنه صريح في رد كل البدع والمخترعات. (شرح النووي لمسلم، باب نقض الأحكام الباطلة، الخ: ۱۶/۱۲. انيس)

قال العلامة الحلبي: كل مباح يؤدي إليه أي (إلى اعتقاد الجهلة سنيتها) فمكروه. (غنية المتملي المعروف بالكبيري، فصل في مسائل شتىٰ: ۵۶۹. انيس)

اور ان کی ندا کو سنتے ہیں اور ان کی حاجتوں کو جانتے ہیں، پکارتے ہیں، یہ شرک قبیح اور جہل صریح ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’جولوگ اللہ کے غیر کو پکارتے ہیں، ان سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا‘‘۔

اور اگر محض تخیل کے طور پر شاعرانہ دعا و عاشقانہ خطاب کرتا ہے تو جائز ہے، جیسے اہل معانی و بلاغت نے بیان کیا ہے کہ بعض اوقات معدوم کو موجود فرض کر کے یا غیر حاضر کو حاضر فرض کر کے خطاب کیا جاتا ہے، چناں چہ بعض لوگ اپنے کھنڈروں اور دیواروں کو خطاب کرتے ہیں، کوئی بلبل وقمری کو خطاب کرتا ہے۔

تو اے کبوتر بام حرم چہ می دانی ز حال ما کہ جدا از حریم دلداریم

باللّٰہ یاظبیات القاع قلن لنا ألیلای منکن أم لیلٰی من البشر

ہر زبان میں اس کی نظائر بکثرت ہیں، اسی طرح محبانہ شوق میں اگر کوئی بلاعقیدہ حاضر و ناظر کے خطاب کرے تو مضائقہ نہیں، البتہ عوام کے فساد عقیدہ سے بچنے کے لیے اس کی عادت نہیں لگانی چاہیے۔

مجموعۂ فتاویٰ میں ہے:

’’کہنا ’’یارسول اللّٰہ‘‘ ساتھ صلوٰۃ وسلام کے، جائز ہے، جیسا کہ التحیات وغیرہ سے سمجھا جاتا ہے، باقی کہنا: ’’یارسول اللّٰہ‘‘ و ’’یا ولی اللّٰہ‘‘ کا جو ہندوؤں کی عادت ہے کہ اٹھتے بیٹھتے کہا کرتے ہیں، سارے فقہاء حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے؛ بلکہ اس محل خاص میں بمقتضاء آیۃ: ﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ﴾ إلخ ، وموافق دستور قرون ثلثہ ’’یااللّٰہ‘‘، ’’یا رحیم‘‘، ’’یا کریم‘‘ وغیرہ کی عادت کرنا چاہیے۔ (۳۳۸/۱) (فتاویٰ احیاء العلوم: ۱۶۴/۱-۱۶۶)

فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا ثابت ہے، یا نہیں:

سوال: فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر کسی دعا کا پڑھنا ثابت ہے؟ رکوع و سجود اور قیام میں دونوں پیروں میں کتنا فاصلہ رہنا چاہیے؟

الجواب

فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھنا ’’بسم اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلا ھو الرحمٰن الرحیم، اللّٰھم أذھب عنی الھمّ و الحزن‘‘ حصن حصین میں ہے، حدیث اس بارے میں منقول ہے۔(۱)

(۱) دیکھئے! حصن حصین: ۸۵/۱: وکان صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا صلی وفرغ من صلٰوتہ مسح بیمینہ علٰی رأسہ وقال: ’’بسم اللّٰہ الذی لاإلہ إلا ھو الرحمن الرحیم، اللّٰھم أذھب عنی الھمّ و الحزن‘‘. (ظفیر)

(الدعاء للطبرانی، باب منہ (ح: ۶۵۹)/المعجم الأوسط، من اسمہ بکر (ح: ۳۱۷۸)/حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، معاویۃ بن قرۃ: ۳۰۱/۲، دار الکتاب العربی بیروت. انیس)

اور دونوں پاؤں کے ٹخنے ملانا رکوع اور سجدہ میں کتب فقہ میں مسنون لکھا ہے۔(۱)

"ويسن أن يلصق كعبيه". (الدر المختار)(۲)

قال السيد أبو السعود: وكذا في السجود. (أيضًا، الشامي)(۳)

باقی حالت قیام میں شامی میں لکھا ہے کہ قدمین میں چار انگشت کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

"وينبغي أن يكون بينهما مقدار أربع أصابع اليد". (۴) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۲۱۱) ☆

فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر "بسم اللّٰہ الذی لا إلٰه إلا ّھو الرحمٰن، إلخ" پڑھنا:

سوال: میرا معمول ہے کہ میں فرض نماز کا سلام پھیر کر سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھتا ہوں: "بسم اللّٰه الذی لا إلٰه إلا هو الرحمن الرحيم، اللّٰهم أذهب عني الهم والحزن".

تو ایک صاحب نے میرے کو باتوں ہی باتوں میں میرے اس عمل کو سراہا تو ایک اور صاحب جو ہماری اس محفل میں شریک تھے اور دین دار آدمی تھے، انہوں نے کہا کہ یہ بھی کوئی بات ہے، جو آپ اسے سراہتے ہیں، یہ کوئی خاص خوبی کی بات نہیں؛ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ عمل بدعت ہے۔

آپ یہ بتائیں کہ یہ عمل بدعت ہے، یا نہیں؟ اگر بدعت ہے تو میں چھوڑ دوں، مولانا صاحب! ایک بزرگ قسم کے آدمی تھے تو انہوں نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ تم وظائف وغیرہ "حصن حصین" میں دیکھ کر پڑھا کرو تو یہ دعا بھی میں نے اسی کتاب سے سیکھی تھی، اب آپ یہ بتائیں کہ یہ کتاب مستند ہے کہ نہیں؛ کیوں کہ ان صاحب نے مندرجہ بالا دعا کو بدعت کہہ کر شک میں ڈال دیا ہے؟

(۱) اس سے قبل رکوع سے متعلق مسائل میں دونوں پاؤں ٹخنے سے ملانے کا فتویٰ گذرا ہے اور اس کے بعد اسی سے متعلق تفصیلی فتویٰ اس کے خلاف بھی گذرا ہے جو راجح ہے، وہاں واضح کیا گیا ہے کہ بعد والا تفصیلی فتویٰ صحیح ہے اور یہ دوسرا فتویٰ مرجوع عنہ ہے۔ انیس

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/٤٦١، ظفير

(۳) رد المحتار، أيضًا: ۱/٤٦١، ظفير) (مطلب: قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن، انيس)

(۴) رد المحتار، باب صفة الصلاة، بحث القيام: ۱/٤١٤، ظفير

☆ نماز کے بعد جو سر پر ہاتھ رکھا جاتا ہے، اس وقت کچھ پڑھنا بھی چاہیے یا نہیں:

سوال: بعد فرض نماز جو سر پر ہاتھ رکھتے ہیں، کیا اس میں کچھ پڑھنا بھی چاہیے؟

الجواب

"بسم اللّٰه الذی لا إلٰه إلا هو الرحمن الرحيم، اللّٰهم اذهب عنی الهم والحزن" پڑھتے ہیں۔

۷/ شوال ۱۳۴۸ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/۱۰۱)

الجواب ـــــــــــــــ

''حصن حصین'' کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ روایت طبرانی نے ''اوسط'' میں اور ابن سنی نے ''عمل الیوم واللیلۃ'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، (۱) اور اس کی سند کمزور ہے۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۹۶/۳)

سلام کے بعد انگلیاں آنکھوں پر پھیرنا:

سوال: ہمارے یہاں مساجد میں بعض نمازی فرض نماز کے سلام کے بعد اپنی کلمہ کی انگلیوں پر کچھ پڑھ کر کے آنکھوں میں سلائی کی طرح پھیرتے ہیں، ان کا یہ طریقہ کہاں تک درست ہے، یہ سنت ہے یا بدعت؟

ھو المصوب ـــــــــــــــ

آشوب چشم کے علاج کے طور پر ایک امر مباح ہے؛ لیکن اس کی کوئی اصل شرعی نہیں ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱۴۰/۲)

سلام کے بعد دعا کے لیے بیٹھنے کی مقدار:

سوال: فرض نمازوں کے بعد دعا میں کس قدر بیٹھا جائے؟ دعا لمبی ہو، یا مختصر؟ (میر یاسین علی)

الجواب ـــــــــــــــ

بہتر طریقہ یہ ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنن مؤکدہ ہوں، دعا مختصر کی جائے، زیادہ طویل نہ کیا جائے، اس سلسلہ میں مقدار کا تعین مشکل ہے؛ تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ!

''اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلاَمُ وَمِنْکَ السَّلاَمُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلاَلِ وَالاِکْرَامِ'' کے بقدر بیٹھا کرتے تھے''۔ (۳) (کتاب الفتاویٰ: ۱۰۲/۳)

---

(۱) دیکھئے: حصن حصین مترجم، ص: ۲۲۳، طبع دارالاشاعت

(۲) وعن أنس بن مالک أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان إذا صلی، وفرغ من صلاتہ، مسح بیمینہ علیٰ رأسہ، و قال: ''بسم اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلا ھو الرحمن الرحیم، اللّٰھم أذھب عنی الھم والحزن''. وفی روایۃ: مسح جبھتہ بیدہ الیمنیٰ، وقال فیھا: ''اللّٰھم أذھب عنی الھم والحزنْ''. رواہ الطبرانی فی الأوسط والبزار بنحوہ بأسانید، وفیہ: زید العمی وقد وثقہ غیر واحد، وضعفہ الجمھور، وبقیۃ رجال أحد إسنادی الطبرانی ثقات، وفی بعضھم خلاف. (مجمع الزوائد: ۱۰۷/۱۰، باب الدعاء فی الصلاۃ وبعدھا، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت) (رقم الحدیث: ۱۶۹۷۱-۱۶۹۷۲)

(۳) عن عائشۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا قالت: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا سلم لایقعد إلا مقدار ما یقول: '' اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلاَمُ، وَمِنْکَ السَّلاَمُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلاَلِ وَالاِکْرَام'' (الجامع للترمذی، رقم الحدیث: ۲۹۸، باب مایقول إذا سلم: ۶۶/۱)

نماز کے بعد ”اللّٰهم أنت السلام“ میں بعض الفاظ کی زیادتی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!
فرض نماز کے بعد ”اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلاَمُ وَمِنْکَ السَّلاَمُ“ میں ”حینا ربنا وأدخلنا دار السلام“ کی زیادت کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: عبداللہ تورڈھیر، صوابی)

الجواب

چوں کہ یہ زیادت احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ میں نہیں پائی گئی ہے،(۱) البتہ فقہاء کرام نے اس کو ذکر کیا ہے،(۲) لہٰذا ماثور پر اکتفا کرنا اور زیادت پر اعتراض نہ کرنا اعتدال ہے۔ وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۵۸/۲) ☆

(۱) عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار مايقول ”اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام“. رواه مسلم. (كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، ص: ۲۳۵، رقم الحديث: ۵۹۲، بيت الأفكار، انيس)

وعن ثوبان رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا انصرف من صلوته، استغفر ثلاثًا، وقال: ” اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام“. (رواه مسلم) (كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، ص: ۲۳۵، رقم الحديث: ۵۹۱، بيت الأفكار، انيس)) (مشكوة المصابيح، باب الذكر بعد الصلاة، الفصل الأول: ۸۸/۱، رقم الحديث: ۹۶۱، انيس)

(۲) قال العلامة الشرنبلالي: بعد الفرض القيام إلى أداء السنة التي تلي الفرض متصلاً بالفرض مسنون غير أنه يستحب الفصل بينهما كما كان عليه السلام إذا سلم يمكث قدر ما يقول ” اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام وإليک يعود السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام“.

وقال الطحطاوي تحت (قوله: وإليک يعود السلام) قال في شرح المشكوة عن الجزري: وأما ما يزاد بعد قوله و منک السلام من نحو و إليک يرجع السلام فحينا بالسلام ربنا وأدخلنا دار السلام فلا أصل له، بل مختلق بعض القصاص. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي، فصل في صفة الأذكار بعد الصلاة، ص: ۱۷۰)

☆ نماز کے بعد ”اللّٰهم أنت السلام“ الخ کس طرح پڑھا جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ! نماز کے بعد جب امام ”اللّٰهم أنت السلام“ پڑھتا ہو تو کس طرف رخ کرے، نیز یہ دعا ہے، یا نہیں؟ بعض لوگ اسے دعا نہیں کہتے، جواب سے نوازکر ممنون فرمائیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: شاد محمد کوہاٹ......۲۸ محرم ۱۴۱۰ھ)

الجواب

”اللّٰهم أنت السلام“ إلخ، ایک ذکر ہے دعا نہیں ہے، اس ذکر کے کرتے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے، پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہیئت اجتماعی سے یہ ذکر ”اللّٰهم أنت السلام“ نہیں کیا ہے؛ بلکہ انفرادی طور پر کیا ہے، ==

فرض نماز کے بعد طویل دعا، یا ''اللّٰهم أنت السلام'' کی مقدار کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے بعد امام، یا مقتدی کا بیٹھ کر طویل دعا کا کیا حکم ہے، جب کہ روایات میں صرف مقدار ''اللّٰهم أنت السلام'' آیا ہے، کیا اس سے زیادہ بیٹھنا جائز نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: نامعلوم......۱۶/۴/۱۹۷۴ء)

الجواب

ذکر بعد المکتوبات کی مقدار حسب تصریح فقہا کرام قدر ''اللّٰهم أنت السلام'' یا معمولی کم وبیش ہے؛ کما فی ردالمحتار: ۴۹۵/۱ :وقول عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها''بمقدار''لا يفيد أنه كان يقول ذلك بعينه بل كان يقعد بقدرمايسعه ونحوه من القول تقريباً فلا ينافي ما في الصحيحين من''أنه صلى اللّٰه تعالیٰ عليه و سلم كان يقول في دبر كل صلاة مكتوبةً:''لا إلٰه إلا اللّٰه''إلخ. (۱) وهوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۴۵)

نمازوں کے بعد ''سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه، لا إلٰه إلا اللّٰه'' پڑھنا:

سوال: نمازوں کے بعد ''سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه، لا إلٰه إلا اللّٰه أكبر'' پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب

آپ نے ''سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه لا إلٰه إلا اللّٰه، اللّٰه أكبر'' لکھا ہے، حدیث میں ہے کہ (قرآن مجید کے بعد) یہ چار کلمات سب سے افضل ترین کلمات ہیں۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۹۹)

== لہٰذا ہر شخص انفرادی طور سے رو بہ قبلہ ہو کر کیا کرے۔ (عن ثوبان رضي اللّٰه عنه قال: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم إذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثاً وقال:'' أللّٰهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام''. (رواه مسلم) (كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، ص: ۲۳۵، رقم الحديث: ۵۹۱، بيت الأفكار، انيس) (مشكوٰة المصابيح، باب الذكر بعد الصلاة، الفصل الأول: ۸۸/۱، رقم الحديث: ۹۶۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۶۲)

(۱) ردالمحتار هامش الدر المختار، قبيل فصل في القراءة: ۳۹۱/۱ (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: هل يفارقه الملكان؟ انيس)

(۲) عن سمرة بن جندب قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم:''أفضل الكلام أربع: سبحان اللّٰه والحمد للّٰه ولا إلٰه إلا اللّٰه واللّٰه أكبر''. وفي رواية:''أحبّ الكلام إلى اللّٰه أربع: سبحان اللّٰه والحمد للّٰه ولا إلٰه إلاّ اللّٰه واللّٰه أكبر''لايضرّك بأيهنّ بدأت''. (رواه مسلم) (كتاب الدواب، باب: كراهية التسمية بالاستماع القبيحة ويناقع ونحوه، ص: ۸۸۴، رقم الحديث: ۲۱۳۶، بيت الأفكار، انيس) (مشكوٰة: ۲۰۰، باب ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير، الفصل الأول). (صحيح البخاري، كتاب الإيمان والنذر، باب: إذا قال: واللّٰه لا أتكلم اليوم، ص: ۱۲۷۵، رقم الحديث: ۲۲۹۴، بيت الأفكار، انيس)

بعد نماز ''لا إلٰه إلا اللّٰه'' بلند آواز سے کہنا کیسا ہے:

سوال: بعد جماعت فرضوں کے سلام پھیرتے ہی '' لاإله إلااللّٰه'' بآواز بلند کہنا کیسا ہے؟

الجواب

یہ بھی جائز ہے؛ لیکن خفیہ پڑھنا افضل ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۶۹)

ہر فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ جہراً پڑھنا:

سوال: فرضوں کے بعد اکثر لوگ ''لا إلـه إلا الـلّٰه'' زور سے پڑھتے ہیں تین بار، اس کا پڑھنا کیا جائز ہے، یا نہیں؟ اکثر لوگ منع کرتے ہیں۔ فقط

(محمد صدیق خورجوی، ۱۲/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۵۸ھ)

الجواب حامداً و مصلیًا

ذکر اللہ خاص کر ذکر ''لا إلـه إلـلّٰه'' کی حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی ہے، (۲) ذکر بلاشبہ آہستہ اور زور سے ہر طرح پڑھنا اور موجب ثواب ہے؛ (۳) مگر فرضوں کے بعد خصوصیت سے منع ہے، (۴) بسا اوقات مسجد میں بعض لوگ مسبوق ہوتے ہیں، یا اپنی تنہا نماز میں مشغول ہوتے ہیں اور زور سے ذکر کرنے سے ان کو تشویش لاحق ہوتی ہے؛ (۵) اس لیے افضل اور بہتر یہ ہے کہ آہستہ ذکر کیا جائے؛ تا کہ ثواب کا ثواب حاصل ہو اور کسی کو تشویش واذیت بھی نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۵۸/۵/۲۴ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۶۶۰)

---

(۱) عن المغيرة بن شعبة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر كل صلاة مكتوبة: ''لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شريك له'' إلخ. (مشكوة، باب الذكر بعد الصلاة: ۸۸، ظفير) (كتاب الصلاة، رقم الحديث: ۹۶۲، انيس)

(۲) ''عن جابر بن عبدالله يقول: سمعت رسول الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: ''أفضل الذكر لا إلٰه إلا اللّٰه، وأفضل الدعاء الحمد للّٰه''. (جامع الترمذي، كتاب الدعوات، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة: ۲/۱۷۶، سعيد) (ح: ۳۳۸۳، انيس)

(۳) ''إن هناك أحاديث اقتضت طلب الجهر، و أحاديث الإسرار والجمع بينهما: بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا''. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۸، سعيد) (فرع: هل يكون رفع الصوت بالذكر والدعاء، انيس)

(۴-۵) ''الإصرار على المندوب يبلغه إلىٰ حد الكراهة، اهـ''. (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل في فصل القرآءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

فرض نماز کے بعد کلمہ بغیر آواز کے پڑھنا:

سوال: فرض نماز پڑھنے کے بعد پہلے جب ہم چھوٹے ہوتے تھے تو نماز کے بعد اونچی آواز سے کلمہ شریف پڑھا جاتا تھا، مگر اب اکثر مسجدوں میں کلمہ شریف بلند آواز سے نہیں پڑھا جاتا، کیا یہ کلمہ شریف پڑھنا جائز ہے، یا کوئی اور چیز پڑھنی چاہیے؟ اگر اور کوئی چیز پڑھنی ہے تو اس کو بھی ساتھ ہی لکھ دیں؟

الجواب

نمازوں کے بعد بہت سے اذکار اور دعائیں منقول ہیں؛ (۱) مگر ان کو آہستہ پڑھنا چاہیے، آواز میں آواز ملا کر بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھنا، جس سے نمازیوں کو تشویش ہو، جائز نہیں۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۲۹۸)

نماز کے بعد لا إله الا اللّٰہ پڑھنا:

سوال: فرض نمازوں کے بعد وہیں بیٹھ کر "لا إله إلا الله" بلند آواز سے پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

هو المصوب

بہ آواز بلند ذکر کر سکتے ہیں، (۳) نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ سے مختلف دعاؤں کا پڑھنا منقول ہے، مثلاً:

(۱) عن أمّ سلمة...رضي الله عنها...كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلّى الصبح قال: "اللّٰهم إنّي أسئلك علمًا نافعًا، وعملاً متقبلاً ورزقًا طيبًا". (عمل اليوم والليلة لابن سنى، ص: ۱۰۰، رقم الحديث: ۱۱۰) (باب ما يقول في دبر صلاة الصبح، انيس)

عن أبي أمامة قال: ما دنوت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في دبر صلاة مكتوبة ولا تطوع إلاّ سمعته يقول: "اللّٰهم اغفرلي ذنوبي وخطاياي كلها، اللّٰهم انعشني واجبرني واهدني لصالح الأعمال والأخلاق، إنّه لايهدى لصالحها ولا يصرف سيئها إلاّ أنت. ((باب ما يقول في دبر صلاة الصبح، انيس) أيضًا: ۱۰۲، رقم الحديث: ۱۱۴)

(۲) وفي حاشية الحموي عن الإمام الشعراني: أجمع العلماء سلفًا وخلفًا علٰى استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلاّ أن يشوّش جهرهم علٰى نائم أو مصل أو قارئ. (ردالمحتار: ۱/۶۶۰، مطلب في رفع الصوت بالذكر). (كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، انيس)

أيضًا: نعم: الجهر المفرط ممنوع شرعًا، وكذا الجهر الغير المفرط إذا كان فيه إيذاء لأحد من نائم أو مصل أو حصلت فيه شبهة رياء أو لوحظت في خصوصيات غير مشروعة. (مجموعة رسائل اللكنوى، سباحة الفكر في الجهر بالذكر: ۳/ ۳۴) (الباب الأول في حكم الجهر بالذكر، انيس)

(۳) عن ابن عباس: أن رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان علٰى عهد النبي صلى الله عليه وسلم وقال ابن عباس: كنت أعلم إذا انصرفوا بذلك إذا سمعته. (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب الذكر بعد الصلاة (رقم الحديث: ۸۴۱)

"اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام". (۱)وغیرہ۔

ایک دعا میں "لا إلٰه إلا اللّٰه" کی صراحت بھی ہے:

أن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان یقول فی دبر کل صلاة مکتوبة: لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علٰی کل شیء قدیر. (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلاة، رقم الحدیث: ٨٤٤)

بشرطیکہ نمازیوں اور سونے والوں اور تلاوت کرنے والوں کو اس سے ایذا نہ پہنچتی ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

وفی حاشیة الحموی عن الإمام الشعرانی: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها، إلا أن یشوش جهرهم علٰی نائم أو مصل أو قاریٔ. (ردالمحتار: ۴۳۴/۲)(۲)

لیکن آہستہ ذکر کرنا بہتر ہے۔ حدیث میں ہے:

"خیر الذکر الخفی". (۳)

تحریر: محمد مستقیم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۱۴۰-۱۴۱)

ہر نماز کے بعد ذکر بالجہر کا التزام:

سوال: بعد نماز فرض تمام جماعت کامل کر آواز ایک کر کے تین مرتبہ "لا إلٰه إلا اللّٰه" بلند آواز کر کے کہنا پھر "رسول اللّٰه" کہنا باوجود اس کے کہ مسبوق اور دوسرے نمازی نماز پڑھ رہے ہوں، ان کی نماز میں حرج ہو رہا ہو، اس کو ضروری سمجھنا اور جو کوئی نہ پڑھے، اس کو بہت برا جاننا اور اس کو قابل ملامت جاننا یہاں کا رواج ہے۔ یہ کیسا ہے؟ کیا اس کو ضروری کرنا چاہیے، یا نمازی نماز پڑھ رہے ہوں تو ترک کر دیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

کلمہ شریف کا ذکر بہت مبارک چیز ہے؛ لیکن اس طرح کرنا چاہیے کہ جس سے کسی نمازی کی نماز میں تشویش نہ ہو، ورنہ پھر بلند آواز سے کرنا ممنوع ہوگا۔ (کذا فی سباحة الفکر فی الجهر بالذکر)(۴)

---

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبیان صفته، رقم الحدیث: ۵۹۱-۵۹۲/ سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما یقول إذا سلم من الصلاة، رقم الحدیث: ۲۹۹-۳۰۰)

(۲) کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب فی رفع الصوت بالذکر، انیس

(۳) صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب الأذکار، رقم الحدیث: ۸۹۰، قال شعیب الأرناؤط: إسناده ضعیف. مسند أحمد بن حنبل: ۱۷۲/۱، رقم الحدیث: ۱۴۷۷۔

(۴) وهنا أحادیث اقتضت طلب الإسرار والجمع بینهما: بأن ذلک یختلف باختلاف أشخاص وأحوال، کما جمع بین الأحادیث الطالبة للجهر والطالبة للإسرار بقراءة القرآن، ولا یعارض ذلک حدیث: "خیر الذکر الخفی" ==

نیز بعد نماز اس پر مداومت کرنا اور تارک پر ملامت کرنا جو اصرار کی حد میں داخل ہے، ناجائز ہے۔

"الإصرار علی المندوب یبلغه إلی حد الکراهة" آه. (سعایة(۱) فقط واللّٰه سبحانه تعالیٰ أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۵۹/۵) ☆

نمازوں کے بعداذ کار وغیرہ کا حکم:

سوال: اذ کار کی تحقیق اور ان کا خلاصہ کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس مسئلہ کی تحقیق فقیر کی بعض تالیفات (۲) میں مذکور ہے کہ تقریباً سب اذ کار ماثورہ (۳) کے صرف نو صیغہ ہیں، غالباً اس کے علاوہ کسی ذکر کا کوئی دوسرا صیغہ نہیں۔ پہلا تسبیح، دوسرا احمد، تیسرا صیغہ تکبیر، چوتھا صیغہ تہلیل، پانچواں صیغہ تفویض او رتوکل کا ہے او رچھٹا صیغہ تعویذ اور التجا اور تحقن کا ہے اور ساتواں حصہ صلوٰۃ؛ یعنی درود شریف

== لأنه حیث خیف الریاء، أو تأذی المصلین أو النیام. وذکر بعض أهل العلم أن الجهر أفضل حیث کلاهما ذکر؛ لأنه أکثر عملاً لتعدی فائدته إلی السامعین، ویوقظ قلب الذاکر". (سباحة الفکر فی الجهر بالذکر، الباب الأول فی حکم الجهر بالذکر، ص: ۱۳، من مجموعة رسائل اللکنوی رحمه اللّٰه تعالیٰ: ۴۶۹/۳، إدارة القرآن، کراچی)

(۱) السعایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبیل فصل فی القراءة، ذکر البدعات: ۲۶۵/۲، سهیل اکیڈمی لاهور

☆ **تراویح کی دعا اجتماعی طور پر بالجہر پڑھنا:**

سوال: ہمارے یہاں کا معمول ہے کہ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد امام صاحب زور سے مشہور دعا: "سبحان ذی الملک" الخ پڑھتے ہیں اور مقتدی حضرات بھی زور سے پڑھتے ہیں؛ لیکن گزشتہ رمضان میں، میں نے ایک جگہ عجیب حال دیکھا کہ ہر چار رکعت پر لوگ دعا ضرور پڑھتے ہیں، مگر ہلکی آواز سے تذبذب میں ہوں کہ زور سے پڑھنا درست ہے یا آہستہ سے؟ آخر میں آپ سے رجوع کر رہا ہوں، آپ بتائیں کہ کس طرح پڑھنی چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

تراویح کی دعا آہستہ پڑھنی چاہیے، اس دعا کو اجتماعی طور پر آواز سے پڑھنا سلف سے ثابت نہیں ہے اور قابل ترک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل: ۳۵۰/۷، کفایت المفتی: ۳۵۰/۳-۳۶۲)

"وقد قالوا: إنهم مخیرون فی حالة الجلوس إن شاؤا سبحوا وإن شاؤوا قرأوا القرآن وإن شاؤا صلوا أربع رکعات فرادیٰ وإن شاؤا قعدوا ساکتین. (البحر الرائق، کراتشی: ۶۹/۲) فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم (دینی مسائل اور ان کا حل: ۱۱۷)

(۲) زیادہ امکان ہے کہ اس سے مراد القول الجمیل فی بیان سواء السبیل جو کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصنیف کردہ ہے، اس پر شاہ صاحب کا حاشیہ ہے، دسویں فصل آداب ذکر اور وعظ گوئی کے بیان میں ہے۔ انیس

(۳) یہ مادی صورت بھی ہو سکتی ہے اور محسوسات بھی اور مستقد مات بھی، ثواب کی ملکیت اس کے علاوہ منہدم رہے گی، ماثورہ حدیث سے ثابت ہوں، بعض صحابہؓ سے بھی۔ (حاشیہ مرتب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی لاہور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجنا اور آٹھواں صیغہ استغفار کا ہے اور نواں صیغہ ان ادعیہ جامعہ کا ہے کہ وہ ہر ہر مطالب کے لیے باعتبار حاجات اور اوقات کے وارد ہیں، ان صیغوں کے ہر صیغہ کے لیے اجمال اور تفصیل ہے اور ہر صیغہ کے آثار ہیں، جو ذاکر کے نفس میں ظاہر ہوتے ہیں اور ہر صیغہ کے خواص علاحدہ علاحدہ ہیں، جو مطالب حاصل ہونے کے لحاظ سے ہیں اور تفویض اور توکل تاثیر میں تریاق کے مانند ہیں اور ظاہر طور میں تجربہ میں آیا ہے کہ ان کلمات کی برکت سے یاس کی حالت میں حاجت روائی ہوتی ہے اور میرے بعض احباب نے ایک دسواں صیغہ بھی ذکر کیا ہے اور وہ تسمیہ ہے؛ مگر اس فقیر کے نزدیک یہ صیغہ مقصود بالذات نہیں؛ بلکہ یہ صرف وسیلہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے سب اذکار سے نفع حاصل ہوتا ہے، البتہ بعض مقامات میں اس کی خاص تاثیر بھی ہے، مثلاً:

"بسم الله الذى لايضر مع اسمه شيء فى الأرض ولا فى السماء". (۱)

(یعنی شروع کرتا ہوں اس کے نام سے کہ اس کے نام کی برکت سے کوئی چیز نہ زمین میں اور نہ آسمان میں نقصان پہنچا سکتی ہے۔)

تو اس صورت میں یہ تحقن اور تعویذ کے صیغہ سے ہے اور اس دعا میں حرف با استعاذہ کے ساتھ متعلق ہے کہ جو مقدر ہے تو گویا فی الواقع یہ دعا اس طرح ہے۔

"أعوذ بسم الله الذى لايضر" إلخ.

یہ تحقیق اس قابل ہے کہ ضرور تسلیم کرلی جاسکے۔ (**والله الهادى إلى سواء الطريق**) (فتاویٰ عزیزی: ۴۹۶-۴۹۵) ☆

نمازوں کے بعد کے اذکار:

سوال: ایک صاحب فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی، تینتیس (۳۳) مرتبہ "**سبحان الله**"، تینتیس (۳۳) مرتبہ

(۱) أبو داؤد، كتاب الأدب، باب مايقول إذا أصبح، ص: ۹٤٥، رقم الحديث: ٥٠٨٨، بيت الأفكار/الجامع للترمذى، كتاب الدعوات، باب ما جاء فى الدعاء إذا أصبح وإذا أمسىٰ، ص: ٥٣٦، رقم الحديث: ٣٣٨٨، بيت الأفكار، انيس

☆ نمازوں کے بعد تسبیح وغیرہ کا حکم:

سوال: پنج وقتی نماز کے بعد تسبیح اور مناجات پڑھنے کے بارے میں کیا ارشاد ہوتا ہے۔

الجواب

نماز صبح کے بعد "**لا إله إلا الله الملك الحق المبين**" سو مرتبہ پڑھنا چاہیے اور نماز ظہر کے بعد اگر فرصت ہو تو "**حسبى الله ونعم الوكيل**" پانچ سو مرتبہ پڑھنا چاہیے اور اگر فرصت نہ ہو تو پچیس مرتبہ پڑھنا چاہیے اور نماز عصر کے بعد تسبیح فاطمی مشہور ہے، پڑھنا چاہیے اور نماز مغرب کے بعد "**سبحان الله والحمد لله**" پانچ سو مرتبہ پڑھنا چاہیے اور نماز عشا کے بعد درود شریف چاہیے، کوئی درود شریف ہو سو مرتبہ مدینہ منورہ کی طرف رخ کرکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک کو حاضر و ناظر خیال کر کے پڑھنا چاہیے۔ (ماخوذ از رسالہ فیض عام) (فتاویٰ عزیزی: ۴۹۶)

"الحمد للّٰہ" چونتیس (۳۴) مرتبہ " اللّٰہ أکبر " پڑھنے کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ عمل نبی کریم سے ثابت نہیں، لہٰذا اس قسم کے ذکر سے پرہیز کرنا چاہیے، سنت ہونے کے لیے حدیث فعلی کا ہونا ضروری ہے؛ اس لیے کہ جو کام خود آپ نے نہ کیا ہو، آپ دوسروں کو اس کا حکم کیسے دے سکتے ہیں؟　　(عبدالمجید، یاقوت پورہ)

الجواب

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا:

"جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، موت کے سوا کوئی چیز اس کے داخل بہشت ہونے میں مانع نہیں ہے"۔(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

"جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے"۔(۲)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول اہل ثروت تو آگے بڑھ گئے؛ کیوں کہ جو ہم کہتے ہیں، وہ بھی کہتے ہیں اور مزید وہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں اور ہم نہیں کر پاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو اپنے اوپر سبقت لے جانے والوں سے بھی آگے بڑھ جاؤ اور وہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد ۳۳/دفعہ "سبحان اللّٰہ" ۳۳/دفعہ "الحمدللّٰہ" ۳۴/دفعہ "اللّٰہ أکبر" کہنے کا ذکر ہے"۔(۳)

(۱)　دیکھئے: كنز العمال، رقم الحديث: ۲۵۶۹-۲۵۷۰، باب فضائل آية الكرسي، الأذكار۔ محشی

(من قرأ آية الكرسى دبر كل صلاة لم يمنعه من دخول الجنة إلا الموت. (كنز العمال عن على ورواه النسائى فى السنن الكبرىٰ، ثواب من قرأ آية الكرسى دبر كل صلاة (ح: ۹۸۴۸)/وكذا فى عمل اليوم والليلة، ثواب من قرأ آية الكرسى دبر كل صلاة (ح: ۱۰۰)/الدعاء للطبرانى، باب منه (ح: ۶۷۵)/المعجم الأوسط، من بقية من أول إسمه ميم (ح: ۸۰۶۸) عن أبى أمامة بلفظ: من قرأ آية الكرسى دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة إلا أن يموت. وابن السنى عن على رضى الله عنه، نوع آخر (ح: ۱۲۵) انیس)

(۲)　دیکھئے: كنز العمال، رقم الحديث: ۲۵۶۴، باب فضائل آية الكرسي، الأذكار۔ محشی

(من قرأ فى دبر كل صلاة مكتوبة آية الكرسى حفظ إلى الصلاة الأخرىٰ ولا يحافظ عليها إلا نبى أو صديق أو شهيد. (كنز العمال عن أنس وكذا رواه البيهقى فى شعب الإيمان، تخصيص آية الكرسى بالذكر (ح: ۲۱۷۵) انیس)

(۳)　عن أبى ذر قال: يا رسول الله: ذهب أهل الأموال والدثور بالأجر يقولون كما نقول وينفقون كما ننفق، قال لى: إلا أخبركم بأمر إذا فعلتموه أدركتم من قبلكم وفتم من بعدكم تحمدون الله فى دبر كل صلاة وتسبحونه وتكبرونه ثلاثا وثلاثين وثلاثا وثلاثين وأربعا وثلاثين. (سنن ابن ماجة: ۱/۶۶، رقم الحديث: ۹۲۷، باب ما يقال بعد التسليم، نیز دیکھئے: الجامع للترمذي، رقم الحديث: ۴۱۰، باب ما جاء في التسبيح في أدبار الصلاة، انیس)

ترمذی شریف میں بھی نماز کے بعد کے اذکار مذکور ہیں، (۱) حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی ان اوراد کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ (۲)

قاعدہ یہ ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہو، اس سے زیادہ اہمیت اس سنت کی ہوتی ہے، جس کی فضیلت و اہمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے بیان کی ہو؛ کیوں کہ اگر کوئی بات صرف آپ کے فعل سے ثابت ہو تو اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ شاید آپ کے ساتھ مخصوص ہو، یا آپ نے یہ فعل کسی خاص وجہ سے کیا ہو؛ لیکن جب آپ نے کسی بات کا حکم دیا ہو تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ حکم آپ کے ساتھ خاص نہیں، امت سے بھی متعلق ہے؛ اس لیے جو بات حدیث قولی سے ثابت ہو، محدثین کے یہاں وہ اور زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے، البتہ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ عدم ذکر عدم وجود کی دلیل نہیں؛ یعنی اگر کسی چیز کا ذکر نہ آیا ہو تو اس بات کی دلیل نہیں کہ اس کا ثبوت ہی نہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اوراد کی فضیلت اور تاکید بیان کی ہے تو ضرور ہے کہ آپ نے خود بھی ان پر عمل کیا ہوگا، یہ سمجھنا درست نہیں کہ چوں کہ عام طور پر کتابوں میں خود آپ کے پڑھنے کی صراحت منقول نہیں؛ اس لیے آپ نے اسے پڑھا ہی نہیں ہے، بہر حال ان اوراد کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۰۳/۳-۱۰۶)

فجر کی نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کا جہراً تسبیحات پڑھنا:

سوال: ہمارے محلہ کے آدمی چوں کہ کاروبار میں رہتے ہیں، محلہ کی جامع مسجد میں ہر وقت پابندی سے نماز جماعت میں شریک نہیں ہو پاتے، صرف نماز فجر میں سب شریک ہوتے ہیں؛ اس لیے جماعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام صاحب مع مقتدیوں کے جہراً تسبیح درود شریف **"سبحان اللّٰہ و بحمدہ، صلی اللّٰہ علٰی سیدنا محمد صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم، استغفر اللّٰہ"** بلا ناغہ ہمیشہ فجر کی نماز کے بعد پڑھتے ہیں، امام صاحب

(۱) عن ابن عباس قال: جاء الفقراء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا يا رسول الله: إن الأغنياء يصلون كما نصلي ويصومون كما نصوم ولهم أموال يعتقون ويتصدقون قال: فإذا صليتم فقولوا: سبحان الله ثلاثا وثلاثين مرة والحمدلله ثلاثا وثلاثين مرة والله أكبر أربعا وثلاثين مرة ولا إله إلا الله عشر مرات فإنكم تدركون به من سبقكم ولا يسبقكم من بعدكم. (الجامع للترمذي، رقم الحديث: ٤١٠، باب ماجاء في التسبيح في أدبار الصلاة، انيس)

(۲) عن أبي ذر قال: قيل للنبي صلى الله عليه وسلم -وربما قال سفيان قلت: يا رسول الله- ذهب أهل الأموال والدثور بالأجر يقولون كما نقول وينفقون ولا ننفق قال لي: ألا أخبركم بأمر إذا فعلتموه أدركتم من قبلكم وفتم من بعدكم، تحمدون الله في دبر كل صلاة وتسبحونه وتكبرونه ثلاثا وثلاثين وثلاثا وثلاثين وأربعا وثلاثين. (سنن ابن ماجة: ٦٦/١، رقم الحديث: ٩٢٧، باب مايقال بعد التسليم/سنن النسائي، رقم الحديث: ١٣٥٠، باب نوع آخرمن عدد التسبيح، انيس)

سے پوچھا گیا تو موصوف نے جواب دیا کہ ہم ہمیشہ حصول ثواب و برکت کے لیے پڑھتے ہیں، اگر چہ ایسا پڑھنا فرض وواجب میں سے نہیں ہے، نیز درود وغیرہ پڑھنے کے وقت ہم ہمیشہ پیچھے آنے والے مصلیوں کا خیال رکھتے ہیں؛ یعنی اگر مصلی حالت نماز میں ہیں تو ہم آہستہ پڑھتے ہیں، ورنہ جہراً۔ اب ایسا فجر کے بعد پڑھنا جائز ہے، یا منع ہے؟ نیز ایسا پڑھنے میں کوئی قباحت ہے، یا نہیں؟

الجوابـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نماز فجر کے بعد درود شریف، ذکر تسبیح، استغفار سب کچھ درست ہے، اگر دوسروں کو تشویش نہ ہو تو جہراً بھی درست ہے، (۱) مگر اس میں کسی کو مجبور نہ کیا جائے، امام صاحب کا جب تک دل چاہے پڑھتے ہیں، مقتدی جس کا دل چاہے بیٹھ کر، جب تک چاہے پڑھتا رہے اور جس کو کوئی کام کرنا ہو، اس کو اختیار ہے کہ اپنا کام کرے، مجبور کسی کو نہ کیا جائے، اگر کوئی چلا جائے تو اس پر ناراض نہیں ہونا چاہیے۔

دعا میں اصل اخفاء ہے: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾ (۲) تعلیم مقصود ہو، یا کوئی اور دینی مصلحت ہو تو جہراً بھی درست ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حسب مصالح دونوں طرح دعا ثابت ہے۔ (۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۶۶۱-۶۶۲)

ہر نماز کے بعد درود شریف جہراً پڑھنا:

سوال: کشمیر میں نماز فجر اور عصر کے بعد درود شریف پڑھتے ہیں، وہ پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

---

(۱) إن هنا أحاديث اقتضت طلب الجهر وأحاديث اقتضت طلب الإسرار والجمع بينهما بأن ذلک يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذى المسلمين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر؛ لأنه أكثر عملاً، والتعدى فائدته إلى السامعين" آه. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۸/۶، سعيد) (فرع: هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء؟ انيس)

(۲) سورة الأعراف: ۵۵، انيس

(۳) وعن المغيرة بن شعبة رضى الله تعالىٰ عنه أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يقول فى دبر كل صلاة مكتوبة: "لا إله إلا الله وحده لاشريک له، له الملک، وله الحمد، وهو علىٰ كل شيء قدير، اللّٰهم! لامانع لما أعطيت، ولا معطى لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منک الجد". (متفق عليه) (صحيح البخارى، كتاب الأذان، باب: الذكر بعد الصلاة، ص: ۱۷۲، رقم الحديث: ۸۴۴، بيت الأفكار / الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب: استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، ص: ۲۳۵، رقم الحديث: ۵۹۴، انيس) / (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوٰة، باب الذكر بعد الصلوٰة، الفصل الأول، ص: ۸۸، رقم الحديث: ۹۶۲، قديمى)

الجو ابــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جو درود شریف نماز میں پڑھا جاتا ہے، اس کو پڑھنا فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشا ہر نماز کے بعد؛ بلکہ ہر وقت دن رات میں درست ہے؛(۱) لیکن جب لوگ نماز میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھیں، جس سے کسی کی نماز میں خلل نہ آئے، ورنہ ہلکی آواز سے بھی پڑھ سکتے ہیں اور کسی کو مجبور نہ کریں، ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۲/۵-۶۶۳) ☆

---

(۱) قال اللّٰه عزوجل: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلاَئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ، يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾(سورة الأحزاب: ٥٦)

"عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من صلى علي واحدةً، صلى الله عليه عشرًا". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد التشهد: ١٧٦/١، رقم الحديث: ٤٠٨، قديمي)/(أبو داؤد، كتاب الوتر، باب في الاستغفار، ص: ١٨١، رقم الحديث: ١٥٣٠، بيت الأفكار/سنن النسائي، باب الفصل في الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم: ٥٧/٢، رقم الحديث: ١٢٩٥، انيس)

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم علي الصلوة". (جامع الترمذي، أبواب الوتر، باب ما جاء في فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم: ١١٠/١، سعيد)(رقم الحديث: ٤٨٤، انيس)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے! كتاب الأذكار للنووي، كتاب الصلوٰة على رسول الله صلى الله عليه وسلم: ١٥٣، مكتبة دار البيان دمشق.

(٢) (الإصرار على المندوب يبلغه إلىٰ حد الكراهة" آه. (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القرآءة: ٢٦٥/٢، سهيل اكيڈمی لاهور)

"قال الطيبي: وفيه: من أصر علىٰ أمر مندوب، وجعله عزمًا، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب من الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر علىٰ بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد (رقم الحديث: ٩٤٦) ج: ٣/ص: ٣١، رشدية)

☆ نماز کے بعد کی تسبیحات (اور صوم عرفہ) مستحب ہیں:

مسئلہ: بعد نماز کے تسبیح، تحمید، تکبیر مستحب ہے اور صوم عرفہ بھی مستحب ہے، سنت موکدہ نہیں، شاہ عبد العزیز کے کلام کی مجھ کو خبر نہیں، سب کتب فقہ میں مستحب لکھا ہے۔ (والكلام على ثلاثة مراتب: مستحب) أي المرتبة الأولى: مستحب (كالتسبيح) وهو أن يقول: سبحان الله (والتحميد) وهو أي يقول: الحمدلله (والتكبير) وهو أي يقول: الله أكبر (والصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم) وهو أي يقول: اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد وسلم ورضي الله عن أصحاب رسول الله أجمعين. (منحة السلوك في شرح تحفة الملوك: ٤٨٢/١، وزارة الأوقاف قطر. انيس)

(مجموعہ فرخ آباد، ص: ۱۹) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۶)

نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی اور ان کی تعداد:

سوال: نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی کا کیا حکم ہے؟ اور کیا صرف فجر اور عصر کے بعد ہی تسبیح فاطمی پڑھنی چاہیے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دس دس دفعہ "سبحان الله، الحمد لله" اور "الله أكبر" کہے اور بعض حضرات ۳۳/۳۳ دفعہ "سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه" اور "اللّٰه أكبر" کو بتاتے ہیں۔

(عبدالرب، بوکی)

الجواب

نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی کا پڑھنا مستحب ہے اور احادیث میں مختلف تعداد منقول ہیں، ایک روایت میں ہر نماز کے بعد دس دس دفعہ "سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه" اور "اللّٰه أكبر" کی تلقین کی گئی ہے، (۱) حضرت ابوذر کی روایت میں ۳۳/۳۳ دفعہ "سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه"، ۳۴/ دفعہ "اللّٰه أكبر" کہنے کا ذکر آیا ہے، (۲) اور حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ان کے علاوہ مزید دس دفعہ "لا إلٰه إلا اللّٰه" پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔ (۳) مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ نے شرح ترمذی میں اور بھی روایتیں نقل کی ہیں، جس میں مختلف تعداد مذکور ہیں، ان روایتوں کو سامنے رکھ کر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حدیثوں میں جو تعداد مروی ہے، ان میں سے کسی بھی تعداد میں ان اذکار کا پڑھ لینا کافی ہے؛ تاہم یہ بات ظاہر ہے کہ جتنی زیادہ تعداد ہوگی، اسی نسبت سے اجر و ثواب بھی زیادہ ہوگا۔

(۱) عن عبدالله بن عمرو عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: خصلتان أو خلتان لا يحافظ عليهما عبد مسلم إلا دخل الجنة هما يسير ومن يعمل بهما قليل، يسبح فى دبر كل صلاة عشرا ويكبر عشرا فذلك خمسون ومائة باللسان وألف وخمس مائة فى الميزان ويكبر أربعا وثلاثين إذا أخذ مضجعه ويحمد ثلاثا وثلاثين ويسبح ثلاثا وثلاثين فذلك مائة باللسان وألف فى الميزان. (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۵۰۶۵، باب في التسبيح عند النوم، انيس)

(۲) عن أبى ذر قال: قيل للنبى صلى الله عليه وسلم - وربما قال سفيان قلت: يا رسول الله - ذهب أهل الأموال والدثور بالأجر يقولون كما نقول وينفقون ولا ننفق قال لى: ألا أخبركم بأمر إذا فعلتموه أدركتم من قبلكم وفتم من بعدكم، تحمدون الله فى دبر كل صلاة وتسبحونه وتكبرونه ثلاثا وثلاثين وثلاثا وثلاثين وأربعا وثلاثين. (سنن ابن ماجة، حدیث نمبر: ۹۲۷، باب ما يقال بعد التسليم، انيس)

(۳) (عن ابن عباس قال: جاء الفقراء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا يا رسول الله: إن الأغنياء يصلون كما نصلي ويصومون كما نصوم ولهم أموال يعتقون ويتصدقون قال: فإذا صليتم فقولوا: سبحان الله ثلاثا وثلاثين مرة والحمدلله ثلاثا وثلاثين مرة والله أكبر أربعا وثلاثين مرة ولا إله إلا الله عشر مرات فإنكم تدركون به من سبقكم ولا يسبقكم من بعدكم (الجامع للترمذى، حدیث نمبر: ۴۱۰، باب ما جاء في التسبيح في أدبار الصلاة، انيس)

چونکہ نمازوں کے بعد ان تسبیحات کا پڑھنا بھی احادیث میں منقول ہے اور حدیث میں یہ بات بھی آئی ہے کہ فرض کے بعد آپ سنت کے لیے جلدی اٹھ جایا کرتے تھے؛(۱) اس لیے حنفیہ نے ان دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق پیدا کی ہے کہ فجر وعصر میں جن کے بعد سنت نہیں ہے، فرض نماز سے متصل تسبیحات پڑھی جائیں اور ظہر، مغرب اور عشا کی نمازوں میں چوں کہ نمازوں کے بعد سنتیں ہیں؛ اس لیے پہلے سنتیں ادا کرلی جائیں، پھر تسبیحات پڑھی جائیں؛ تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہوجائے۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۰۸-۱۰۹)

تسبیحات فاطمی کی فضیلت:

سوال: میں نے ایک حدیث میں پڑھا ہے کہ ۳۳؍مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳؍مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴؍مرتبہ اللہ اکبر، مطلب یہ ہے کہ سودانوں کو یہ تسبیح، جو شخص روزانہ صبح فجر کے وقت اور عشا کی نماز کے بعد، یا ہر نماز کے بعد پڑھے گا تو قیامت کے دن، اس کا مرتبہ بہت ہی بلند ہوگا؟

الجواب

آپ نے صحیح لکھا ہے، یہ کلمات وتسبیحات فاطمی کہلاتے ہیں؛ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سکھائے تھے، حدیث میں ان کے بہت سے فضائل آئے ہیں،(۲) جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدنی قدس سرہ کے رسالے ''فضائل ذکر'' میں جمع کردیئے گئے ہیں، یہ پاکیزہ کلمات ہر نماز کے بعد اور رات کو سوتے وقت بڑے اہتمام سے پڑھنے چاہییں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۵۰۷)

تسبیحات فاطمی نہ پڑھنا:

سوال: ایک شخص فجر اور عصر کی نماز کے بعد والی تسبیح مسنونہ صحیح طور پر نہیں پڑھتا؛ بلکہ بہت جلد منہ بند کر کے انگلیوں کو حرکت دے کر، امام اور مقتدیوں کی تسبیح ختم ہونے سے پہلے، دعا مانگ کر چلا جاتا ہے، ان کا یہ فعل مقتدیوں کو بہت برا معلوم ہوتا ہے، یہ عادت غلط ہے، یا نہیں؟

---

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لا يقعد إلا مقدار مايقول: اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام تباركت ذا الجلال والإكرام. (الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۲۹۸، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة، انیس)

(۲) عن كعب ابن عجرة رضي الله تعالىٰ عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: معقبات لايخيب قائلهن أوفاعلهن دبر كل صلوٰة مكتوبة، ثلاث وثلاثون تسبيحة وثلاث وثلاثون تحميدة، وأربع وثلاثون تكبيرة. (الصحيح لمسلم: ۱/۲۱۹، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، رقم الحديث: ۵۹۵، انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

یہ تسبیحات سنن مؤکدہ نہیں کہ ان کے تارک پر عتاب کیا جائے؛ بلکہ یہ مستحب ہے، جو شخص ان کو مستحب طریقہ پر پڑھے گا اجر وخیر حاصل کرے گا، نہیں پڑھے گا تو محروم رہے گا؛ تاہم گنہگار نہیں ہوگا، (۱) نمازی اس سے نفرت نہ کریں، برا نہ کہیں محبت و ہمدردی سے سمجھائیں، ترغیب دیں۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۶۶-۲۶۷)

نمازوں کے بعد تسبیح:

سوال: میں فرض نماز پڑھنے کے بعد تسبیح فاطمہ؛ یعنی: "**سبحان اللّٰہ، الحمد للّٰہ، اللّٰہ أکبر**" پڑھا کرتی تھی، ہمارے ابا جان نے یہ کہا کہ یہ تسبیح صرف فجر اور عصر میں پڑھنی چاہیے؛ مگر ہمارے استاد صاحب نے بتایا کہ ہر فرض کے بعد یہ تسبیح پڑھی جائے، آپ اس مشکل کا حل بتائیں؟　　(عائشہ فردوس، گلبرگہ)

الجوابــــــــــــــــــــ

احادیث میں مطلقاً نمازوں کے بعد تسبیحات پڑھنے کا ذکر آیا ہے، کسی خاص نماز کی تخصیص نہیں، (۳) اور یہ بھی

---

(۱) عن كعب ابن عجرة رضي الله تعالىٰ عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "معقبات لايخيب قائلهن أوفاعلهن دبر كل صلوٰة مكتوبة: ثلاث وثلاثون تسبيحةً، وثلاث وثلاثون تحميدةً، وأربع وثلاثون تكبيرةً". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۹/۱، رقم الحديث: ۵۹۵، قديمی)

"ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسي والمعوذات، ويسبح ويحمد ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة، ويدعو ويختم بسبحان ربک". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعيد)

(۲) عن تميم الداری رضی اللّٰه عنه أن النبی صلى الله عليه وسلم قال: "الدين النصيحة" قلنا: لمن؟ قال "لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم...". قال النووی: "وأما نصيحة عامة المسلمين وهم من عدا ولاة الأمر، فإرشاد هم لمصالحم فی آخرتهم و دنياهم وكف الأذى عنهم، فيعلمهم مايجهلونه من دينهم، ويعينهم عليه بالقول والفعل... وأمرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق وإخلاص والشفقة عليهم وتوقير كبيرهم ورحمة صغيرهم... والنصيحة لازمة علىٰ قدر الطاقة إذا علم الناصح أنه يقبل نصحه و يطاع أمره وأمن علىٰ نفسه المكروه، فإن خشی أذى فهو فی سعة. والله أعلم: ۵۴/۱، قديمی) (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووی، كتاب الإيمان، باب أن الدين النصحية، انيس)

(۳) عن ابن عباس قال: جاء الفقراء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا يا رسول الله: إن الأغنياء يصلون كما نصلی ويصومون كما نصوم ولهم أموال يعتقون ويتصدقون قال: فإذا صليتم فقولوا: سبحان الله ثلاثا وثلاثين مرة والحمدللّٰه ثلاثا وثلاثين مرة والله أكبر أربعا وثلاثين مرة ولا إله إلا الله عشر مرات فإنكم تدركون به من سبقكم ولا يسبقكم من بعدكم. (الجامع للترمذی، عن عبدالله بن عباس، حدیث نمبر: ۴۱۰، باب في التسبيح في أدبار الصلاة، انيس)

درست ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوں؛ یعنی: ظہر، مغرب اور عشا، ان میں سنت کی ادائیگی میں تاخیر کرنا مکروہ ہے؛ اس لیے آپ یوں کریں کہ فجر وعصر میں تو فرض کے بعد ہی تسبیحات پڑھ لیں اور بقیہ نمازوں میں سنتیں ادا کرنے کے بعد ان تسبیحات کو پڑھیں۔ فقہ حنفی کی معروف کتاب کبیری میں ہے:

"... بل يحمل على الإتيان بها بعد السنة ولايخرجها تخلل السنة بينها وبين الفريضة عن كونها بعدها وعقيبها". (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۱۰۳/۳)

کیا نماز کے بعد تسبیحات ضروری ہوتی ہیں؟

سوال: ہر نماز کے بعد نماز کی جو دعائیں ہوتی ہیں، مثلاً: دعائے استغفار اور آیت الکرسی وغیرہ پڑھنا ضروری ہوتی ہیں، یا نہیں؟

الجواب

نماز کے بعد اذکار اور آیت الکرسی اور تسبیحات ضروری نہیں، مگر ان کی بڑی فضیلت آئی ہے، ان کا اہتمام کرنا چاہیے، (۲) غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دینا، بڑی محرومی کی بات ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۹۶/۳) ☆

(۱) الكبيرى: ۳۳۱ (پوری عبارت اس طرح ہے: وأما ماورد من الأحاديث فى الأذكار عقيب الصلاة فلا دلالة فيها على الإتيان بها عقيب الفرض قبل السنة طل تحمل على الإتيان بها بعد السنة ولا يخرجها تخلل السنة بينها وبين الفريضة عن كونها بعدها وعقيبها لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن أجنبية منها فما يفعل بعدها يطلق عليه أنه فعل بعد الفريضة وعقيبها،الخ. (الكبيرى شرح منية المصلى،صفة الصلاة: ۳٤۲،بولاق مصر. انيس)

(۲) عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لأن أقول: سبحان الله والحمد لله ولا إله إلاّ الله والله أكبر أحبّ إلىّ ممّا طلعت عليه الشمس". (مشكوٰة: ۲۰۰)(باب ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير، الفصل الأول (ح: ۲۲۹۵) انيس)

أيضًا: وعن كعب ابن عجرة رضى الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "معقبات لايخيب قائلهن أو فاعلهن دبر كل صلاة مكتوبة: ثلاث وثلاثون تسبيحة، ثلاث وثلاثون تحميدة، وأربع وثلاثون تكبيرة. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۹/۱)(ح: ۵۹۵) انيس)

وفى الدر المختار (۵۳۰/۱) كتاب الصلاة: ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسى والمعوذات ويسبح و يحمده ويكبّر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة ويدعو، ويختم بسبحان ربك.

☆ **بعد نماز فجر وعصر تسبیحات کا پڑھنا:**

سوال: فجر اور عصر کے بعد تسبیحات کا پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب

حامدًا ومصليًا ومسلمًا: پانچوں نمازوں کے بعد تسبیحات فاطمی پڑھنے کے فضائل احادیث میں بکثرت ==

فرائض وسنن کے درمیان وظیفہ:

سوال: یہاں کے امام صاحب بعد ظہر ومغرب وعشا تھوڑا وظیفہ پڑھ کر دعا مانگا کرتے ہیں، کبھی طویل مانگتے ہیں، اس کے بعد دیر تک وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ مقتدی دو تین رکعت نماز پڑھ سکتے ہیں، اس کے بعد امام صاحب سنت پڑھتے ہیں، ان کو سمجھایا گیا کہ جن نمازوں کے بعد سنت ہیں، مختصر دعا مانگ کر جلد سنت پڑھنا چاہیے، مگر وہ اپنی عادت نہیں چھوڑتے، ایسے امام کی اقتدا میں کچھ خرابی تو نہیں؟ فقط

(حاجی سید عبدالماجد، ۱۳؍دسمبر؍۵۰)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

افضل طریقہ تو یہی ہے کہ فرض نماز کے بعد متصلاً سنتیں پڑھی جائیں، لیکن اگر امام صاحب نہیں مانتے تو اصرار

== وارد ہیں، (عن كعب ابن عجرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "معقبات لايخيب قائلهن أوفاعلهن دبر كل صلاة مكتوبة: ثلاث وثلاثون تسبيحة وثلا ث وثلا ثون تحمدية، وأربع وثلاثون تكبيرة". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة، بيان صفته: ۱/ ۲۱۹، قديمي)(ح: ۵۹۵)انيس)/ ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسى والمعوذات، ويسبح ويحمده ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة، ويدعو، ويختم بسبحان ربك. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/ ۵۳۰، سعيد) البتہ فجر وعصر کے بعد سنت وغیرہ نہیں ہے، اس لیے فوراً پڑھنا مناسب ہے اور بقیہ نمازوں میں فرض کے بعد سنت ہے اور سنت کو فرض کے بعد اولین فرصت میں ادا کرنا اور تسبیح فاطمی کو سنت ونفل کے بعد پڑھنا بہتر ہے، (فی فتاویٰ محمودیہ: (تسبیح فاطمی، معوذتین، آیۃ الکرسی وغیرہ) سنن ونوافل کے بعد افضل ہیں اور جس فرض کے بعد سنن ونوافل نہیں، جیسے! فجر وعصر تو بعد فرض متصلاً افضل ہے۔

عن عائشة قالت: كان النبى صلى الله عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللّٰهم أنت السلام، ومنك السلام تباركت ذا الجلال والإكرام". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۱/ ۲۱۸، قديمى)(ح: ۵۹۲) انيس)

"ويكره تأخير السنة إلا بقدر "اللّٰهم أنت السلام" الخ، قال الحلوانى: لابأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال، قال الحلبى: إن أريد بالكراهة التنزيهية، ارتفع الخلاف، قلت: وفى حفظى حمله على القليلة".

(قوله: ارتفع الخلاف)؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهًا، كانت خلاف الأولىٰ الذى هو معنى: لابأس... لابأس بالفصل بالأوراد: أى القليلة التى مقدار: "اللّٰهم أنت السلام" الخ. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/ ۵۳۱، سعيد)(مطلب: هل يفارقه الملكان؟انيس)

فإن الشيخ ولى اللّٰه الدهلوى رحمه الله يقول بتقديم التسبيحات على السنن والنوافل، لكن ابن الهام رحمه اللّٰه يقول بتقديم السنن على التسبيحات، كذا فى معارف السنن للبنورى، و التعامل على قول ابن الهمام فهو الراجح المختار. (معارف السنن، كتاب الصلاة) والله أعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ، ۲۴/۱۱/۱۴۱۷ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۲/ ۳۵۸-۳۵۹)

وتشدد کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ سنتوں سے پہلے وظیفہ پڑھنا بھی کچھ گناہ نہیں۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "ويكره تأخير السنة إلا بقدر: "اللّٰهم أنت السلام" الخ. قال الحلواني: لابأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. قال الحلبي: إن أريد بالكراهة التنزيهة، ارتفع الخلاف؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهةً تنزيهًا كانت خلاف الأولى الذى هو معنى: لابأس، قلت: وفى حفظي حمله على القليلة... فالكراهة على الزيادة تنزيهة لما علمت من عدم دليل التحريمية" آه. (الدر المختار والشامي)(۱)

"عن ورّاد مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب مغيرة بن شعبة إلىٰ معاوية رضى الله تعالىٰ عنهما: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا فرغ من الصلوٰة وسلم قال: لا إلٰه إلا الله وحده لاشريك له، له الملك وله الحمد، وهو علىٰ كل شيء قدير، اللّٰهم! لامانع لما أعطيت، ولامعطى لما منعت، ولاينفع ذاالجد منك الجد". (۲) فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ربیع الاول ۱۳۷۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۹/ ربیع الاول/ ۱۳۷۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۳/۵-۶۶۴)

تسبیحات فرائض کے بعد ہیں، یا سنن کے بعد:

سوال: تسبیح فاطمہ، معوذتین، آیۃ الکرسی وغیرہ، وظیفہ پڑھنے کے لیے فرائض کے بعد متصلاً پڑھنا افضل ہے، یا سنن ونوافل سے فارغ ہوکر؟

الجواب ــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

سنن ونوافل کے بعد افضل ہے اور جس فرض نماز کے بعد سنن ونوافل نہیں، جیسے فجر وعصر تو بعد فرض متصلاً افضل ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۴/۵)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعيد) (مطلب: هل يفارقه الملكان؟ انيس

(۲) الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۸/۱، قديمى)/ (صحيح البخارى، باب: الذكر بعد الصلاة (ح: ۸۴۴) بيت الأفكار، انيس) مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: ("نفائس مرغوبة" تصنیف حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۳) "عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت ياذاالجلال والإكرام". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۸/۱، قديمى) (ح: ۵۹۲) انيس)

==

بعد فجر و عصر تسبیحات و دعا میں ترتیب:

سوال: فجر اور عصر کے فرض کے بعد دعا مانگنے سے قبل تکبیر و تحمید، تسبیح وغیرہ ایک سو مرتبہ پڑھنا مستحب ہے، یا دعا مانگنے کے بعد؟

الجواب ــــــــــ حامداً و مصلیًا

تسبیح، تحمید، تکبیر کے بعد دعا کرنا مستحب ہے۔

"ویسبحون اللّٰہ تعالیٰ ثلاثاً وثلاثین، ویحمدونه کذالک، ویکبرونه کذالک...ثم یدعون لأنفسهم وللمسلمین بالأدعیة المأثورة الجامعة...رافعی أیدیهم...ثم یمسحون بها: أی بأیدیهم وجوههم فی آخره" آه. (مراقی الفلاح مختصرًا، ص: ۱۸۳)(۱)

"ویستحب أن یستغفر ثلاثاً، ویقرأ آیة الکرسی والمعوذات، ویسبح ویحمد ویکبر ثلاثاً وثلاثین، ویهلل تمام المائة، ویدعو ویختم بسبحان ربک". (۲) فقط واللّٰہ سبحانه وتعالیٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۵۷/۲/۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۸/صفر/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۵/۵)

نماز کے بعد کی تسبیح صف سے ہٹ کر پڑھنا:

سوال: نماز فجر اور نماز عصر کے بعد جو تسبیح پڑھی جاتی ہے، کوئی شخص اگر تسبیح جماعت سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ کر پڑھے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ سنا ہے کہ اس طرح سے بیٹھ کر پیچھے ہٹ کر صف سے پڑھنا افضل ہے۔

الجواب ــــــــــ حامداً و مصلیًا

وہ شخص محل اعتراض نہیں، اگر صف میں بیٹھ کر تسبیح پڑھنے سے دیکھنے والوں کو احتمال ہو کہ ابھی جماعت ہو رہی ہے، ابھی ختم نہیں ہوئی تو صف سے پیچھے ہٹ کر پڑھنا اس احتمال کو دفع کرنے کے لیے افضل ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۳۸۹/۳/۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۶/۵)

== "ویکره تأخیر السنة إلا بقدر "اللّٰهم أنت السلام" الخ، قال الحلوانی: لابأس بالفصل بالأوراد، واختاره الکمال وقال الحلبی: إن أرید بالکراهة التنزیهیة، ارتفع الخلاف. قلت: وفی حفظی حمله علی القلیلة". (الدر المختار)

"(قوله: ارتفع الخلافة)، لأنه إذا کانت الزیادة مکروهةً تنزیهًا، کانت خلاف الأولیٰ الذی هو معنی: لابأس ... لابأس بالفصل بالأوراد: أی القلیلة التی مقدار: أللّٰهم أنت السلام الخ". (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۱/۱، سعید) (مطلب: هل یفارقه الملکان؟ انیس)

(۱) حاشیة الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی الأذکار، ص: ۳۱۵-۳۱۷، قدیمی

(۲) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعید

(۳) "ویستحب کسر الصفوف". (الدر المختار) ==

تسبیح کس ہاتھ پر پڑھی جائے:

سوال: فجر اور عصر نمازوں کے بعد پڑھی جانے والی تسبیحِ فاطمی دونوں ہاتھوں پر گنی جاسکتی ہے، یا دائیں ہاتھ کا استعمال ہی ضروری ہے؟ (سبحان محی الدین، ورنگل)

الجواب

چاہے فجر وعصر کے بعد تسبیح پڑھی جائے یا کسی اور موقعہ پر، ان کا ایک ہی حکم ہے، دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں پر پڑھی جاسکتی ہیں، حضرت یسیرہ بنت یاسر رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یامعشر النساء! اعقدن بالأنامل فإنهن مسئو لات مستنطقات". (۱)

(اے خواتین! انگلیوں کے پوروں سے تسبیحات کو شمار کرو کہ ان سے بھی پوچھ ہوگی اور ان کو بھی گویائی عطا کی جائے گی۔)

اس ارشاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں کوئی فرق نہیں فرمایا ہے، البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ!

"آپ وضو، کنگھا کرنے اور جوتا پہننے میں بھی اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ دائیں طرف سے ابتدا کی جائے"۔ (۲)

اس لیے پہلے دائیں ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح پڑھیں اور پھر بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۰۰)

نماز کے بعد کی تسبیحات انگلیوں پر گننا افضل ہے:

سوال: میں نے کہیں یہ مسئلہ پڑھا تھا کہ نماز کے بعد پڑھی جانے والی تسبیح (۳۳/ بار سبحان اللہ، ۳۳/ بار الحمد للہ اور ۳۴/ بار اللہ اکبر) ہاتھ کی انگلیوں پر گن کر پڑھنا مکروہ ہے، گزارش ہے کہ آپ اس سلسلے میں یہ فرمائیں کہ آیا یہ مسئلہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست نہیں! انگلیوں پر تسبیحات کا گننا نہ صرف جائز ہے؛ بلکہ حدیث شریف میں تسبیحات کو انگلیوں پر گننے کا حکم آیا ہے:

عن يُسَيْرَةَ وكانت من المهاجرات قالت: قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: عليكن بالتسبيح والتهليل والتقديس واعقدن بالأنامل فإنهنّ مسؤلات مستنطقات ولا تغفلن فتنسين الرحمة. (۳)

== "قوله: (ويستحب كسر الصفوف) ليزول الاشتباه عن الداخل المعاين للكل فى الصلاة". (رد المحتار، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۱/۱، سعيد) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انيس)

(۱) الجامع للترمذى: ۵۲۱/۵، رقم الحديث: ۳۴۸۶، باب ماجاء في عقد التسبيح باليد

(۲) سنن النسائى، رقم الحديث: ۵۲۴۲، باب التيامن في الترجل. محشى

(۳) رواه الترمذى (كتاب الدعوات، باب فى فضل التسبيح و التهليل و التقديس، ص: ۵۶۲، ==

ترجمہ: ''حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت کرنے والیوں میں سے تھیں، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا کہ تسبیح وتہلیل اور تقدیس کو اپنے اوپر لازم کرلو اور ان کو انگلیوں پر گنا کرو؛ کیوں کہ ان سے سوال کیا جائے گا اور ان کو بلوایا جائے گا اور ذکر سے غفلت نہ کیا کرو، ورنہ رحمت سے بھلادی جاؤ گی''۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۵۰۷-۵۰۸)

بیج وغیرہ پر تسبیحات پڑھنا:

سوال: بیجوں پر، یا پروئی ہوئی تسبیح کے دانوں پر اذکار و اوراد پڑھنا درست ہے، بعض حضرات اس کو بدعت کہتے ہیں؟

(انور محی الدین، گولکنڈہ)

الجواب ـــــــــــــــــــ

بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ تسبیحات ہاتھ کی انگلیوں پر پڑھی جائیں؛ تاکہ انگلیاں بھی عبادت میں شریک سمجھی جائیں؛ لیکن اگر بیج، یا پروئی ہوئی مروجہ تسبیح پر اوراد پڑھیں جائیں اور ریا و نمائش مقصود نہ ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، چناں چہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ!

''وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاتون کے پاس گئے، ان خاتون نے اپنے سامنے کچھ گھٹلیاں اور کنکریاں رکھی تھیں، جس پر وہ تسبیح پڑھا کرتی تھیں، آپ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تم کو ایک ایسا طریقہ نہ بتاؤں، جو اس سے آسان بھی ہے اور بہتر بھی؟ کہ اس طرح کہو: اللہ نے جتنی چیزیں آسمان میں پیدا کی ہیں، اتنی بار ''**سبحان اللّٰہ**'' اور جتنی چیزیں زمین میں پیدا کی ہیں، ان کے برابر ''**سبحان اللّٰہ**'' اسی طرح ''**الحمد للّٰہ، اللّٰہ أکبر**'' اور ''**لا حول ولا قوۃ إلا باللّٰہ**''. (۱)

ابوداؤد اور ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بیج یا پروئے ہوئے دانے پر تسبیح پڑھنا درست ہے؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا، علامہ شامیؒ نے پروئی ہوئی تسبیح کے بارے میں لکھا ہے:

''**ولایزید السبحۃ علی مضمون ھذا الحدیث إلا بضم النوی في خیط، ومثل ذلک لایظھر تأثیرہ في المنع**''. (رد المحتار: ۲/۴۲۱) (۲)

''وہ اسی حدیث کے مطابق ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ اسے دھاگے میں پرو دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی وجہ ممانعت نہیں''۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۰۶-۱۰۷)

== رقم الحدیث: ۳۵۸۳، بیت الأفکار، انیس) وأبوداؤد (کتاب الوتر، باب التسبیح بالحصیٰ، ص: ۱۷۹، رقم الحدیث: ۱۵۰۱، بیت الأفکار، انیس) / مشکوۃ، ص: ۲۰۲ (کتاب الدعوات، باب ثواب التسبیح والتحمید والتھلیل والتکبیر، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۲۳۱۶، انیس)

(۱) سنن أبي داؤد، رقم الحدیث: ۱۵۰۰، باب التسبیح بالحصی، کتاب الوتر / الجامع للترمذی، رقم الحدیث: ۳۵۵۴، باب ثواب: سبحان اللّٰہ عدد خلقہ. محشی

(۲) کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، مطلب: الکلام علی اتخاذ المسبحۃ، انیس

فرض کے بعد آیۃ الکرسی:

سوال: امام کو بعد نماز فرض کس قدر مقدار سے ''آیۃ الکرسی'' پڑھتے رہنا چاہیے، امام دیر تک بیٹھا پڑھتا رہے، کیا مقتدی کو اس کی پیروی لازم ہے، یا دعا پڑھ کر سنت میں مشغول ہو جاوے؟

الجواب

بعد فرض کے قبل سنت اگر ''آیۃ الکرسی، وتسبیحات بعد الصلوٰۃ'' وغیرہ اوراد مختصرہ پوری کر کے سنت پڑھے تو کچھ حرج نہیں ہے اور وقت کی کچھ مقدار معین نہیں ہے؛ لیکن زیادہ تاخیر نہ کرے،(۱) اگر زیادہ اوراد پڑھنے ہوں تو بعد سنت کے پورا کر لیوے، یہ بہتر ہے اور امام اگر دیر تک بیٹھا پڑھتا رہے تو مقتدیوں کو اس کا اتباع لازم نہیں ہے، ان کو اختیار ہے کہ وہ خواہ فوراً، یا کچھ پڑھ کر سنتیں پڑھیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۱۶۵/۲-۱۶۶)

نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت:

سوال: کتاب حصن حصین میں بتلائی گئی چند آیاتِ قرآنی مسجد میں بعد نمازِ فجر اور عصر کی دعاء کے بعد پڑھی جاتی ہیں، اس کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ آیات کا مختصر حصہ امام صاحب پڑھتے ہیں اور مصلی اسے اجتماعی طور پر بہ آواز بلند دہراتے ہیں، اس طرح تمام آیات کی تلاوت ہوتی ہے، ابتداءً اس طریقے کو اس غرض سے اختیار کیا گیا تھا، کہ سب مصلیوں کو یاد ہو جائے اور کئی سال سے یہی طریقہ جاری ہے، ایک صاحب نے فرمایا کہ سورۂ اعراف کے آخری صفحہ میں حکم ربانی ہے کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو پوری توجہ سے سنو اور خاموش ہو جاؤ، اس طرح تمام مصلی کا بیک آواز بلند پڑھنا اس حکم ربانی سے مطابقت نہیں رکھتا، انہوں نے رائے دی کہ ایک صاحب پڑھیں اور سب خاموشی سے سنیں، سننے والوں کو زیادہ ثواب ملے گا، یا بغیر آواز خاموشی سے پڑھ کر، آیات یاد کر لیں اور الگ الگ انفرادی طور پر پڑھ لیں تو مناسب ہے؟ رہنمائی فرمائیں کہ کون سا طریقہ درست اور مناسب رہے گا؟ (محمد فصیح اللہ، دارالشفا)

الجواب

چند دنوں تک امام صاحب نے لوگوں کو یاد دلانے کے لیے جوز ور سے آیات قرآنی پڑھا، یہ تو درست تھا، کیوں کہ اس کا مقصد تعلیم تھا؛ لیکن اس کو مستقل معمول بنا لینا مکروہ ہے۔

(۱) ویکره تأخیر السنة إلا بقدر: ''اللّٰهم أنت السلام''الخ،قال الحلوانی: لابأس بالفعل بالأوراد واختاره الکمال، قال الحلبی: إن أرید بالکراهة التنزیهیة ارتفع الخلاف. (الدر المختار)

فکان معناها أن الأولیٰ أن لایقرأ قبل السنة ولوفعل لابأس،فأفاد عدم سقوط السنة بذلک حتی إذا صلی بعد الأوراد تقع سنة لا علیٰ وجه السنة ولذا قالوا: لوتکلم بعد الفرض لاتسقط لکن ثوابها أقل فلا أقل من کون قراءة الأوراد لاتسقطها،الخ. (رد المحتار،باب صفة الصلاة،فصل: ۴۹۴/۱،ظفیر)(مطلب: هل یفارقه االملکان،انیس)

"يكره للقوم أن يقرؤا القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والإنصات المأمور بها، كذا في القنية". (۱)

''قوم کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ ایک ساتھ قرآن پڑھیں، کیوں کہ سننے اور خاموش رہنے کا حکم (قرآن مجید میں) دیا گیا ہے، اس عمل کی وجہ سے وہ چھوٹ جاتا ہے''۔

لہٰذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ الگ الگ اور آہستہ آہستہ پڑھ لیں اور اس عمل کو واجب ولازم خیال نہ کریں۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۹۲-۹۴)

عصر کے بعد ذکر ودعا کا اہتمام:

سوال: جمعہ کے علاوہ عام دنوں میں عصر کے بعد غروب آفتاب کے قریب بہت سے لوگ دعا کا اہتمام کرتے ہیں، ایک عالم صاحب سے دریافت کرنے پر بتایا کہ صرف جمعہ کے دن ہی دعا کا اہتمام ثابت ہے، باقی دنوں میں احادیث سے خاص طور پر اس وقت ذکر ودعا کی فضیلت ثابت نہیں، اس سلسلہ میں حدیث کی روشنی میں وضاحت کیجئے؟

(حمید الدین قاسمی، عنبر پیٹ)

الجواب

جمعہ کے دن غروب آفتاب کے وقت کی دعا کے قبول ومستجاب ہونے کی حدیث تو ہے ہی، اور بہت سے اہل علم کی رائے ہے کہ رسول اللہ نے جمعہ کی جس ساعت کو دعا کی قبولیت کی ساعت قرار دیا ہے، وہ یہی وقت ہے؛ لیکن عام دنوں میں بھی غروب آفتاب کے قریب ذکر ودعا کا خصوصی اہتمام احادیث میں مروی ہے، مشہور محدث امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"يستحب الإكثار من الأذكار بعد العصر وآخر النهار أكثر، قال الله تعالىٰ: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا﴾ (سورة طٰه من الآية: ۱۳۰) وقال الله تعالىٰ: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالإِبْكَارِ﴾ (الغافر من الآية: ۵۵) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لأن أجلس مع قوم يذكرون الله عزوجل من صلاة العصر إلىٰ أن تغرب الشمس أحب إلي أن أعتق ثمانية من ولد إسماعيل". (۲)

''عصر کے بعد دن کے اخیر حصہ میں زیادہ سے زیادہ ذکر کرنا مستحب ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صبح وشام اپنے رب کے حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ عصر سے غروب آفتاب تک ذاکرین کے ساتھ رکا رہنا مجھے اولادِ اسماعیل میں سے آٹھ غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے''۔

واضح ہو کہ دعا بھی من جملہ اذکار کے ہے؛ اس لیے دعا اور دیگر اذکار دونوں اس حدیث میں شامل ہیں۔

(کتاب الفتاویٰ:۳/۱۰۰-۱۰۲)

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۵/۳۱۷ (كتاب الكراهية وهو مشتمل على ثلاثين باباً، الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء ورفع الصوت عنه قراءة القرآن، انيس)

(۲) الأذكار للنووى، ص: ۱۲۸. محشى (باب ما يقول بعد العصر إلىٰ غروب الشمس، انيس)

بعد فرائض کے اوراد و وظائف:

سوال: اوراد و وظائف مسنونہ بعد مکتوبہ پڑھنے کو فقہا نے مکروہ فرمایا ہے، (**کما فی الکبیری وغیرہ من الکتب الفقھیة**) اور احادیث میں تصریح فرائض کی مذکور ہے، بالخصوص حدیث عمر رضی اللہ عنہ دال علی الندب ہے، رفع تعارض کیسے ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

یا تو حدیث میں تاویل ہو کہ احیاناً ایسا ہوا ہو، یا فقہا کا قول مؤول ہو کہ منقول سے زیادہ فصل مکروہ ہے۔ فقط

۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ۔ (تتمہ اولیٰ: ۴۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۷۹۵)

نمازوں کے بعد طویل دعائیں:

سوال: آج کل اکثر ائمہ حضرات نمازوں کے بعد طویل دعائیں کرتے ہیں، حتی کہ بعض اوقات ہاتھ میں درد ہونے لگتا ہے، کیا نمازوں کے بعد اتنی طویل دعائیں کرنی چاہیے؟ (سید خواجہ معین الدین، سداسپو پیٹ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

نفل نمازوں کے بعد خاص کر رات کے وقت تہجد کے موقع پر آپ سے طویل دعائیں کرنا ثابت ہے، (۱) فرائض کے بعد عام طور پر آپ مختصر دعا فرماتے تھے، حدیث میں ہے کہ آپ کی دعا: "**اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالاِکْرَامِ**" کے بقدر ہوتی تھی؛ (۲) اس لیے فرائض کے بعد مختصر دعا پر ہی اکتفا کرنا چاہیے،

---

(۱) عن زرارة بن أوفى أن عائشة رضى الله عنها سئلت عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فى جوف الليل فقالت: كان يصلى العشاء فى جماعة ثم يرجع إلى أهله فيركع أربع ركعات ثم يأوى إلى فراشه وينام وطهوره مغطى عند رأسه وسواكه موضوع حتى يبعثه الله ساعته التى يبعثه من الليل فيتسوك ويسبغ الوضوء ثم يقوم إلى مصلاه فيصلى ثمانى ركعات يقرأ فيهن بأم الكتاب وسورة من القرآن وما شاء الله ولا يقعد فى شىء منها حتى يقعد فى الثامنة ولا يسلم ويقرأ فى التاسعة ثم يقعد فيدعوا بما شاء الله أن يدعوه ويسأله ويرغب إليه ويسلم تسليمة واحدة شديدة يكاد يقوظ أهل البيت من شدة تسليمه ثم يقرأ وهو قاعد بأم الكتاب ويركع وهو قاعد ثم يقرأ الثانية فيركع ويسجد وهو قاعد ثم يدعوا ماشاء الله أن يدعوا ثم يسلم وينصرف فلم تزل تلك صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدّن فنقص من التسع ثنتين فجعلها إلى الست والسبع وركعتيه وهو قاعد حتى قبض على ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم. (سنن أبى داؤد، حدیث نمبر: ۱۳۴۶، باب في صلاة الليل، انيس)

(۲) عن عائشة قالت: كان النبى صلى الله عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام تباركت ذا الجلال والإكرام" ==

بعض مخصوص مواقع پر آپ نے فرض نمازوں کے بعد کسی قدر طویل دعا فرمائی ہے، ایسا خاص کر اس وقت ہوتا تھا، جب آپ کوئی فوج کسی مہم پر بھیجتے، یا کچھ صحابہ دشمنوں کے قید میں پھنسے ہوتے اور انہیں مدینہ ہجرت کا موقع نہیں دیا جاتا، ایسے خصوصی مواقع پر اجتماعی اور کسی قدر طویل دعائیں، آپ سے ثابت ہیں؛ لیکن وہ بھی اتنی طویل نہیں ہوتیں کہ گراں خاطر ہوجائیں؛ اس لیے ائمہ حضرات کو نماز کے بعد عام حالات میں طویل دعاؤں سے گریز کرنا چاہیے۔

(کتاب الفتاویٰ: ۹۹/۳)

فرائض کے بعد سنن سے پہلے دعا کی مقدار کیا ہے:

سوال: فرائض کے بعد سنن اور نوافل سے پہلے دعا میں ''اللّٰهم أنت السّلام'' الخ سے زیادہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ شاہ ولی اللہؒ نے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں دیگر ادعیہ نقل کر کے ان کا پڑھنا اولیٰ لکھا ہے، اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ان ادعیہ و اذکار کا پڑھنا بعد نماز فرض کے قبل سنن رواتب جائز اور مستحب ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور بعض فقہا نے جو یہ لکھا ہے کہ بعد فرائض کے ''اللّٰهـم أنت السّلام'' الخ سے زیادہ نہ پڑھے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور نہ غرض اس سے تحدید ہے اور اگر بعض فقہا کی بوجہ ظاہر بعض روایت حدیث کے یہ رائے ہو بھی تو دیگر اکثر فقہا بوجہ روایات کثیرہ احادیث کے دیگر اذکار و ادعیہ ماثورہ جائز و مستحب فرماتے ہیں، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۰۰/۲)

== وفی رواية ابن نمير: ''يا ذاالجلال والإكرام''. (الصحيح لمسلم، حدیث نمبر: ۵۹۲، باب استحباب الأذكار بعد الصلاة/ الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۲۹۸، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة، انیس)

(۱) ويكره تأخير السنة إلا بقدر ''اللّٰهم أنت السّلام'' الخ، قال الحلواني: لابأس بالفصل بالأوراد واختاره الكمال، الخ، ويستحب أن يستغفر ثلاثاً ويقرأ آية الكرسي والمعوذات، الخ، ويدعوويختم بسبحان ربك، الخ. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل فی كيفية الصلاة: ۴۹۴/۱، ظفیر)

(ومن أذكار مابعد الصلاة: استغفر اللّٰه ثلاثاً، اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام، لا إله إلا اللّٰه وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير، اللّٰهم لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد، لا إله إلا اللّٰه ولا نعبد إلا إياه وله النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا إله إلا اللّٰه مخلصين له الدين ولو كره الكافرون، اللّٰهم إنی أعوذبك من الجبن وأعوذبك من البخل وأعوذبك من أرذل العمر وأعوذبك من فتنة الدنيا وعذاب القبر وثلاث وثلاثون تسبيحة وثلاث وثلاثون تحميدة وأربع وثلاثون تكبيرة وروی من كل ثلاث وثلاثون وتمام المائة لا إله إلا اللّٰه وحده لا شريك له، الخ، وروی من كل خمس وعشرون والرابع لا إله إلا اللّٰه ويروی يسبحون فی دبر كل صلاة عشراً ويحمدون عشراً ويكبرون عشراً وروی من كل مائة والأدعية كلها بمنزلة أحرف القرآن من قرأ منها شيئاً فاز بالثواب الموعود والأولىٰ أن يأتی بهذه الأذكار قبل الرواتب، الخ. (حجة اللّٰه البالغة، أذكار الصلاة وهيئاتها المندوب إليها: ۱۹/۲ـ۲۰، دار الجيل بيروت، انیس)

جن نمازوں کے بعد سنت نہیں ہے، دعا لمبی کرے:

سوال: بہشتی گوہر میں ہے: (مسئلہ) جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب اور عشا، ان کے بعد بہت دیر تک دعا نہ مانگے؛ بلکہ مختصر دعا مانگ کر سنن کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں؛ جیسے فجر و عصر، ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے، یہ صورت شرعاً کیسی ہے؟

الجواب

اوفق بالا حادیث یہ صورت ہے جو کہ بہشتی گوہر سے منقول ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں، جیسے: فجر و عصر، ان میں حسب روایت نور الایضاح عمل کرے اور جن فرائض کے بعد سنن ہیں، ان کے بعد امام اور مقتدیان مختصر دعا مانگ کر سنتیں ادا کرلیں، (۱) خواہ فصل بالأ وراد کر کے بعد میں سنتیں پڑھیں اور پھر اجتماعاً دعا کی ضرورت نہیں ہے؛ کیوں کہ دعا اجتماعاً ایک ہی بار ہے، پھر دوبارہ بعد السنن مقتدیوں کو امام کی دعا کا انتظار کرانا اور اس کا التزام کرنا ضروری نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۱۹۷)

فرض نمازوں کے بعد دعا جائز ہے، یا نہیں؟

سوال: فرضوں کے بعد دعا مانگنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کتنی دیر تک؟

الجواب

دعا مانگنا تمام فرضوں اور نمازوں کے بعد جائز و مستحب ہے، جس قدر مناسب ہو دعا کرے؛ مگر جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں، ان کے بعد زیادہ دیر دعا نہ کرے، دعا سے فارغ ہو کر سنتیں پڑھ لے۔ (۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۲۱۰)

---

(۱) وفی الحجة: الإمام إذا فرغ من الظهر و المغرب و العشاء یشرع فی السنة و لا یشتغل بأدعیة طویلة، کذا فی التتارخانیة. (الفتاویٰ الهندیة، ط: مصر، کیفیة الصلاة: ۱/۷۲، ظفیر) (الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الثالث فی سنن الصلاة و آدابها و کیفیتها، انیس)

(۲) مسجد تو دراصل فرض نمازوں کے لیے ہے۔ نفل اور سنت کا گھروں میں پڑھنا افضل ہے۔

"و الأفضل فی النفل غیر التراویح المنزل إلا لخوف شغل عنها، و الأصح أفضلیة ما کان أخشع و أخلص. (الدر المختار)

قوله: (و الأفضل فی النفل، الخ) شمل ما بعد الفریضة و ماقبلها، لحدیث الصحیحین: "علیکم بالصلاة فی بیوتکم، فإن خیر صلاة المرء فی بیته إلا المکتوبة" و أخرج أبو داؤد: "و صلاة المرء فی بیته أفضل من صلاته فی مسجدی هذا إلا المکتوبة" و تمامه فی شرح المنیة. (رد المحتار، باب الوتر و النوافل: ۱/۶۳۸) (کتاب الصلاة، مطلب: فی الکلام علیٰ حدیث النهی عن النذر، انیس)

نماز کے بعد دعا کا ثبوت:

سوال: بعد صلوٰۃ خمسہ جو امام اور مقتدی دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟ شافی جواب سے مطلع فرمادیں۔

الجوا ب ———————— حامداً و مصليًا

نفس دعا کا حکم قرآن شریف میں متعدد جگہ آیا ہے،(۱) اور ترک دعا پر وعید بھی ہے ،نماز کے بعد مطلقاً متعدد احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرنا ثابت ہے، چناں چہ چند روایات حافظ ابوبکر اندلسی کی کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' سے نقل کی جاتی ہیں:

(۱) عن أم سلمة رضی الله تعالٰی عنها كان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم إذا صلى الصبح قال: "أللّٰهم إنی أسئلك علمًا،نافعًا،وعملاً متقبلاً،ورزقاً طيباً". (۲)

(۲) عن زيد بن أرقم رضی الله تعالٰی عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم يدعو في دبر الصلوٰة يقول: "ربنا ورب كل شيء أنا أشهد أنك أنت الرب وحدك لاشريك لك،أللّٰهم ربنا ورب كل شيء،أنا أشهد أن محمدًا عبدك ورسولك،أللّٰهم ربنا ورب كل شيء أنا أشهد أن العباد أخو ة ، أللّٰهم ربنا ورب كل شئ اجعلنی مخلصًا لك فی كل ساعة واهدنی فی الدنيا والأخرة يا ذالجلال والإكرام،أللّٰهم اسمع واستجب،الله الأكبر الله الأكبر، نور السموت والأرض،الله الأكبر حسبی الله ونعم الوكيل،الله الأكبر الله أكبر. (۳)

== اس سے معلوم ہوا کہ نمازیوں کو سنت کے لیے روکنا اور اجتماعاً دعا کرنے کا دستور عہد نبوی میں نہیں تھا اور نہ اب یہ التزام درست ہے؛ اس لیے کہ حدیث کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

(۳) ثم يسلم عن يمينه ويساره(إلٰی قوله)ويستحب أن يستغفر ثلاثاً ويقرأ آية الكرسی والمعوذات ويسبح ويحمد ويكبر ثلاثاً وثلاثين ويهلل تمام المائة و يدعوويختم بسبحان ربك.(الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار: ۱/۴۹۵)

ويكره تأخير السنة إلا بقدر"أللّٰهم أنت السّلام"الخ،وقال الحلوانی: لابأس بالفصل بالأوراد واختاره الكمال. (أيضًا: ۱/۴۹۴،ظفير)

حاشية صفحه هذا:

(۱) قال الله تعالٰی: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً،إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾(سورة الأعراف:۵۵)

قال الله تعالٰی: ﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ﴾سورة المؤمن: ۱۴)

قال الله تعالٰی: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَإِنِّىْ قَرِيْبٌ،أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ،فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾.(سورة البقرة:۱۸۶)

(۲) عمل اليوم والليلة لابن السنی رحمه الله تعالٰی،باب مايقول فی دبر صلاة الصبح (رقم الحديث: ۱۱۰) ص: ۱۰۰،مكتبة الشيخ، كراچی

(۳) عمل اليوم والليلة لابن السنی رحمه الله تعالٰی،باب مايقول فی دبر صلاة الصبح (رقم الحديث: ۱۱۴) ص:۱۰۲

عـن أبـى أما مة رضى الله تعالىٰ عنه قال:ما دنوت من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى دبـر صـلٰـوة مكتوبة ولاتطوع إلا سمعته يقول:أللّٰهم اغفرلى ذنوبى وخطاياى كلها،أللّٰهم أَنْعِشْنِيْ واجبرنى واهدنى لصالح الأعما ل والأخلاق،إنه لايهدى لصالحها ولايصرف سيئها إلا أنت". (۱)

(۴)　عـن مـعـاذ بـن جـبـل رضـى الله عنه قال:لقيت النبى صلى الله عليه وسلم فقال:"يا معاذ !إنى أحبک فلا تدع أن تقول فى دبر كل صلٰوة:أللّٰهم أعنى علىٰ ذكرک وشكرک وحسن عبادتک". (۲)

(۵)　عـن أنـس بـن مـا لک رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال:"ما من عـبـد بـسـط كـفـيـه فـى دبـر كـل صلٰوة ثم يقول:أللّٰهم إلٰهى وإلٰه إبراهيم وإسحاق ويعقوب،وإلٰه جبـرائـيـل وميـكـائـيـل وإسـرافيـل.عـليهـم السـلام.أسألک أن تستجيب دعوتى فإنى مضطر، وتـعـصـمنى فى دينى فإنى مبتلى،وتنالنى برحمتک فإنى مذنب،وتنفى عنى الفقرفإنى مسكين، إلاكان حقاً على الله عزوجل أن لا يرد يديه خائبتين،آه". (۳)فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۶۴/۲/۲۳ھ۱۳

نماز فرض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے؛ مگر یہ صرف مستحب کے درجہ میں ہے، اس کا واجب کے برابر اہتمام والتزام ثابت نہیں ہے، جیسا کہ بعض جگہ کہا جاتا ہے۔(۴)

"قال الطيبى:وفيه:من أصرعلىٰ أمرمندوب،وجعله عزمًا،ولم يعمل بالرخصة،فقد أصاب من الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصرعلىٰ بدعة أومنكر". (۵)

اور اسی وجہ سے بعض علما نے اس کو بدعت کہا ہے، ورنہ نفس دعا احادیث معتبرہ سے ہاتھ اٹھا کر اور ہاتھ اٹھائے ہوئے دونوں طرح ثابت ہے۔(۶)

"قـال سـمـعت أم سلمة رضى الله عنها تقول:كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلى

---

(۱)　عمل اليوم والليلة لابن السنى،باب مايقول فى دبرصلاة الصبح،(رقم الحديث :۱۱۶) ص:۱۰۵،مكتبة الشيخ

(۲)　عمل اليوم والليلة لابن السنى رحمه الله تعالىٰ،باب مايقول فى دبرصلاة الصبح،(رقم الحديث:۱۱۸)

(۳)　عمل اليوم والليلة لابن السنى ،باب مايقول فى دبرصلاة الصبح (رقم الحديث:۱۳۸) ص:۱۲۱

(۴)　الإصـرارعـلـى الـمـنـدوب يبلغه إلىٰ حدالكراهة آهـ". (السعاية،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،قبيل فى فصل القرآءة:۲/۲۶۵،سهيل اكيڈمى لاهور)

(۵)　مرقاة المفاتيح ،كتاب الصلاة، باب: الدعاء فى التشهد ، (رقم الحديث:۹۴۶) :۳/۳۱،رشدية

(۶)　وقـال أبـومـوسىٰ رضى الله عنه:دعا النبى صلى الله عليه وسلم،ثم رفع يديه،ورأيت بياض إبطيه".(صحيح البخارى،كتاب الدعوات،باب رفع الأيدى فى الدعاء:۲/۹۳۸،قديمى)(رقم الحديث:۶۳۵۶،انيس)

الصبح قال: "اللّٰهم إني أسألک علمًا نافعًا، وعملاً متقبلاً ورزقاً". (۱) فقط

سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرعاً ثابت ہے اور مستحب ہے؛ (۲) لیکن اگر اتفاقیہ طور پر کوئی شخص کبھی ترک کر دے، تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ (۳)

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۳/۱۳۶۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۷۶/۵-۶۷۸) ○○○

---

(۱) عمل اليوم والليلة لابن السني، باب مايقول في دبر صلاة الصبح (رقم الحديث: ۱۱۰) ص: ۱۰۰.

(۲-۳) راجع الحاشية السابقة آنفًا

○○○ ۱-نماز کے بعد دعا کے بارے میں دیگر آثار، اقوال و افعال مندرجہ ذیل ہیں:

ارشادِ نبوی: حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے والد کی روایت ہے: "ہم لوگ مرد و عورت صبح صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آدمی عرض کرتا تھا: اے اللہ کے رسول! جب میں نماز پڑھوں تو (نماز کے بعد) کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: کہا کرو "اللهم اغفرلي وارحمني واهدني وعافني وارزقني" اس میں تمہارے لیے دنیا و آخرت سب جمع کر دی گئی ہے"۔ (ابن خزیمہ) (عن أبي مالک الأشجعي عن أبيه قال: كنا نغدو إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه فيجئ الرجل وتجى المرأة فيقول: يارسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كيف أقول إذا صليت؟ قال: اللّٰهم اغفرلي وارحمني واهدني وعافني وارزقني، فقد جمع لک دنياک وآخرتک". (أخرجه ابن خزيمة. ٣٦٦/١) (أبواب الصلاة، باب جامع الدعاء بعد السلام)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر یہ جملہ فرمایا: مجھ کو تم سے محبت ہے اور اس کے بعد فرمایا: اے معاذ! میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد یہ کہنا مت چھوڑو: اللهم أعني على ذكرک وشكرک وحسن عبادتک"۔ (ابوداؤد و نسائی) (عن معاذ بن جبل رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال له: أوصيک يامعاذ! لا تدعن دبر كل صلاة أن يقول: "اللّٰهم أعني على ذكرک وشكرک وحسن عبادتک". (أخرجه أبوداؤد والنسائي—جامع الأصول: ٢٠٩/٤) أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب الاستغفار، النسائي، كتاب السهو، باب نوع آخر من الدعاء. أخرجه غيرهما أيضاً مع خلاف في اللفظ في بداية الحديث، فقد أخرجه الحاكم (٢٧٣/١) وابن خزيمة (رقم: ٧٥١) وأحمد (٣٤٥/٥) وغيرهم في هامش ابن خزيمة (٣٦٩/١): اسناده صحيح، وكذا في هامش جامع الأصول (٢٠٩/٤) وقال الحاكم ووافقه الذهبي على شرط الشيخين)

۲-نماز کے بعد دعا:

کردارِ نبوی: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو کہتے تھے: اللّٰهم اغفرلي ماقدمت وماأخرت وما أسررت وما أعلنت وما أنت أعلم به مني أنت المقدم وأنت المؤخر"۔ (ابوداؤد و ترمذی) (عن علی رضی اللّٰه عنه قال: كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذا سلم من الصلاة قال: اللّٰهم اغفرلي ما قدمت". (الحديث أخرجه أبوداؤد والترمذي—جامع الأصول: ٢٢٦/٤-٢٢٧، كتاب الصلاة، باب مايقول الرجل إذا سلم الترمذي، أبواب الدعوات في أول الصلاة، وقال الترمذي: حديث حسن صحيح)

==

== حضرت کعب احبار نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر کہا کرتے تھے:
”اللّٰهم اصلح لی دینی الذی جعلته لی عصمة أمری واصلح لی دنیای التی جعلت معاشی،اللّٰهم إنی أعوذ برضاک من سخطک وأعوذ بعفوک من نقمتک وأعوذ بک منک“. (نسائی)(عن عطاء بن أبی مروان عن أبیه عن کعب بن مانع حلف له:بالله الذی فلق البحر لموسیٰ أنا نجدفی التوراة أن داؤدنبی الله کان إذا انصرف من صلاته،قال: اللّٰهم اصلح دینی الذی جعلته لی.(الحدیث) وحدثنی کعب أن صهیبا حدثه أن محمداً صلی الله علیه وسلم کان یقولهن عندانصرافه من صلاته.(أخرجه النسائی،جامع الأصول: ٢٢٨/٥) النسائی،أبواب السهو،باب أخرمن الدعاء عند الإنصراف من الصلاة،وفی هامش جامع الأصول(٢٩٩/٤):إسناده حسن،رواه ابن خزیمة،أبواب الصلاة،باب جامع الدعاء بعد السلام فی دبر الصلاة ،وفی هامشه (٣٦٧/١):اسناده صحیح)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد ان کلمات کے ساتھ تعوذ فرماتے تھے:”اللّٰهم إنی أعوذ بک من الجبن وأعوذبک أن أردإلیٰ أرذل العمروأعوذبک من فتنة الدنیا وأعوذبک من عذاب القبر“. (بخاری)(عن سعد بن أبی وقاص رضی الله عنه کان یتعوذ دبر الصلاة بهؤلاء الکلمات:اللّٰهم إنی أعوذبک الحدیث“.(أخرجه البخاری)البخاری،الجهاد،باب ما یتعوذ من الجبن)

نماز کے بعد متصلاً عملاً دعا روایات میں معروف ہے۔(ملاحظہ ہو:جامع الأصول: ٢١٣/٤-٢٣٢،الأذکار للنووی (ص:٥٧-٦٠) عمل الیوم واللیلة لإبن السنی (٩٩-١٢٥)

۳-فرض نماز کے بعد دعا:

ارشاد نبوی: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کونسی دعا زیادہ قابل قبول ہے؟ فرمایا: رات کے آخری حصہ کی اور فرض نمازوں کے بعد“۔(ترمذی)(عن أبی أمامة قال:”قیل:یارسول الله صلی الله علیه وسلم یارسول الله أی الدعاء أسمع؟قال:”جوف اللیل الآخرودبر الصلوات المکتوبات“(أخرجه الترمذی-جامع الأصول: ١٤١/٤) الترمذی،أبواب الدعوات،باب رقم: ٨٠)وقال:هٰذا حدیث حسن. وفی إعلاء السنن (١٥٩/٣) وقال فی الدرایة بعد ما عزاه إلیٰ الترمذی والنسائی :رجاله ثقات)

حضرت مسلم بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے آہستہ سے فرمایا: جب مغرب کی نماز سے فارغ ہوتو کسی سے بات کرنے سے قبل سات مرتبہ:”اللّٰهم أجرنی من النار“ کہا کرو، اگر تم نے اس وقت اس دعا کو اسی طرح پڑھا اور رات میں تمہاری موت ہوگئی تو تمہارے لیے جہنم سے پناہ لکھی جائے گی اور فرمایا: نماز فجر سے فراغت کے بعد بھی اسی طرح کہا کرتو اس کے ساتھ بھی یہی فرمایا“۔(ابوداؤد)(عن الحارث بن مسلم عن أبیه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم أسر إلیه فقال”إذا انصرفت من صلاة المغرب فقل اللّٰهم أجرنی من النارسبع مرات زاد فی روایة-قبل أن تکلم أحدا-فإنک إذا قلت ذلک ثم مت فی لیتک کتب لک جوارمنها-وإذا صلیت الصبح “.(الحدیث)(أخرجه أبوداؤد-جامع الأصول: ٢٣١/٤)کتاب الأدب،باب ما یقول إذا أصبح، وفی هامش جامع الأصول (٢٣١/٤):رواه أیضاً النسائی فی الکبریٰ وابن حبان فی صحیحه-وهو حدیث حسن وقد حسنه الحافظ فی تخریج الأذکار) ==

== حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی معروف حدیث جس کا تذکرہ نماز کے بعد دعا کے بیان میں آیا ہے، اس میں بعض محدثین نے روایت کیا ہے: ''ہر فرض نماز کے بعد یہ کہنا مت چھوڑو: ''اللّٰھم أعنی الحدیث''۔ (ابن السنی) (ملاحظہ ہو! حدیث ۱۵۷، أخرجہ ابن السنی بلفظ: فلاتدع أن تقول فی دبر کل صلاۃ مکتوبۃ برقم: ۱۸۸)

۴-فرض نماز کے بعد دعا:

کردار نبوی: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو داہنی طرف رہنے کو پسند کرتے تھے؛ کیوں کہ آپ اس رخ کو ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے تو میں نے آپ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا: ''رب قنی عذابک یوم تبعث عبادک''. (مسلم)(عن البراء بن عازب قال: ''کنا إذا صلینا خلف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أحببنا أن نکون عن یمینہ یقبل علینا بوجھہ قال فسمعتہ یقول: رب قنی عذابک یوم تبعث عبادک أو تجمع عبادک''. (أخرجہ مسلم-جامع الأصول: ۲۲۸/٤) (مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب یمین الإمام)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد یوں کہا کرتے تھے: ''اللّٰھم إنی أسألک علماً نافعاً وعملاً متقبلاً ورزقاً طیباً''. (ابن ماجہ واحمد)(عن أم سلمۃ: ''أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر الفجر إذا صلی: اللّٰھم إنی أسألک، الحدیث''. (جامع الأصول: ۲۳۰/٤) وفی ھامش جامع الأصول (۲۳۱/٤) أخرجہ رزین والحدیث فی مسند أحمد (۲۹٤/٦) وسنن ابن ماجۃ (أبواب إقامۃ الصلاۃ) باب مایقال بعد التسلیم... قال بوصیری فی الزوائد: رجال اسنادہ ثقات خلا مولیٰ أم سلمۃ فإنہ لم یسم... ولہ شاھد عند الطبرانی فی الصغیر فالحدیث حسن وقد حسنہ الحافظ ابن حجر فی تخریج الأذکار-رواہ ابن السنی برقم: ۱۱۰، وھو فی مجمع الزوائد (۱۱٤/۱۰) وقال الھیثمی: رجالہ ثقات)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ہم کو نماز پڑھاتے اور ہماری طرف متوجہ ہوتے تو یوں کہا کرتے تھے: ''اللّٰھم إنی أعوذ بک من کل عمل یخزینی وأعوذ بک من کل صاحب یؤذینی وأعوذ بک من کل عمل یلھینی و أعوذ بک من کل فقر ینسینی وأعوذ بک من کل یطغینی''. (بزار وابویعلی)(عن أنس قال: ''ما صلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنا إلا قال أقبل علینا بوجھہ-اللّٰھم إنی أعوذ بک''. (الحدیث)(أخرجہ البزار وأبو یعلیٰ-مجمع الزوائد: ۱۱۳/۱۰) وأخرجہ ابن السنی، رقم: ۱۲۰ وقال الھیثمی (مجمع الزوائد بعد أن عزاہ إلی البزار): فیہ بکر بن خنیس وھو متروک وقد وثق، ورواہ أبویعلیٰ وفیہ عقبۃ بن عبد اللّٰہ الأصم وھو ضعیف جداً، أقول ففیہ سعۃ بعد ان وثق بکراً بعضھم ولأجل تعدد الطرق أیضاً)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب بھی میں کسی فرض نماز، یا نفل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہا تو آپ کو یہ کہتے سنا: ''اللّٰھم اغفرلی ذنوبی وخطای کلھا، اللّٰھم أَنْعِشْنِیْ واجبرنی واھدنی لصالح الأعمال والأخلاق، أنہ لا یھدی لصالحھا ولا یصرف سیئھا إلا أنت''. (ابن السنی)(عن أبی أمامۃ قال: ''ما دنوت من رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی دبر مکتوبۃ ولا تطوع إلا سمعتہ یقول: اللّٰھم اغفرلی الحدیث''. (أخرجہ ابن السنی-الأذکار، ص: ٦۰) عمل الیوم واللیلۃ لإبن السنی رقم: ۱۱٦-وذکرہ الھیثمی فی مجمع الزوائد (۱۱۵/۱۰) وقال: رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح غیر الزبیر بن خریق وھو ثقۃ رواہ من حدیث أبی أیوب، وقال: رواہ الطبرای فی الصغیر والأوسط وإسنادہ جید) ==

== فرض نمازوں کے بعد عملاً دعا کی روایات اور بھی ہیں اور معتبر بھی ہیں جن کو حسب موقع محدثین نے ذکر وجمع کیا ہے۔ (مجمع الزوائد:۱۰/۱۱۰-۱۱۱)

۵-دعا کے لیے ہاتھوں کو سینوں و مونڈھوں تک اٹھانا، ہتھیلوں کو اچھی طرح کھلا رکھنا اور دعا کے خاتمہ پر ہاتھوں کو چہرہ سے ملنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دعا کا طریقہ (وصورت) یہ ہے، کہ دونوں ہاتھوں کو (سینے کے بالمقابل) مونڈھوں تک اٹھاؤ''۔ (ابوداؤد) (عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: إن المسألة أن ترفع یدیک حذو منکبیک''. (الحدیث أخرجه أبوداؤد، جامع الأصول: ۱٤٧/٤) أبوداؤد-الصلاة، باب الدعاء، فی هامش جامع الأصول (١٤٨/٤) بعد ذکر طرقه: أخرج هٰذه الروایات من طریق أبی داؤد ضیاء الدین المقدسی فی الأحادیث المختارة بما لیس فی الصحیحین... وهو حدیث حسن. أقول: ذکره الحافظ فی الفتح (١٤٣/١١) معزیاً إلٰی أبی داؤد والحاکم، وسکت علیه فهو مقبول-حسن علی الأقل علٰی قاعدته)

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں: ''جب تم عز وجل سے سوال کیا کرو تو ہتھیلیوں کو کھول کر کیا کرو اور ہاتھوں کی پشت سے ان کو پلٹ کو سوال مت کیا کرو''۔ (ابوداؤد) (عن مالک بن یسار السکونی أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: إذا سألتم اللّٰہ عزوجل فاسئلوه ببطون أکفکم ولا تسألوه بظهورها''. (أخرجه أبوداؤد-جامع الأصول: ١٤٨/٤) أبوداؤد، کتاب الصلاة، باب الدعاء. وفی هامش جامع الأصول (١٤٨/٤): وفی سنده أبوظبیة الکلاعی لم یوثقه غیر ابن حبان ولکن یشهدله الفقرة الثانیة من حدیث ابن عباس (الذی رواه أیضاً أبوداؤد) فهوبذلک حدیث حسن، وأقوال: قال فی التقریب، ص: ٧٣٨ فی ترجمة أبی ظبیة: ''مقبول من الثانیة'' فالحدیث مقبول وأقوال أیضاً: وقد روی عن ابی بکرة أیضاً، رواه الطرانی فی الکبیر (مجمع الزوائد: ١٠ / ١٧٢) وقال: رجاله رجال الصحیح غیر عماربن خالدوهو ثقة، رواه ابن أبی شیبة (٢١١/١٥) مرسلاً ثقات کما فی هامشه)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ کے لفظوں میں ارشاد نبوی نقل کرتے ہوئے یہ جملہ بھی نقل کیا ہے: ''... اور ہاتھوں کو چہروں پر پھیرا کرو''۔ (حاکم) (عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: ''إذا سألتم فاسئلوه ببطون أکفکم ولا تسألوه بظهورها وامسحوابها وجوهکم''. (المستدرک: ٥٣٠/١) وسکت عنه الحاکم الذهبی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے تو ہاتھوں کو گراتے نہیں تھے، حتیٰ کہ ان کو چہرے پر ملتے''۔ (ترمذی) (عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما حتٰی یمسح بهما وجهه''. (أخرجه الترمذی، جامع الأصول: ١٤٩/٤) الترمذی، أبواب الدعوات، باب رفع الأیدی عند الدعاء. قال الترمذی: هٰذا حدیث غریب لا نعرفه إلا من حدیث حمادبن عیسٰی وقد تفرد به وهو قلیل الحدیث، وفی هامش جامع الأصول (١٤٩/١): قال الحافظ ابن حجرفی بلوغ المرام (٦١٢/٧): اختارقوته جمع من العلماء منهم النووی وابن حجروالمناوی وغیرهم)

۶-نماز کے بعد کی دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا:

ارشاد نبوی: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے: ''نماز دو دو رکعت ہوتی ہے، ہر دو رکعت میں تشہد ہے اور خشوع وخضوع اور مسکنت کا اظہار ہے اور اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو اپنے رب کی طرف اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں تمہارے چہرے کی طرف ہوں اور ایسا ہے''۔ بعض روایات میں ہے کہ! ''جو ایسا نہ کرے، وہ ناقص ونقصان میں ہے''۔ (ترمذی) ==

== (عن الفضل بن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:" الصلاۃ مثنٰی مثنٰی تشھد فی کل رکعتین، وتخشع وتضرع،وتمسکن،وتقنع یدیک،یقول:ترفعھما إلٰی ربک مستقبلاً ببطونھما وجھک وتقول یارب یا رب، ومن لم یفعل فھوکذاکذا . وفی روایۃ:فھوخداج".(أخرجہ الترمذی–جامع الأصول:۴۲۳/۵۔۴۳۳)(الترمذی،أبواب الصلاۃ، باب ماجاء فی التخشع فی الصلاۃ.وفی إعلاء السنن (۱۱۵/۳):رواہ الترمذی والنسائی وابن خزیمۃ فی صحیحہ وتردد فی ثبوتہ،قلت:و ھوکذلک عندأبی داؤدوابن ماجۃ والحدیث رجالہ کلھم ثقات ولعل ابن خزیمۃ ترددفیہ؛لأن عبد اللّٰہ نافع ابن العمیاء لم یروعنہ غیرعمران بن أنس لکن عمران ثقۃ کما قالہ المنذری وشیخ عبد اللّٰہ ربیعۃ بن الحارث فلہ صحیحۃ، فالحدیث صحیح علی قاعدۃ ابن حبان فإنہ ذکرعبداللّٰہ بن نافع ھٰذا فی الثقات علٰی قاعدتہ،وقد أطال صاحب الأعلاء فیہ. (راجع إعلاء السنن:۱۶۵/۳۔۱۶۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ارشادنبوی مروی ہے:جو بندہ نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کریوں دعامانگے اور کہے:"اللّٰھم إلٰھی وإلٰہ إبراھیم وإسحاق ویعقوب،وإلٰہ جبرئیل ومیکائیل وإسرافیل أسألک أن تستجیب دعوتی فإنی مضطروتعصمنی فی دینی فإنی مبتلی وتنالنی برحمتک فإنی مذنب وتنفی عنی الفقرفإنی متمسکن"*تواللہ پرحق ہے کہ اس کے ہاتھوں کوخالی وناکام نہ لوٹائے"۔(ابن السنی)*(عن أنس رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أنہ قال:"ما من عبد بسط کفیہ فی دبرکل صلاۃ ثم یقول اللّٰھم إلٰھی وإلٰہ الحدیث"(أخرجہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیل،ص: ۱۲۱،رقم: ۱۳۸) قال المحقق فی الھامش: لم أجدہ عند غیرالمصنف وإسنادہ ضعیف لضعف عبدالعزیزبن عبدالرحمٰن القرشی و خفیف بن عبد الرحمن الجزری، أقول:خفیف قال فیہ فی التقریب(ص:۱۵۶):صدوق سئ الحفظ خلط بأخرۃ ورمی بالأرجاء.أقول:ففیہ نوع سعۃ فی مثل ھٰذا)

۷-نماز کے بعد کی دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا:

کردارنبوی: *محمد بن ابی یحیٰی کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کونماز سے فراغت سے قبل ہی ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے دیکھا تو فرمایا:*

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز سے فارغ نہیں ہوتے تھے ہاتھوں کونہیں اٹھاتے تھے"۔(طبرانی)(عزاہ الھیثمی فی مجمع الزوائد (۱۷۲/۱۰)إلٰی الطبرانی وقال:رجالہ ثقات)

علقمہ بن مرثد واسماعیل بن امیہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر دونوں ہاتھوں کواٹھاتے اورایک دوسرے سے ملاکریوں فرماتے:"اللّٰھم اغفرلی ماقدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أنت أعلم بہ منی أنت المقدم وأنت المؤخر".(کتاب الزھد لابن المبارک)(أخرجہ ابن المبارک فی کتاب الزھد والرقاق،ص:۴۰۵)

۸-فرض نماز کے بعد دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا:

اسود عامری اپنے والد رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی سلام پھیرنے بعد آپ نے رخ موڑا اوردونوں ہاتھوں کواٹھا کردعافرمائی"۔(ابن ابی شیبہ وطبرانی)(عن الأسود بن عامرعن أبیہ قال:"صلیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الفجر، فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا".(أخرجہ ابن أبی شیبۃ والطبرانی فی المعجم الکبیر.(إعلاء السنن:۱۶۴/۳) وفی معارف السنن(۱۲۳/۳):أسود ھٰذا ابن عبد اللّٰہ بن حاجب بن عامر من رجال أبی داؤد،ذکرہ ابن حبان فی الثقات،وقال الذھبی:محلہ الصدق،کما فی التھذیب أقول:وفی التقریب،ص:۵۶ فی ترجمۃ الأسود مقبول من السادسۃ) ==

== حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ رہتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی''۔(ابن کثیر)(عن أبی هريرة رضی الله عنه رفع يديه بعدما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم...(أخرجه ابن أبی حاتم،وابن كثير: ٢٤٤/٢ تفسير سورة النساء: ٩٩،نقلاً عن ابن أبی حاتم)وفی معارف السنن (١٢٢/٣):فيه علی بن زيد بن جدعان روى له مسلم مقروناً بالغيروقال ابن دقيق العيد:علی بن زيد وإن ضعف فقد ذكر بالصدق، وقال العجلی:يكتب حديثه ومثله قال ابن المدينی وغيره)

۹-فجر وعصر میں کسی قدر طویل ذکر ودعا اور بقیہ نماز میں مختصر دعا ذکر:

احادیث میں فرض نمازوں کے بعد مختلف قسم کی دعائیں اور اذکار مختصر ومفصل آئے ہیں،نماز پڑھنے والا اپنے حالات کے اعتبار سے سب کو کرے،بعض کو کرلے اور نماز کے بعد متصلاً دعا وذکر کا اہتمام کرے،یا متصلاً تو مختصر مانگ لے اور اذکار کو سنتوں کے بعد ادا کرے،سب کی گنجائش ہے۔

البتہ چوں کہ پانچ نمازوں میں سے تین کے بعد سنتیں ہیں اور دو کے بعد نہ سنت اور نہ نفل اور سنتوں کا اپنے فرائض سے اتصال پسندیدہ ہے؛اس لیے علماء نے یہ تفصیل کی ہے کہ ظہر ومغرب وعشاء کے بعد بالخصوص امام مختصر دعا وذکر پر اکتفا کرے؛تاکہ سنتیں جلد ادا کی جاسکیں،جب کہ مقتدی ان امور میں امام کے ساتھ رہتے ہیں اور ان میں امام کی موافقت پسند کرتے ہیں اور اس کا فی الجملہ حکم بھی ہے اور مقتدیوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں تو جیسے نماز کے طول وتخفیف میں ان کا لحاظ کیا جاتا ہے یہاں بھی کیا جائے اور فجر وعصر کے بعد کچھ طویل ذکر (مثلاً تسبیح فاطمی) اور طویل دعا کا اہتمام کیا جائے کہ اوقات سنتوں سے خالی اور ذکر کی نسبت سے خاص فضیلت کے ہیں۔(إعلاء السنن:۱۵۲/۳-۱۵۴)

۱۰-نمازوں کے بعد دعا اور خصوصیت سے فرض نمازوں کے بعد دعا کی بابت کچھ وضاحت:

گذشتہ صفحات میں نمازوں کے بعد دعا سے متعلق جو احادیث ذکر کی گئی ہیں اور جن کا ذکر نہ کرکے ان کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے، وہ اتنی بڑی تعداد میں اور ایسی ہیں کہ جن کی روشنی میں نمازوں کے بعد متصلاً دعا کے ثبوت،اس کی اہمیت وفضیلت سے انکار نہیں کیا جاسکتا،ان احادیث میں فرمان نبوی بھی ہے اور عمل نبوی بھی،حکم بھی اور ترغیب ووعید بھی کہ ایسا نہ کرنا محرومی کی بات ہے؛اس لیے نمازوں کے بعد دعا سے صرف نظر کہ فرض وسنت ونفل وغیرہ کسی کے بعد دعا نہ مانگی جائے اور اس کو غلط قرار دیا جائے،یہ خود بہت بڑی غلطی اور محرومی کی بات ہے اور نہ کبھی کہی ہے اور نہ کہہ سکتا ہے۔

رہا فرض نمازوں کے بعد متصلاً دعا کا مسئلہ تو اس بارے میں بھی فرق کافی اور معتبر احادیث موجود ہیں،فرمان نبوی بھی کہ فرض نمازوں کے بعد کی دعا بہت قبول ہوتی ہے اور عمل بھی،دسیوں احادیث میں سلام پھرنے کے بعد اذکار اور صریح لفظوں میں مختلف قسم کی احادیث میں دعاؤوں کا تذکرہ آیا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ سب متصلاً ہے؛اسی لیے فرض نمازوں کے بعد متصلاً دعا کرنا،ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا،اس کو مطلقاً بدعت ومنکر کہنا،درست نہیں ہے،نہ امام کے حق میں اور نہ مقتدیوں کے حق میں۔

ان روایات میں اگر چہ یہ نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تو صحابہ نے بھی-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ-دعا مانگی اور ساتھ دیا؛لیکن ظاہر یہی ہے کہ وہ حضرات جب اس کے عادی تھے کہ آپ جو کریں،وہ دیکھ کر کریں اور ان کو حکم بھی تھا تو یقیناً آپ کے ساتھ وہ بھی دعا مانگتے تھے اور پھر وہ کیفیت ہوتی تھی،جو آج عموماً اپنے یہاں دیکھتے ہیں۔ ==

== یہی وجہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے محققین علمانے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا تذکرہ کیا ہے، حنفیہ نے بھی اور دوسرے تمام حضرات نے بھی، بلکہ دوسری فکر وخیال کے ممتاز علمانے بھی ہر زمانے میں فی الجملہ اس کی تاکید کی ہے اور اس کو مطلقاً منکر قرار دینے کی تردید کی ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ دعا نماز کا جزء وحصہ نہیں ہے کہ اس کے بغیر نماز نہ ہو، نماز کا آخری عمل وجزء سلام ہے، سلام پھیرنے کے بعد نماز کا عمل مکمل ہو جاتا ہے اور اس کے معاً بعد آدمی اٹھ جائے، اپنی جگہ سے ہٹ جائے، فوراً ہی جگہ بدل کر سنت پڑھنے لگ جائے، یا کچھ دیر ذکر وتلاوت کرے پھر سنت ادا کرے، یہ سب جائز ودرست ہے، اور اس کو غلط سمجھنا یا اس دعا کو ضروری سمجھنا، یا یہ سمجھنا کہ جب تک دعا نہ ہو جائے آدمی ایسے ہی پابند ہے جیسے قبل سلام تھا یہ سب غلط، سلام کے ساتھ آدمی نماز سے اور امامت واقتدا سے الگ و باہر ہو جاتا ہے۔

البتہ چوں کہ بکثرت نمازوں کے بعد متصلاً اذکار و دعاؤوں کا تذکرہ آیا ہے؛ اس لیے اس کی عادت بنانا کہ سلام پھیرتے ہی اٹھ جانا ہے اور کچھ نہیں کرنا ہے، ناپسندیدہ ہے؛ بلکہ عادت یہ بنانی چاہیے کہ حسب موقع دعا وذکر کا اہتمام کیا جائے، آدمی اکیلے نماز پڑھنے والا ہو جیسا کہ نوافل میں عموماً ہوتا ہے اور کبھی فرض میں بھی کسی مجبوری کی وجہ سے یا جماعت سے نماز پڑھنے والا ہو اور پھر خواہ امام ہو یا مقتدی، امام کو مقتدیوں کا لحاظ اس میں رکھنا چاہیے؛ اسی لیے جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، مختصر دعا کا ذکر کا حکم ہے اور کن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں، کچھ طول اختیار کرنے کی اجازت ہے۔

یہ حکم وتفصیل مذاہب اربعہ کی ہے۔ (ملاحظہ ہو! إعلاء السنن :۱۵۲/۳، ومعارف السنن:۱۱۸/۳-۱۲۴، احسن الفتاویٰ:۵۹/۳ وما بعد، الیواقیت الغالیۃ: ۸ (مکاتیب شیخ الحدیث مولانا محمد یونس):۲۳۰/۱، المغنی :٥٥٩/١ ،والمجموع شرح المهذب :٤٨٤/٣ ـ ٤٨٥)

اور ممتاز اہل حدیث علما کے فتاویٰ میں بھی اس کی صراحت موجود ہے کہ بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مطلقاً بدعت نہیں؛ بلکہ احادیث سے ثابت ہے۔

(۱)　حافظ عبد اللہ صاحب روپڑیؒ فرماتے ہیں: ''فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر جو دعا مانگی جاتی ہے، وہ شرعاً درست ہے''۔ (فتاویٰ اہل حدیث:۱۹۰/۲)

(۲)　میاں صاحب مولانا نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں: ''صاحب فہم پر مخفی نہیں کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ومستحب ہے''۔ (فتاویٰ نذیریہ:۲۶۵/۱)

(۳)　مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: ''بعد نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا روایات میں ثابت ہے''۔ (فتاویٰ ثنائیہ:۵۲۷/۱)

(۴)　نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں: ''دونوں حدیثیں یعنی حدیث ابوامامہ اور حدیث معاذ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا کرنا چاہیے''۔ (دلیل الطالب علی ارجح المطالب،ص۳۳۲)

(۵)　مولانا عبد الرحمٰن صاحب مبارکپوری علیہ الرحمہ نے اپنی شہرۂ آفاق شرح ترمذی تحفۃ الأحوذی میں اس موضوع پر کافی تفصیل سے کلام کیا ہے، ابن القیم کا نقطۂ نظر اور کچھ تفصیل نیز حافظ ابن حجر کا تعاقب اور ان کا نقطۂ نظر ذکر کرنے کے ساتھ اہل حدیث حضرات کے دو نقطۂ نظر جواز وعدم جواز دونوں کا تذکرہ کیا ہے اور قائلین جواز کے دلائل کی کافی تفصیل کی ہے، جس کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ مولانا فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا رجحان رکھتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو! تحفة الأحوذي -كتاب الصلاة ، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة: ١٧٦/٢-١٨٠)

(۶)　فتاویٰ اہل حدیث میں اس مضمون وموضوع کے کئی فتاویٰ انفرادی واجتماعی مذکور ہیں، ==

فرض نمازوں کے بعد دعا:

سوال: فرض نمازوں کے بعد دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، یا نہیں؟ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل، یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ بیان کرنا لازمی ہے؟

الجواب ــــــــــ حامداً و مصلیًا

عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم أنه قال: "مامن عبد بسط کفیه فی دبر کل صلوۃ ثم یقول: اللّٰهم إلٰهی وإلٰه إبراهیم وإسحاق ویعقوب وإلٰه جبرائیل ومیکائیل وإسرافیل. علیهم السلام. أسألک أن تستجیب دعوتی، فإنی مضطر، و تعصمنی فی دینی فإنی مبتلی، وتنالنی برحمتک فإنی مذنب، وتنفی عنی الفقر فإنی متمسکن، إلا کان حقاً علی اللّٰہ عزوجل أن لا یرد یدیه خائبتین". (عمل الیوم واللیلة: ۳۸)(۱) **فقط واللّٰہ سبحانه وتعالیٰ أعلم**

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۲/۵)

== جو مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی مولانا عبداللہ صاحب روپڑی اور میاں نذیر حسین صاحب وغیرہ کی طرف منسوب ہیں، ان فتاویٰ میں ضروری سمجھنے کی نفی کی گئی ہے اور یہ کہ اس میں کبھی کبھی ناغہ کردے؛ لیکن جواز واستحباب اور اس سلسلہ کی احادیث کے حسن؛ بلکہ حسن لذاتہ ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو! فتاویٰ اہل حدیث، طبع پاکستان: ۱۹۰/۱-۱۹۳)

(۷) شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کے ثبوت وجواز کی مطلقاً تردید نہیں کی ہے، کوئی آدمی تنہا دعا کرے، یا امام ومقتدی دونوں مل کر- کبھی کبھی ایسا کرلیں تو یہ خلاف سنت نہیں ہے، ہاں دوام والتزام کو انہوں نے بھی بدعت اور خلافت سنت کہا ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ: ۱۹۷/۲۰- ۵۰۰/۲۳-۵۱۳ وغیرہ)

جیسے کہ ماثور ومعروف اذکار کے متعلق فرمایا کہ ضروری نہیں ہے، اس کے بغیر بھی مسجد سے جاسکتا ہے۔ (شرح بلوغ المرام: ۳۳۲/۲)

(۸) بعض حضرات کی نقل کے مطابق نماز کے بعد ماثور اذکار سے فراغت کے بعد دعا کو شیخ الاسلام نے مستحب لکھا ہے، جب کہ اس کے جملہ آداب درود وغیرہ کے اہتمام کے ساتھ دعا مانگی جائے۔ (شرح بلوغ المرام لعبداللہ بن عبدالرحمٰن البسام: ۳۳۶/۲)

(۹) اور شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن البسام- جو سعودیہ کے ہیئۃ کبار کے ایک رکن تھے، انہوں نے بلوغ المرام کی کئی احادیث کے تحت نماز کے بعد دعا کے استحباب کا ذکر کیا ہے اور اس کا کہ اکثر علماء کے نزدیک بعد کا مطلب فراغت کے بعد اور نماز کا مطلب فرض ہے کہ مطلق نماز سے فرض کو ہی مراد لیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: ۳۲۱/۲-۳۲۲-۳۲۴-۳۳۴)

(۱۰) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ومقتدی کے لیے سلام کے بعد ذکر ودعا کو مستحب قرار دیا ہے۔ (کتاب الأم (طبع دار المعرفۃ): ۱۲۷/۱، ولفظه: أستحب للمصلی منفرداً وللمأموم أن یطیل الذکر بعد الصلاۃ ویکثر الدعاء رجاء الإجابة بعد المکتوبة. (احکام نماز، احادیث وآثار)

(۱) عمل الیوم واللیلة لابن السنی، باب مایقول فی دبر صلاۃ الصبح (رقم الحدیث: ۱۳۸): ۱۲۱، مکتبة الشیخ)

عن أبی أمامة رضی اللّٰہ عنه قال: قیل یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: أی الدعاء أسمع؟ قال: "جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات". (وقال الترمذی: هذا حدیث حسن. جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب: ۱۸۷/۲، سعید)(رقم الحدیث: ۳۴۹۹، انیس)

==

فرض نماز کے بعد دعا اور آمین:

سوال: فرض نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد امام کا اجتماعی دعا پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا درست ہے، یا نہیں؟ یا امام و مقتدی کو انفرادی دعا کرنا لازم ہے، یا بغیر دعا کے سنت پڑھ سکتا ہے؟

الجو اب ــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

فرض نمازوں کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے، اس وقت دعا کرنا حدیث (۱) وفقہ سے ثابت ہے، (۲) جہراً دعا کرنا اور مقتدیوں سے آمین کہلوانا، اس کی پابندی ثابت نہیں۔ (۳) جس فرض نماز کے بعد سنت نماز بھی ہے؛ جیسے: ظہر، مغرب، عشا، اس کے بعد مختصر دعا کر کے سنت میں مشغول ہو جائے (۴) اور جس کے بعد سنت نہیں؛ جیسے: فجر و عصر، ان کے بعد تسبیحات واذکار متعدد حدیثوں میں وارد ہیں، عمل الیوم واللیلۃ، ص: ۳۰/۴۰؛ یعنی دس صفحات میں روایات مذکور ہیں:

"عن صهيب رضي الله عنه أن رسول الله عليه وسلم كان يحرك شفتيه بعد صلوٰة الفجر

== "عن وراد مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب المغيرة بن شعبة إلىٰ معاوية بن سفيان: أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يقول في دبر كل صلا ة مكتوبةً: لاإلٰه إلا الله وحده لاشريك له، له الملك، وله الحمد، وهو علىٰ كل شيء قدير، اللّٰهم لا مانع لما أعطيت، ولامعطي لما منعت، ولاينفع ذا الجد منك الجد". (الصحيح للبخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلاة: ۲/ ۹۳۷، قديمي)(جامع الترمذي، أبواب الصلوٰة، باب مايقول إذا سلم: ۱/ ٦٦، سعيد)

(۱) عن أبي أما مة قال: قيل يارسول الله صلى الله عليه وسلم: أي الدعاء أسمع؟ قال: "جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات". (وقال الترمذي: هذاحديث حسن. جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب: ۲/ ۱۸۷، سعيد) (رقم الحديث: ۳٤۹۹، انيس)

وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب وجمعيته بكليته على المطلوب، وصادف وقتاً من أوقات الإجابة الستة، وهو: الثلث الأخير من اليل، وعند الأذان، وبين الأذان والإقامة، وأدبار الصلوات المكتوبات، وعند صعود الإمام يوم الجمعة على المنبر حتى تقضى الصلاة من ذلك اليوم، وآخر ساعة بعد العصر، وصادف خشوعاً في القلب". (الجواب الكافي فيمن سئل عن الدواء الشافي، المعروف بالداء والدواء لابن قيم الجوزية، فصل: أوقات الإجابة، ص: ۱٦، مكتبة روضة القرآن)

"أحوال الإجابة... ودبر الصلوات المكتوبات". (الحصن الحصين للإمام محمد الجزري: ٦۳، دار الإشاعت)

(۲) راجع للتخريج، ص: ٦۸٥، رقم الحاشية: ۱.

(۳) الإصرار على المندوب يبلغه إلىٰ حدالكراهة، آه". (السعاية، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلاة، قبيل في فصل القراء ة: ۲/ ۲٦٥، سهيل اكيڈمي لاهور)

"قال الطيبي: وفيه: من أصر علىٰ أمر مندوب، وجعله عزمًا، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب من الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر علىٰ بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب: الدعاء في التشهد (رقم الحديث: ۹٤٦): ۳/ ۳۱، رشدية)

(۴) راجع، ص: ٦۸٥، رقم الحاشية: ۱.

بشيء،فقلت:يارسول الله!إنک تحرک شفتيک بشيء ما کنت تفعل،ماهٰذاالذی تقول؟قال: "أقول: أللّٰهم بک أحاول،وبک أصاول،وبک أقاتل".(۱)

"عن أنس رضی الله عنه قال:ماصلّٰی بنارسول الله صلی الله عليه وسلم صلاةً مكتوبةً إلا أقبل بوجهه علينا، فقال:"اللّٰهم!إنی أعوذ بک من كل عمل يخزينی،وأعوذ بک من كل صاحب يردينی، وأعوذ بک من يلهينی، وأعوذ بک من كل فقر ينسينی، وأعوذ بک من كل غنی يطغينی".(حوالۂ بالا،ص: ۳۱-۳۲)

"القيام إلى السنة التی تلی الفرض متصلاً بالفروض مسنون غير أنه يستحب الفصل بينهما كما قال عليه السلام :إذا سلم يمكث قدرمايقول:"اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام وإليک يعود السلام تباركت يا ذاالجلال والإكرام" ثم يقوم إلى السنة ".(مراقی الفلاح: ۱۷۰)(۲) فقط والله تعالیٰ أعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۲/۱/۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۲/۱/۱۳۸۸ھ-(فتاویٰ محمودیہ:۶۸۳/۵-۶۸۵)

بعد نمازِ پنجگانہ دعا سنت ہے:

سوال: بعد نمازِ پنجگانہ دعا کے واسطے ہاتھ اٹھانا سنت ہے، یا بدعت؟ زید نے دعا اس غرض سے ترک کردی کہ اس بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں، یہ فعل کیسا ہے؟

(۱) عمل اليوم والليلة لابن السنی،باب مايقول فی دبرصلاة الصبح:۱۰۵،رقم الحديث:۱۱۷،مكتبة الشيخ)

(۲) عمل اليوم و الليلة: ۱۰۷،رقم الحديث : ۱۲۰-

"عن وراد مولى المغيرة بن شعبة قال:كتب المغيرة بن شعبة إلى معاوية بن أبی سفيان رضی الله تعالىٰ عنهما:أن النبی صلى الله عليه وسلم كان يقول فی دبرصلاةٍ إذاسلم:لاإله إلا الله وحده لاشريک له،له الملک وله الحمد ، و هوعلىٰ كل شیء قدير، اللّٰهم لامانع لما أعطيت،ولامعطی لما منعت،ولاينفع ذاالجد منک الجد".(الصحيح لمسلم،كتاب الدعوات،باب الدعاء بعدالصلاة :۹۳۷/۲،قديمی)(جامع الترمذی،أبواب الصلاة، باب مايقول إذا سلم : ۶۶/۱، سعيد)

(۳) حاشية الطحطاوی علىٰ مراقی الفلاح،كتاب الصلاة،فصل فی صفة الأذكار،ص: ۳۱۱،قديمی

"عن عائشة رضی الله عنها قالت:كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لايقعد إلامقدارما يقول:"اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام،تباركت يا ذا الجلال والإكرام".(جامع الترمذی،أبواب الصلاة،باب مايقول إذا سلم من الصلاة:۶۶/۱،سعيد)(رقم الحديث:۲۹۸.انيس)/ (الصحيح لمسلم،كتاب المساجد،باب:استحباب الذكربعد الصلاة وبيان صفته:۲۳۵،رقم الحديث: ۵۹۲،بيت الأفكار،انيس)

"ويكره تأخير السنة إلابقدر"اللّٰهم أنت السلام"إلخ.(ردالمحتار،باب صفة الصلاة، فصل:إذا أراد الشروع:۵۳۰/۱،سعيد)

الجواب ـــــــــــــــــــ

نمازِ پنجگانہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ''حصن حصین'' جو معتبر کتاب حدیث کی ہے،اس میں احادیث مرفوعہ دعا میں ہاتھ اٹھانے اور بعد دعا کے منھ پر ہاتھ پھیرنے کی موجود ہیں،ان کو دیکھ لیا جاوے،(۱) نمازوں کے بعد دعا کا مسنون ہونا بھی اس میں مذکور ہے، پس زید کا یہ فعل ترک دعا بعد الصلوات خلاف سنت ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۱۹۸/۲-۱۹۹)

ظہر،مغرب اورعشا کی نمازوں کے بعد کی دعا:

سوال: نماز ظہر،مغرب وعشا کے بعد کتنی مختصر اور کون سی دعا کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟ نیز نماز جمعہ بھی اس میں شامل ہے، یا نہیں؟ دعا میں کمی زیادتی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

''اللّٰهم أنت السلام''إلخ''أستغفر اللّٰه،أستغفر اللّٰه،أستغفر اللّٰه'' مختلف کلمات ذکر منقول ہیں،(۳) مگر مختصر معمولی زیادتی ہوجائے تو بھی ممنوع نہیں گنجائش ہے، جمعہ بھی بظاہر ظہر کی طرح ہے،لاشتراک السبب، وهو أداء السنن بعد الفرضية.(۴) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۶۸۹/۵)

(۱) قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا سألتم اللّٰه فاسألوه ببطون أكفكم (إلٰى قوله) فإذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم''''رواه أبوداؤد''.(مشكوة،كتاب الدعوات،الفصل الثانى:٦٩٤،رقم الحديث:٢٢٤٣،المكتب الإسلامى)/(كتاب الوتر،باب الدعاء،رقم الحديث:١٤٨٦،بيت الأفكار،انيس)

وعن عمر قال كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا رفع يديه فى الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه.''رواه الترمذى''. (مشكوة،كتاب الدعوات،الفصل الثانى: ١٩٥،ظفير(رقم الحديث: ٢٢٤٥)/(الجامع للترمذى، كتاب الدعوات،باب ما جاء فى رفع اليدين عند الدعاء:٥٣٦،رقم الحديث:٣٣٩٦،بيت الأفكار،انيس)

(۲) ''ودبر الصلوات المكتوبات''''رواه الترمذى''.(حصن حصين، أحوال الإجابة : ٣٠)

(۳) ''عن عائشة رضى اللّٰه عنها قالت:كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا سلم لايقعد إلا مقدارما يقول:''اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام،تباركت يا ذا الجلال والإكرام''.(جامع الترمذى،أبواب الصلاة،باب مايقول إذا سلم من الصلاة: ٦٦/١،سعيد)(رقم الحديث: ٢٩٨،انيس)/(رواه المسلم فى الصحيح،فى كتاب المساجد،باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ٢١٨/١، قديمى)(رقم الحديث:٥٩٢ ،انيس)

(۴) عن ثوبان قال:كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذاانصرف من صلٰوته،استغفر ثلاثًا،وقال:اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام، تباركت ياذا الجلال والإكرام''.قال الوليد:فقلت للأوزاعى:كيف الاستغفار؟ قال: تقول:''أستغفر اللّٰه أستغفر اللّٰه''.(الصحيح لمسلم،كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلٰوة وبيان صفته: ٢١٨/١، قديمى)(رقم الحديث: ٥٩١،انيس

ہر نماز کے بعد دعا:

سوال: پنج وقتہ نماز کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہیں، یہ اجتماعی دعا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد دعا مانگی ہے، یا نہیں؟

الجو ابـــــــــــــــــــ حامداً و مصليًا

کتب فقہ مراقی الفلاح،(۱) درمختار(۲) وغیرہ میں اجتماعی دعا کی ترغیب وتائید مذکور ہے، جس فرض نماز کے بعد سنتیں ہیں، اس فرض کے بعد تو مختصر دعائیہ کلمات پڑھ کر سنتوں میں مشغول ہو جانا چاہیے،(۳) اور جس فرض کے بعد سنتیں نہیں ہیں، (فجر، عصر) اس میں تسبیحات فاطمہ اور طویل دعا بھی لکھی ہے،(۴) کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' میں ایک حدیث مذکور ہے، جس میں ہر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی ترغیب ہے،(۵) اور دعا کے قبول ہونے کی امید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۸/۵-۶۸۹)

---

(۱) ''إذا انصرف من صلاته، استغفر الله تعالىٰ وقال: اللّٰهم أنت السلام... ثم يدعون لأنفسهم وللمؤمنين بالأدعية المأثورة لقول أبي أمامة... رافعي أيدهم حذاء الصدر... ثم يختمون بقوله تعالىٰ: ﴿سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ الخ... ثم يمسحون بها: أي بأيديهم وجوههم في آخره''. (مراقی الفلاح علیٰ حاشية الطحطاوی، کتاب الصلاة، فصل فيمايفعله المقتدی، ص: ۳۱۵-۳۱۸، قديمی)

(۲) ويهلل تمام المائة، و يدعو ويختم بسبحان ربک''). (الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۵۳۰/۱، سعيد)

(۳) وقال الكمال عن شمس الأئمة الحلوانی أنه قال: لابأس بقراءة الأوراد بين الفريضة والسنة، فالأولىٰ تأخير الوارد عن السنة، فهذا ينفي الكراهة، ويخالفه ماقال في الاختيار: كل صلاة بعدها سنة يكره القعود بعدها والدعاء بل يشتغل بالسنة كي لايفصل بين السنة والمكتوبة، وعن عائشة رضی الله عنها أن النبی صلی الله عليه و سلم كان يقعد مقدارما يقول: ''اللّٰهم أنت السلام إلخ'' كما تقدم، فلا يزيد عليه أو علىٰ قدره''. (مراقی الفلاح حاشية الطحطاوی، فصل في مايفعله المقتدی، ص: ۳۱۲-۳۱۳، قديمی)

(۴) راجع للتخريج، ص: ۶۵۸ (عن كعب ابن عجرة رضی الله تعالىٰ عنه عن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: معقبات لايخيب قائلهن أو فاعلهن دبر كل صلوٰة مكتوبة، ثلاث وثلاثون تسبيحة وثلاث وثلاثون تحميدة، وأربع وثلاثون تكبيرة. (الصحيح لمسلم: ۲۱۹/۱، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، رقم الحديث: ۵۹۵، انيس)

(۵) عن أنس بن مالک رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه قال: ''ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلاة ثم يقول: اللّٰهم إلٰهي، وإلٰه إبراهيم وإسحاق ويعقوب، وإلٰه جبرائيل وميكائيل وإسرافيل عليهم السلام. أسألک أن تستجيب دعوتي فإني مضطر، و تعصمني في ديني فإني مبتلى، وتنالني برحمتک فإني مذنب، وتنفي عني الفقر فإني مُتَمَسْكِن، إلا كان حقاً على الله عزوجل أن لا يرد يديه خائبتين''. (عمل اليوم والليلة، ص: ۳۸) (عمل اليوم والليلة لابن السني، باب مايقول في دبر صلاة الصبح، ص: ۱۲۱، رقم الحديث: ۱۳۸، مكتبه الشيخ كراچی)

ہر نماز کے بعد دعا کا اہتمام:

سوال: نماز کے بعد دعا مانگنے کے سلسلے میں ''عمل الیوم واللیلۃ'' والی روایت ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی دلیل میں حضرت نے جواب میں لکھوایا تھا، کیا کوئی حدیث ایسی بھی ہے، جس میں دونوں بات دواماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یکجا طور پر ثابت ہوں؟ فقط

الجو ابــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

جو طریقہ دعا کے اہتمام کا آپ چاہتے ہیں، اس کا دوامی ثبوت عملی حدیث سے دشوار ہے، نفس ثبوت وہ کافی ہے، جو عرض کیا تھا؛ یعنی ''عمل الیوم واللیلۃ'' کی قوی حدیث، ''الکوکب الدری'' میں اس سے تعرض کیا ہے، غالبًا کتاب الدعوات میں ہے، وہاں دیکھئے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۶/۶/۲۷ ۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۶/۵)

نماز کے بعد دعائیں:

سوال: دعائے ماثورہ جو بعد العصر والفجر احادیث میں وارد ہیں اور جو مطلق فرض کے بعد ہیں، وہ کیا کیا ہیں؟

(محمد شیر رنگونی)

الجو ابــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

''عن أم سلمة رضی اللّٰہ عنہا تقول: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا صلی الصبح قال: ''اللّٰہم !إنی أسألک علماً نافعاً، وعملاً متقبلاً، ورزقاً طیباً''. (۲)

---

(۱) ویختم الدعاء بعد المکتوبۃ وقبل السنۃ علی ماروی عن البقالی من أنہ قال :الأفضل أن یشتغل بالدعاء ثم بالسنۃ...وھو المشھور المعمول بہ فی زماننا کما لایخفٰی، فإنہ مستجاب بالحدیث، و قد قال النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی حدیث رواہ ابن عباس: ''من لم یفعل ذٰلک فھو خداج'': أی من لم یدع بعد الصلاۃ رافعًا یدیہ إلٰی ربہ مستقبلاً ببطونہا إلٰی وجہہ ولم یطلب حاجاتہ قائلاً یارب یارب، فما فعلہ من الصلاۃ ناقصۃ عندالحق سبحانہ...إلخ''. (الکوکب الدری، أبواب الدعوات (قال ربکم أدعونی)، ص: ۲۹۱، المکتبۃ الیحیویۃ، سہارنپور)

عن الفضل بن عباس قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: الصلاۃ مثنٰی مثنٰی تشھد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن وتقنع یدیک یقول: ترفعھما إلی ربک مستقبلا ببطونھما وجھک وتقول: یارب یارب ومن لم یفعل ذلک فھو کذا وکذا وقال غیر ابن المبارک فی ھذا الحدیث: من لم یفعل فھی خداع. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی التخشع فی الصلاۃ (ح: ۳۸۵) انیس)

(۲) عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، ص: ۱۰۰، رقم الحدیث: ۱۱۰، مکتبۃ الشیخ (باب ما یقول فی دبر صلاۃ الصبح، انیس)

”وعـن أنـس رضى الله عنه قال: ماصلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاةً مكتوبةً إلا أقبـل بـوجهـه علينـا، فقـال:”اللّٰهم إنى أعوذ بک من كل عمل يخزينى، وأعوذ بک من كل صـاحـب يُـرْدينى، وأعوذ بک من كل أمل يلهينى، وأعوذ بک من كل فقرينسينى، وأعوذ بک من كل غنى يطغينى“. (۱)

ازص: ۳۸ تا: ۵۱، عمل الیوم واللیلۃ میں کچھ اوپر تیس دعائیں اور بھی منقول ہیں۔

”عن معاذ رضى اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول:”من قال بعد الفجر ثلاث مرات وبعد العصر ثلاث مرات: أستغفر اللّٰه الذى لا إله إلاهو الحى القيوم وأتوب إليه، كفرت عنه ذنوبه وإن كانت مثل زبد البحر“. (رواه ابن السنى) (۲) فقط واللّٰه سبحانه وتعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۸/۲/۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۵/۵۔۶۸۶)

---

(۱) عـمل اليوم والليلة لابن السنى، ص: ۱۰۷، رقم الحديث: ۱۲۰، مـكتبـه الشيخ (باب ما يقول فى دبر صلاة الصبح، انيس)

عـن أبـى أمـامة الباهلى رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ آية الكرسى فى دبر كل صلاة مـكتـوبـة لـم يـحـل بينه وبين دخول الجنة إلا الموت. (عمل اليوم والليلة لابن السنى، نوع آخر: ۱۱۰، رقم الحديث: ۱۲٤، دار القبلة للثقافة الإسلامية ومؤسسة القرآن جدة و بيروت. انيس)

(۲) عـمل اليوم والليلة لابن السنى، ص: ۱۱۲، رقم الحديث: ۱۲٦، مـكتبـه الشيخ (باب ما يقول فى دبر صلاة الصبح، انيس)

”عن وراد مولىٰ المغيرة بن شعبة قال: كتب المغيرة إلىٰ معاوية بن أبى سفيان: أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم كان يقول فى دبر صلاته اذا سلم:”لا اله الا اللّٰه وحده لا شريک له، له الملک، وله الحمد، وهو علىٰ كل شئ قـديـر، الـلّٰهـم لا مـانع لما أعطيت، ولا معطى لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منک الجد“. (صحيح البخارى، كتاب الـدعـوات، بـاب الـدعاء بعد الصلاة: ۹۳۷/۲، قـديمى/ وجـامـع الترمـذى، أبـواب الـصلوٰة، باب مايقول إذا سلم من الصلاة: ٦٦/۱، سعيد)

عـن أبـى برزة الأسلمى قال: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا صلى الصبح قال: لا أعمله إلا قال فى السـفـر رفـع صـوتـه حتـى يسمع أصحابه: اللّٰهم أصلح لى دينى الذى جعلته عصمة أمرى، اللهم أصلح لى دنياى التى جـعـلت فيها معاشى - ثلاث مرات - الـلهـم أصـلـح لى آخرتى التى جعلت إليها مرجعى - ثلاث مرات - اللّٰهم إنى أعوذ بـرضاک من سخطک، اللّٰهم إنى أعوذ بک منک - ثلاث مرات - الـلّٰهـم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذاالجد منک الجد. (عمل اليوم والليلة لابن السنى، نوع آخر: ۱۱٥، رقم الحديث: ۱۲۷، انيس)

عـن تـمـيـم الدارى رضى اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قال بعدصلاة الصبح: أشهد أن لا إلـه إلا الـلّٰـه وحـده لا شـريـک لـه إلٰهـاً واحـداً صمداً لم يتخذ صاحبة ولا ولداً ولم يكن له كفواً أحد، كتب اللّٰه عزوجل له أربعين ألف حسنة. (عمل اليوم والليلة لابن السنى، نوع آخر: ۱۲۰، رقم الحديث: ۱۳٦، انيس)

زبدة الكلمات فى حكم الدعاء بعد الصلوات؛ فرائض کے بعد دُعا:

سوال: فرائض کی جماعت کے بعد دعا سے متعلق لوگوں کے مختلف نظریات پائے جاتے ہیں، بعض علماء سرے سے اس دعا ہی کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ فرائض کے بعد فوراً نوافل کے لیے کھڑے ہوجانا چاہیے، بعض اس دعا میں رفع یدین کا انکار کرتے ہیں، پھر جو رفع یدین کے قائل ہیں، ان کا عمل مختلف ہے، بعض سراً دعا کرتے ہیں اور اکثر ائمہ مساجد بلند آواز سے طویل دعائیں کرتے ہیں اور مقتدی آمین کہتے ہیں، ان میں سے شرعی نقطہ نگاہ سے صحیح طریقہ سنت کے مطابق کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــ باسم ملهم الصّواب

دعا بعد الفرائض سے متعلق اولاً احادیث اور عبارات فقہ ذکر کی جاتی ہیں، اس کے بعد ان سے ثابت ہونے والے احکام ذکر کیے جائیں گے۔

۱-احادیث:

(۱) عن أنس بن مالك رضى الله عنه عن النبى صلّى الله عليه وسلّم أنه قال: "ما من عبد بسط كفيه فى دبر كل صلاة ثم يقول: " اللّٰهم إلٰهى وإلٰه إبراهيم وإسحاق و يعقوب وإلٰه جبرائيل وميكائيل وإسرافيل عليهم السلام أسألك أن تستجيب دعوتى فإنى مضطر، وتعصمنى فى دينى فإنى مبتلى وتنالنى برحمتك فإنى مذنب، وتنفى عنى الفقر فإنى مُتَمَسْكِن إلا كان حقًا على الله عزوجل أن لايرد يديه خائبتين. (وفى إسناده عبد العزيز بن عبد الرحمن فيه مقال. (عمل اليوم والليلة لابن السنى)(۱)

(۲) عن الأسود العامرى عن أبيه رضى الله عنه قال: صليت مع رسول الله صلّى الله عليه و سلّم الفجر فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا. (الحديث: رواه ابن أبى شيبة)(مجموعة الفتاوى بهامش الخلاصة: ۱/ ۱۰۰. إمداد الفتاوى: ۱/ ۵٦۱، نفائس مرغوبة، ص: ۳۹)(۲)

اس حوالہ کی تحقیق تتمہ میں ہے۔

(۳) وقال الحافظ السيوطى فى فض الوعاء فى أحاديث رفع اليدين فى الدعاء: أخرج ابن أبى شيبة قال حدثنا محمّد بن يحيٰى الأسلمى قال رأيت عبد الله بن الزبير رضى الله عنهما ورأى

(۱) باب ما يقول فى دبر صلاة الصبح: ۱/ ۷۲، رقم الحديث: ۱۳۸، مكتبة دار البيان، انيس

(۲) مصنف ابن أبى شيبة، من كان يستحب إذا سلم أن يقوم أو ينحرف (ح: ۳۰۹۳) انيس

رجلاً رافعًا يـديه يدعوا قبل أن يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال له أن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم لم يكن يرفع يديه حتّٰى يفرغ من صلا ته،رجاله ثقات،آهـ. (فض الوعاء للسيوطى)(۱)

(۴) عـن الفضل بن عباس رضى اللّٰه عنه قال:قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: الصلاة مثنى مثنى،تشهد فى كل ركعتين وتخشع وتضرع وتمسكن وتقنع يديک—يقول: ترفعهما—إلى ربّک مستقبلاً ببطونهما وجهک،وتقول يارب!يا ربّ!من لم يفعل ذٰلک فهى كذا وكذا.(رواه الترمذى والنسائى وابن خزيمة فى صحيحه...رجاله كلهم ثقات)(إعلاء السنن:۳/۲۰۸)(۲)

(۵) أخرج عبد الرزاق عن النبى صلّى اللّٰه عليه وسلّم أى الدعاء أسمع؟أى أقرب إلى الإجابة قال:شطر الليل الأخير وادبار المكتوبة".(وصححه،عبد الحق وابن القطان)(مصنف عبدالرزاق)(۳)

(۶) ذكـر الإمـام الـمـحـدث أبـو الـربيع فى كتاب مصباح الظلام عن النبى عليه الصلوٰة والسلام أنه قال:من كانت له إلى اللّٰه حاجة فليسألها دبر صلاة مكتوبة،آه.(مصباح الظلام)(۴)

(۷) عـن أبـى أمـامة رضـى الـلّٰـه عنه قال قيل يا رسول اللّٰه أى الدعا أسمع؟قال: "جوف الـليـل الأخـر ودبـر الـصـلوات المكتوبات". (أخـرجـه الـتـرمـذى وقـال هٰذا حديث حسن) (فتح البارى:۱۱/۱۱۳)(۵)

---

(۱) ص:۸۶،مكتبة الأردن،انيس

(۲) إعلاء السنن، كتاب الـصـلاة،باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء ولذكر بعد الصلاة،بيان ما يقرأ إذا فرغ من الصلاة،رقم الحديث: ۹۳۸،إدارة القرآن والعلوم الإسلامية،كراتشى باكستان/ سنن الترمذى، باب مـاجـاء فى التخشع فى الصلاة (ح: ۳۸۵)/مسـنـد البزار،ربيعة بن الحارث عن الفضل (ح: ۲۱۶۹)/السنن الكبرىٰ لـلـنـسـائـى،ذكـر اختـلاف شعبة والليث على عبد ربه (ح: ۶۱۸) وبـاب كيف الرفع (ح: ۱۴۴۴)/مسـنـد أبى يعلىٰ الموصلى، مسند الفضل بن عباس (ح: ۶۷۳۸)/صحيح ابن خزيمة،باب ذكر الأخبار المنصوصة (ح: ۱۲۱۲)/سنن أبى داؤد،باب فى صلاة النهار (ح:۱۲۹۶)انيس)

(۳) أن أبـا أمـامة سـأل الـنبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقال:ما أنت؟قال:نبى،قال:إلى من أرسلت؟قال:إلى الأحمر والأسـود، قـال:أى حيـن تـكـره الـصـلاة ؟ قال:من حين تصلى الصبح حتى ترتفع الشمس قيد رمح ومن حين تصفر الشـمـس إلـى غـروبهـا،قال:فأى الدعاء أسمع؟قال:شطر الليل الآخر وأدبار المكتوبات،قال:فمتى غروب الشمس؟ قـال:مـن أول مـا تـصفر الشمس حين تدخلها صفرة إلى حين تغرب الشمس.(مصنف عبد الرزاق،باب الساعة التى يكره فيها الصلاة (ح:۳۹۴۸)انيس)

(۴) مصباح الظلام:

(۵) فتـح البارى،كتـاب الـدعـوات،بـاب الـدعـاء بـعد الصلاة،رقم الحديث: ۳۰۸۳/جـامـع الترمذى،كتاب الدعوات،باب بلا ترجمه،رقم الحديث:۶۳۳۴،ص:۵۵۱،بيت الأفكار،انيس

(۸) أخرج الطبرانی من روایة جعفربن محمد الصادق قال: الدعاء بعد المکتوبة أفضل من الدعاء بعد النافلة کفضل المکتوبة علی النافلة. (المواهب للقسطلانی نقلا عن الحافظ ابن حجر)(۱)

(۹) عن أبی أمامة رضی اللّٰه عنه قال: ما دنوت من رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم فی دبر صلاة مکتوبة ولاتطوع إلا سمعته یقول: "اللّٰهم اغفرلی ذنوبی وخطایای کلها، اللّٰهم انعشنی واجبرنی واهدنی لصالح الأعمال والأخلاق، إنه لا یهدی لصالح الأعمال ولایصرف سیئها إلا أنت. (۲)

وروی النسائی وغیره، اللّٰهم أصلح لی دینی الذی جعلته لی عصمة وأصلح لی دنیای التی جعلت فیها معاشی، اللّٰهم إنی أعوذ برضاک من سخطک، وأعوذ بعفوک من نقمتک، وأعوذبک منک، لا مانع لما أعطیت، ولا معطی لما منعت، ولا ینفع ذا الجد منک الجد. (۳)

وروی أبوداؤد إذا انصرفت من المغرب فقل: " اللّٰهم أجرنی من النار "سبع مرات، إذا قلت ذٰلک ثم مت فی لیلتک کتب لک جِوازٌمنها وإذا صلیت الصبح فقل کذٰلک، إن مت فی یومک کتب لک جِوازٌمنها. (ابن السنی)(۴)

(۱۰) عن عطاء بن أبی مروان، عن أبیه أن کعبا رضی اللّٰه عنه حلف له باللّٰه الذی فلق البحر لموسی إنا لنجد فی التوارة: إن داؤد نبی اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم، کان إذا انصرف من صلٰوته قال: اللّٰهم اصلح لی دینی الذی جعلته لی عصمة، واصلح لی دنیای التی جعلت فیها معاشی، اللّٰهم إنی أعوذ برضاک من سخطک، وأعوذ بعفوک من نقمتک، وأعوذبک منک، لا مانع لما أعطیت، ولا معطی لما منعت، ولا ینفع ذاالجد منک الجد. قال وحدثنی کعب أن صهیبًاحدثه أن محمّدًا صلّی اللّٰه علیه وسلّم کان یقولهن عند انصرافه من صلاته. (النسائی)(۵)

(۱) المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة: ۲٦٥/۳، المکتبة التوفیقیة القاهرة، انیس

(۲) عمل الیوم واللیلة لابن السنی، باب ما یقول فی دبرصلاة الصبح (رقم الحدیث: ۱۱٦) ٦۱/۱، مکتبة دارالبیان، انیس

(۳) سنن النسائی، باب السلام نوع آخر من الدعاء عند الانصراف من الصلاة (رقم الحدیث: ۱۳٤٥) ۸۲/۲، دارالمعرفة بیروت، انیس

(۴) عمل الیوم واللیلة لابن السنی، باب یقول فی دبر صلاة الصبح (رقم الحدیث: ۱۳۹) ۷۲/۱، دارالبیان بیروت / سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب ما یقول إذا أصبح (رقم الحدیث: ٥۰۷۹) ص: ٥٤۸، بیت الأفکار، انیس

(۵) سنن النسائی، باب السلام نوع آخرمن الدعاء عند الانصراف من الصلاة (ح: ۱۳٤٥) ۸۲/۲، دارالمعرفة بیروت / عمل الیوم واللیلة للنسائی، الاستعاذة فی دبر الصلوات (ح: ۱۳۷) / مسند البزار، کعب الأحبار عن صهیب (ح: ۲۰۹۲) / القدر للفریابی، باب ما روی فی أولاد المشرکین (ح: ۱۸۳) / الدعوات الکبیر، باب القول والدعاء والتسبیح فی دبر الصلاة (ح: ۱۱۷) انیس

(۱۱) عن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ عنہ قال: أخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وعلٰی آلہ وسلم بیدی یومًا، ثم قال:یا معاذ واللّٰہ إنی لأحبک فقلت لہ بأبی وأمی:یارسول اللّٰہ !وأنا واللّٰہ أحبک ، فقال:أوصیک یا معاذ لا تدعن فی دبر کل صلاۃ أن تقول: اللّٰھم أعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک، قال: وأوصٰی بذٰلک معاذالصنابحی وأوصٰی الصنابحی أباعبد الرحمن الحُبُلِیَّ وأوصٰی أبوعبد الرحمٰن عقبۃ بن مسلم. (ھٰذاحدیث صحیح علٰی شرط الشیخین ولم یخرجاہ وقال الذھبی فی التلخیص: علٰی شرطھما) (المستدرک للحاکم: ۲۷۳/۱)/وأخرجہ أبوداؤد/والنسائی/وصححہ ابن حبان)(۱)

(۱۲) عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللّٰہ عنہ قال: إن رسول ا للّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کان إذا فرغ من الصلٰوۃ وسلّم قال: لاإلٰہ إلااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ،لہ الملک ولہ الحمد وھوعلٰی کل شئ قدیر،اللّٰھم لامانع لماأعطیت،ولامعطی لما منعت،ولاینفع ذالجد منک الجد،ولفظ البخاری فی کتاب الاعتصام أنہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کان یقول ھٰذہ الکلمات دبر کل صلاۃ وفی کتاب الصلاۃ فی دبر کل صلاۃ مکتوبۃ. (رواہ البخاری/ومسلم/وأبوداؤد/والنسائی)(۲)

(۱۳) عن أنس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ أنّ النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کان إذا صلّٰی وفرغ مسح بیمینہ علٰی رأسہ وقال: بسم اللّٰہ الذی لاإلٰہ إلا ھوالرحمن الرحیم ،اللّٰھم اذھب عنی الھم والحزن.(رواہ الطبرانی والبزار)(۳)

(۱۴) عن أنس قال:ما صلّی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم صلاۃ مکتوبۃ قط إلا حین أقبل علینا بوجھہ،قال:أللھم إنی أعوذ بک من کل عمل یخزینی، وأعوذبک من کل صاحب

(۱) المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم،ذکرمناقب أحدالفقھاء الستۃ من الصحابۃ معاذ بن جبل رضی اللّٰہ عنہ (ح: ۵۲۶۰)/سنن أبی داؤد، کتاب الوتر،باب فی الاستغفار (ح: ۱۵۲۲) ص: ۱۸۱،بیت الأفکار/سنن النسائی،نوع آخر من الدعاء (ح: ۱۳۰۲) ۶۱/۲،دارالمعرفۃ بیروت/صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان ، کتاب الصلاۃ ، فصل فی القنوت ، ذکر الأمر بسؤال العبدجل وعلا أن یعینہ علٰی ذکرہ وشکرہ وعبادتہ فی عقب صلاتہ (ح: ۲۰۲۰-۲۰۲۱)۳۶۵/۵، مؤسسۃ الرسالۃ،انیس

(۲) صحیح البخاری، کتاب الدعوات،باب الدعاء بعد الصلاۃ (ح: ۶۳۲۰) ص:۱۲۱۸،بیت الأفکار/الصحیح لمسلم،کتاب المساجد،باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ (ح: ۵۹۳)ص: ۲۳۶،بیت الأفکار/سنن أبی داؤد، کتاب الوتر،باب ما یقول الرجل إذا سلم (ح: ۱۵۰۵) ص: ۱۷۹،بیت الأفکار/سنن النسائی،نوع آخر من القول عند انقضاء الصلاۃ (ح: ۱۳۴۰) ص: ۷۹،دارالمعرفۃ،بیروت،انیس

(۳) الدعاء للطبرانی،باب منہ (ح: ۶۵۹)/المعجم الأوسط،من اسمہ بکر (ح: ۳۱۷۸)/حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء،معاویۃ بن قرۃ ومنھم البسام بالنھار :۳۰۱/۲،انیس

یـردیـنـی،وأعوذ بک من کل عمل یلهیی، وأعوذ بک من کل فقرینسیی، وأعوذ بک من کل غنی یطغییی.(رواہ البزار/وأبو یعلی)(۱)

(۱۵) عن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم إذاسلم من الصلاۃ قـال: الـلّٰهم اغفرلی ما قدمت وماأخرت وماأسررت وماأعلنت وماأسرفت وماأنت أعلم به منی أنت المقدم وأنت المؤخر لاإلٰه إلاأنت.(رواہ أبوداؤد)(۲)

(۱۶) عن ثوبان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کان إذاأرادأن ینصرف من صلاته استغفرثلاث مرات ثم قال أللّٰهم أنت السلام، إلخ.(رواہ أبوداؤد)(۳)

(۱۷) عـن زیـد بـن أرقـم رضـی اللّٰہ عنہ قال:کان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول فی دبـرکـل صـلاتـه: اللّٰهم ربّنا وربّ کل شئ أنا شهید أنک الرب لاشریک لک،اللّٰهم ربنا ورب کـل شئ أنا شهید أن محمداً عبدک ورسولک،اللّٰهم ربنا ورب کل شئ أنا شهید أن العباد کلهم إخـوۃ ، اللّٰهم ربّنا وربّ کل شئ اجعلنی مخلصا لک وأهلی فی کل ساعة من الدنیا والاٰخرۃ یاذا الجلال والإکرام أسمع واستجب اللّٰہ الأکبر اللّٰہ الأکبر، اَللّٰہ نور السمٰوات و الأرض ، اللّٰہ الأکبر حسبی اللّٰہ ونعم الوکیل ، اللّٰہ الأکبر اللّٰہ الأکبر.(رواہ أبوداؤد والنسائی وأحمد)(۴)

(۱۸) عـن عـقبة بن عامر رضی اللّٰہ تعالی عنہ قال: أمرنی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ان اقرأ بالمعوذات دبر کل صلاۃ.(رواہ أبوداؤد)(۵)

(۱۹) فـی مسـنـد الإمـام أحمد وسنن ابن ماجة وکتاب ابن السنی عن أم سلمة رضی اللّٰہ

---

(۱) مسـنـد البـزار،مسندأبی حمزۃ أنس بن مالک (ح:٤٧٤٩)٤/١٤/٣٢/مسـنـد أبی یعلی الموصلی،سعید بن سنان عن أنس بن مالک (ح: ٤٣٥٢)/ یہی عبارت "عمل الیوم واللیلة" میں بھی ہے،لیکن اس میں:عن أنس،قال:ما صلّی بـنـا رسـول الـلّٰـہ صـلی اللّٰہ علیہ وسلّم صلاۃ مکتوبة قط إلا حین أقبل علینا بوجهه،قال:أللّٰهم إنی أعوذ بک من کل عـمـل یـخـزینی وأعوذبک من کل صاحب یردینی وأعوذ بک من کل عمل یلهینی وأعوذ بک من کل فقرینسینی وأعـوذ بک مـن کـل غـنـی یـطـغـیـنـی.(عـمـل الـیـوم والـلـیـلـة لابـن الـسـنـی،بـاب مـا یقول فـی دبـرصلاۃ الصبح (ح: ١٢٠)١/٦٣،مکتبة دارالبیان،انیس)

(۲) کتاب الوتر،باب مایقول الرجل إذا سلم (ح:١٥٠٩) ص: ١٨٠،بیت الأفکار انیس

(۳) کتاب الوتر،باب مایقول الرجل إذا سلم (ح:١٥١٣)ص: ١٨٠،بیت الأفکار،انیس

(۴) مسـنـد الإمـام أحـمـد،حدیث زید بن أرقم (ح:١٩٢٩٣)/سـنـن أبـی داؤد،بـاب مـا یقول الرجل إذا سلم (ح:١٥٠٨)/السنن الکبریٰ للنسائی،نوع آخر فی دبر الصلاۃ (ح:٩٨٤٩)انیس

(۵) مسـنـد الإمـام أحـمد بن حنبل ،بقیة حدیث عقبة بن عامر الجهنی (ح: ١٧٧٩٢)/سـنن أبی داؤد،باب فی الاستغفار (ح:١٥٢٣)انیس

تعالٰی عنها قالت: كان رسول اللّٰه صلّی اللّٰه عليه وسلّم إذا صلّی الصبح قال: اللّٰهم إنی اسألک علما نافعًا وعملاً متقبلاً ورزقاً طيباً.(كتاب الأذكار للنوی)(۱)

(۲۰) وبعد صلوتی الصبح والمغرب أيضاً قبل أن يتكلم: اللّٰهم أجرنی من النار سبع مرات.(رواه أبوداؤد والنسائی وابن حبان)(الحصن الحصين للجزری)(۲)

(۲۱) عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما﴿فإذا فرغت فانصب﴾يقول: فإذا فرغت ممّا فرض عليک من الصلاة فاسأل اللّٰه وأرغب إليه وانصب له.(تفسير ابن جرير طبری)(۳)

(۲۲) عن انس رضی اللّٰه عنه قال دخل النبی صلّی اللّٰه عليه وسلّم علی أم سليم (إلٰی قوله) ثم قال: إلی ناحية من البيت فصلّی غير المكتوبة فدعا لأم سليم وأهل بيتها.(ا الحديث)(رواه البخاری)(۴)

(۲۳) عن عبد اللّٰه بن الزبير رضی اللّٰه عنهما أن النبی صلّی اللّٰه عليه وسلّم كان يقول فی دبر الصلاة: لا إلٰه إلاالـلّٰـه وحده لا شريک له له الملک وله الحمد وهوعلٰی كل شئ قدير لا حول ولا قوة إلا باللّٰه لاإلٰه إلا اللّٰه ولانعبد إلا إيّاه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن الجميل لا الٰه إلا اللّٰه مخلصين له الدين ولو كره الكٰفرون.(رواه مسلم)(۵)

(۲۴) عن عبد الرحمن بن غنم رضی اللّٰه تعالی عنه عن النبی صلّی اللّٰه عليه وسلّم قال: من قال قبل أن ينصرف ويثنی رجليه من صلاة المغرب والصبح: لا الٰه الا اللّٰه وحده لا شريک له،الخ،عشر مرات،الخ.(رواه أحمد)(۶)

---

(۱) مسند الإمام أحمد،حديث أم سلمة زوج النبی صلی اللّٰه عليه وسلم (ح: ٢٦٥٢١)/سنن ابن ماجة،باب مايقال بعدالتسليم (ح: ٩٢٥)/مسند أبی يعلی الموصلی،مسند أم سلمة (ح: ٦٩٥٠)/ عمل اليوم والليلة لابن السنی،نوع آخر (ح: ٥٤)/كتاب الأذكار،باب الحث علی ذكر اللّٰه تعالٰی بعد صلاة: ١/١٤٥،انيس

(۲) مسند الإمام أحمد،حديث الحارث التميمی (ح: ١٨٠٨٤)/سنن أبی داؤد،باب مايقول إذا أصبح (ح: ٥٠٧٩)/صحيح ابن حبان،باب كتبة اللّٰه عزوجل جوازاً من النار (ح: ٢٠٢٢)/عمل اليوم والليلة لابن السنی، نوع آخر (ح:١٣٩) / تحفة الذاكرين بعدة الحصن الحصين ، صفة الصلاة علی النبی صلی اللّٰه عليه وسلم: ١/١٨٨،انيس

(۳) تفسير الطبری،تفسير سورة الم نشرح: ٢٤/٤٩٧،دارهجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان.انيس

(۴) صحيح البخاری،باب من زار قوماً فلم يفطر عندهم (ح: ١٩٨٢)انيس

(۵) مسند الإمام أحمد،حديث عبداللّٰه بن الزبير بن العوام (ح: ١٦١٢٢)/الصحيح لمسلم،باب استحباب الذكر بعد الصلاة (ح: ٥٩٤)/سنن النسائی،نوع آخر من القول عند انقضاء الصلاة (ح: ١٣٤٠)انيس

(۶) مسند الإمام أحمد،حديث عبد الرحمن بن غنم الأشعری (ح: ١٧٩٩٠)/المستدرک للحاكم،كتاب الدعاء والتكبير والتهليل والتسبيح ، عن البراء بن عازب (ح: ١٨٤٥)انيس

(۲۵) کان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم إذا صلّی الصبح وھو ثَانٍ رِجُلَہ یقول: سبحان اللّٰہ وبحمدہ واستغفر اللّٰہ انہ کان توابا ، سبعین مرّۃ ثم یقول سبعین بسبعٍ مائۃ. (الحدیث)(رواہ الطبرانی فی الکبیر)(۱)

اوپر کی تین حدیثوں میں حمد وثناء کا بیان ہے، جو افضل ترین دعا ہے۔

قال صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: خیر الدعاء دعاء یوم عرفۃ وخیر ما قلت أنا والنبیون من قبلی: لا إلٰہ إلاّ اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر. رواہ مالک والترمذی وأحمد وغیرھم، (۲) شرح النقایۃ للقاری ... وقیل لابن عیینۃ : ھٰذا ثناء فلم سماہ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم دعاء ، فقال: الثناء علی الکریم دعا ء لأنہ یعرف حاجتہ ، فتح، قلت: یشیر بھٰذا إلی خبر من شغلہ ذکری عن مسألۃ أعطیتہ افضل ما أعطی السائلین ومنہ قول أمیۃ بن أبی الصلت فی مدح بعض الملوک:

أ أذکر حاجتی أم قد کفانی		ثناؤک ان شیمتک الحیاء
إذا أثنی علیک المرء یومًا		کفاہ من تعرضک الثناء

(رد المحتار: ۱۹۰/۲)(۳)

(۲۶) إن اللّٰہ تعالی کرہ لکم ثلاثاً : اللغو عند القراٰن ورفع الصوت فی الدعاء والتخصر فی الصلوٰۃ. (عب) عن یحییٰ بن کثیر مرسلاً)(الجامع الصعیر: ۷۰/۱)(۴)

عبارات فقہ:

حنفیہ:

(۱) إذا دعا بالدعاء المأثور جھرًا وجھر معہ القوم أیضًا لتعلّموا الدعاء لابأس بہ وإذا تعلموا حینئذ یکون الجھر بدعۃ. (الفتاویٰ الھندیۃ: ۳۱۸/۵. البزازیۃ بھامش الھندیۃ: ۱۰۰/٤)(۵)

---

(۱) عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی،نوع آخر (ح: ١٤١)/المعجم الکبیر للطبرانی،ضحاک بن زمل الجھنی (ح:٨١٤٦) انیس

(۲) موطأ الإمام مالک،ماجاء فی الدعاء (ح: ٣٢) ت:عبدالباقی/مصنف عبدالرزاق الصنعانی،باب فضل أیام العشر والتعریف فی الأمصار (ح: ٨١٢٥)/مسند الإمام أحمد،مسند عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص (ح: ٦٩٦١)/ سنن الترمذی،باب (ح:٣٥٨٥)انیس

(۳) ردالمحتار،فصل فی الإحرام وصفۃ المفرد:٥٠٧/٢،دارالفکر بیروت.انیس

(۴) الجامع الصغیر وزیادتہ (رقم الحدیث:٣٥٥٣) ٣٥٥٣/١،انیس

(۵) الفتاویٰ الھندیۃ،الباب الرابع فی الصلاۃ والتسبیح ،الخ،انیس

(۲)　واعظ یدعو کل اسبوع بدعاء مسنون جهراً لتعليم القوم ويخافته القوم إذا تعلم القوم خافت هو أيضاً وان جهر فهو بدعة. (الفتاویٰ البزازية على هامش الهندية: ٤٢/٤)

(۳)　ويستحبّ للإمام (إلٰى) وإن يستقبل بعده الناس (إلى) ثم يدعون لأنفسهم وللمسلمين رافعي ايديهم ثم يمسحون بها وجوههم فى اٰخره. (نور الایضاح)(۱)

(۴)　قال العلامة الشاه محمد أنورقدس سره: نعم أصل سنة الدعاء يحصل بغيررفع اليدين و لذا قل النقل فى الرفع بعد الصلاة وإنما الرفع كمال فى السنة تحصل سنته به وبغيره فلا سبيل إلٰى تبديع من رفع ولا إلٰى تجهيل من ترك وأما الأمور المحدثة من عقد صورة الجماعة للدعاء كجماعة الصلاة والإنكار علٰى تاركها ونصب إمام ثم ائتمام به فيه وغيرذٰلك من قلة العلم و كثر ة الجهل والجاهل إما مفرط أومفرّط واللّٰه الموفق للصواب. (النفائس المرغوبة للمفتى كفاية اللّٰه رحمه اللّٰه: ۳۷)(احسن الفتاویٰ: ۳/۶۰-۶۴)

کیا نماز کے فوراً بعد دعا ہے یا وقفہ کے ساتھ:

سوال: زید کہتا ہے کہ فرض نماز کے سلام اور دعا کے درمیان تھوڑا وقفہ دیکر دعا مانگنا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ حامداً ومصلیًا

حدیث شریف میں نماز کے بعد دعا کا حکم ہے، وقفہ کا ذکر حدیث شریف میں نہیں، ’’بعد‘‘ سے بظاہر متصلاً ہی مراد ہے، تاہم اگر معمولی وقفہ ہوجائے، تب بھی مضائقہ نہیں۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۵۵ھ

جن فرض کے بعد سنت بھی ہے، اس کے بعد وقفہ نہیں چاہیے، جیسے: مغرب، عشا، ظہر اور جن کے بعد سنت نہیں ہیں، ان کے بعد وقفہ دے کر دعا ہے۔(۳)

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/ جمادی الاولی/ ۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۶۸۰-۶۸۱)

---

(۱)　نورالإيضاح، فصل الأذكار الواردة بعد الفرض: ٦٧، المكتبة العصرية. انيس

(۲-۳)　عن عائشة رضى اللّٰه تعالٰى عنها قالت: كان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم اذا سلم لم يقعد إلامقدار مايقول: ’’اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام تباركت ياذا الجلال و الإكرام‘‘. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ٢١٨/١، قديمى)(رقم الحديث: ٥٩٢، انيس)

ويكره تأخير السنة إلابقدر: اللّٰهم أنت السلام إلخ. قال الحلوانى: لابأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. قال الحلبى: إن أريد بالكراهة التنزيهية، ارتفع الخلاف، قلت: وفى حفظى حمله على القليلة‘‘. (الدرالمختار)

(قوله: ارتفع الخلاف)؛ لأنه إذاكانت الزيادة مكروهة تنزيهًا كانت خلاف الأولٰى الذى هومعنى، لابأس ... لابأس بالفصل بالأوراد أى القليلة التى بمقدار: ’’اللّٰهم أنت السلام إلخ‘‘. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ٥٣١/١، سعيد)

دعا نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد:

سوال: ہمارے ایک امام صاحب عیدین کی نماز کے فوراً بعد دعا کرتے ہیں، جب کہ قدیم طریقۂ کار کے مطابق خطبۂ عید کے بعد دعا ہوتی تھی؟ (خواجہ معین الدین، خانہ پور)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

دعا تو نہ نماز کے بعد واجب ہے اور نہ خطبہ کے بعد، البتہ نماز کے بعد ضروری سمجھے بغیر، دعا کرنے کی گنجائش ہے، رسول اللہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد مختصر دعا فرمایا کرتے تھے،(۱) اس دعا کو بھی انفرادی طور پر کرنا بہتر ہے، نماز میں بھی دعا ہے؛ لیکن چونکہ نماز میں ہر طرح کی دعا نہیں کی جاسکتی؛ اس لیے نماز کے بعد لوگ اپنی اپنی ضرورت کے مطابق دعا کرلیں، خطبہ کے بعد مستقل طور پر دعا کرنا، رسول اللہ، صحابۂ کرام اور سلف صالحینؒ سے ثابت نہیں۔

(کتاب الفتاویٰ: ۳/ ۹۷-۹۸)

وتر کے بعد دعا:

سوال: تراویح میں وتر کے بعد امام کا بلند آواز سے اجتماعی دعا کرنا سنت ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

یہاں بھی آہستہ مستحب ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۱۰/ ۱۳۸۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/ ۷۰۸)

(۱) چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ سلام کے بعد ’’اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ‘‘ پڑھنے کے بقدر ہی بیٹھتے۔ (الجامع للترمذي، رقم الحديث: ۲۹۸، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة، محشی)

☆ **تراویح کے بعد دعا:**

سوال: تراویح ختم ہونے پر وتر سے پہلے اجتماعی دعا ہاتھ اٹھا کر کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس سے متعلق کوئی صریح جزئیہ نہیں، البتہ دعا بعد الصلوٰۃ کے کلیہ میں یہ بھی داخل ہے؛ کیوں کہ تراویح مستقل نماز ہے، لہٰذا انفراداً دعا کی گنجائش ہے، امام کے ساتھ بصورت اجتماعیہ دعا بدعت ہے، باآواز بلند ہو تو دوسری بدعت اور بالالتزام ہو تو تین بدعات کا مجموعہ، اس سے احتراز لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶/ شوال ۱۳۸۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۵۱۹)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً، إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾. (سورة الأعراف: ۵۵) ==

وتر، خطبہ کی اذان اور نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم:

سوال: خطبہ کی اذان کے بعد اور نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا اور تراویح اور وتر کے بعد نفل پڑھ کر اجتماعی دعا مانگنا، از روئے شریعت کیسا ہے؟ (المستفتی: مستری حافظ انعام الٰہی محلّہ فراشخانہ، دہلی)

الجواب ـــــــــــــــــــ

خطبہ کے وقت جو اذان ہوتی ہے، اس کے بعد امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے دل میں دعا کا تصور کرلے زبان سے دعا نہیں پڑھنی چاہیے،(۱) جنازے کی نماز خود دعا ہے۔ اس کے بعد کوئی اجتماعی دعا ثابت نہیں۔ تراویح ختم ہونے پر دعا مانگ لینا اور پھر وتر و نفل کے بعد انفرادی طور پر دعا مانگنا، یہ افضل ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۴۵۳/۹)

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا عدم جواز:

سوال: بعد سلام نماز جنازہ کے، دعا کرنا اچھا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

بعد سلام بھی نماز جنازہ میں دعا پڑھنا اچھا ہے۔

کتبہ احمد حسن

بار دوم

سوال: بعد نماز جنازہ دعا مانگنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب ـــــــــــــــــــ اول

از مولوی احمد حسن

یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔

== عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم أنه قال: "خیر الدعاء الخفی"... "عن أنس رضی اللّٰه تعالٰی عنه مرفوعًا: "دعوة فی السر تعدل سبعین دعوةً فی العلانیة". (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت فی الوتر، الخ: ۹۳/۶، إدارة القرآن، کراچی)

وأما الأدعیة والأذکار فبالخفیة أولٰی. قلت: ... ویجتهد فی الدعاء، والسنة أن یخفی صوته لقوله تعالٰی: ﴿أدعوا ربکم تضرعًا وخفیة﴾. (ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی شروط الجمع بین الصلاتین بعرفة: ۵۰۷/۲، سعید)

(۱) عن عبد اللّٰه قال: کفی لغوًا إذا صعد الإمام المنبر أن تقول لصاحبک: أنصت. (رواه ابن أبی شیبة) (إعلاء السنن: ۸۹/۶) (مصنف ابن أبی شیبة، فی الکلام إذا صعد الإمام المنبر وخطب (ح: ۵۲۹۲) انیس)

برجندی شرح مختصروقایہ میں ہے:

”ولایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ لأنه یشبه الزیادۃ فیها،کذا فی المحیط، وعن أبی بکر بن حامد أن الدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ مکروہ ، وقال محمد بن الفضل: لابأس به،کذا فی القنیة“. (۱۸۰/۱)(۱)

اورصلاۃ جنازہ کوحقیقۃً دعاہے،مگرصورۃً تونمازہےاورہرنمازکےبعددعامسنون ہے،**لعموم الأدلة** ،پس اس عموم سےنمازجنازہ کےبعدبھی دعاکومسنون کہہ سکتے ہیں اورجنہوں نےمکروہ کہاہےتوظاہریہ ہےکہ مکروہ تنزیہی مرادلیاہے،اور **لابأس به** کاکلمہ گواکثرترک اولیٰ (یعنی جس کاجانب مخالف جائزاورمباح ہو) کےموقعہ پرہواکرتا ہے،مگرکبھی مستحب کےمعنی میں بھی ہوتاہے۔(**صرح به فی رد المحتار: ۱/۱۲٤**)

پس یہ کلمہ یاتویہاں مستحب پرمحمول ہے،یاجوازپربتقریرمذکور؛ بلکہ بقرینہ مقابلہ قولین بھی؛ کیوں کہ مکروہ تنزیہی کے معنی ظاہرہیں کہ جس کانہ کرنااولیٰ ہواورکرناناپسندیدہ ہو،سواگر **لابأس به** سےبھی یہی مرادہوتی تواس قول کالکھنا بظاہرتکرارغیرمفیدہوتا۔

غرض دونوں طرف وسعت ہے،استحباب میں بھی اورعدم استحباب میں بھی اوراحقرکےنزدیک استحباب راجح ہے۔”**وللناس فیما یعشقون مذاهب**“۔فقط

کتبہ احمدحسن

(جواب ثانی)الجواب ــــــــــــــــ هوالموفق للصواب

اس مسئلہ میں کتب فقہ میں دوروایتیں پائی جاتی ہیں،ایک روایت عدم جوازکومقتضی ہےاوردوسری روایت جواز بکراہت کو،چناں چہ البحرالرائق جلددوم،صفحہ:۱۸۳میں ہے:

”(قوله: وهی أربع تکبیرات بثناء بعد الأولیٰ وصلاۃ علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بعد الثانیة ودعاء بعد الثالثة)... وقید بقوله:”بعدالثالثة“ لأنه لا یدعو بعد التسلیم،کما فی الخلاصة، وعن الفضلی: لابأس به“ انتهیٰ. (۲)

پہلی عبارت عدم جوازپردال ہے،جس کوصاحب بحرنےقوی قراردیاہےاوردوسری عبارت جوبطورروایت فضلیؒ

(۱) ولایقوم الرجل بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ،لأنه قد دعا مرۃ لأن أکثر صلاۃ الجنازۃ الدعاء.(المحیط البرهانی، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز: ۲/۲۰۵،دارالفکر بیروت.انیس)

وعن أبی بکربن حامد أن الدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ مکروہ ، وقال محمد بن الفضل: لابأس به.(قنیة المنیة لتتمیم الغنیة،باب الجنائز: ۳۳-۳٤،مخطوطة جامعة الملک سعود.انیس)

(۲) کتاب الجنائز،فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۱۹۷،دارالکتاب الإسلامی بیروت،انیس

سے نقل کیا ہے، جس میں لابأس به مذکور ہے، وہ مشیر بجواز ہے، علیٰ هذا، برجندی میں جو محیط سے نقل کیا ہے، وہ یہ ہے:

"لایقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لأنه يشبه الزيادة فيها، كذا فی المحيط، وعن أبی بكر بن حامد: أن الدعاء بعد صلاة الجنازة مكروه، وقال محمد بن الفضل: لابأس به". (۱)

اور اسی طرح یہ دونوں قول صاحب قنیہ سے بھی نقل کئے گئے ہیں۔

اور ملا علی قاریؒ شرح مشکوٰۃ، باب الجنائز تحت حدیث مالک بن ہبیرہ تحریر فرماتے ہیں:

"ولایدعو للميت بعد صلاة الجنازة؛ لأنه يشبه الزيادة فی صلاة الجنازة". (۲)

اور کبیری میں ہے:

"فی السراجية: إذا فرغ من الصلاة لايقوم بالدعاء". (۳)

بالجملہ ان عبارتوں سے عدم جواز دعا کی ترجیح ثابت ہوتی ہے اور یہ گفتگو محض دعا بعد صلوٰۃ الجنازۃ کے متعلق ہے؛ لیکن اصل سوال اس دعا کے متعلق واقع ہے، جو اس زمانہ میں بعض بلاد میں متعارف ہو رہا ہے، بعض بلاد میں تو یہ متعارف ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص حاضرین کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ ہر شخص بارہ بارہ دفعہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہونچائے اور بعض بلاد میں یہ متعارف ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر دعا میں مشغول ہوتے ہیں اور اس دعا کا اس قدر التزام کیا ہے کہ واجب کے درجہ میں پہونچا دیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس میں شریک نہ ہو تو اس کو وہابی اور بد دین کہتے ہیں، ایسی حالت میں یہ دعا بعد صلاۃ الجنازہ اس وجہ سے بھی زیادہ ممنوع ہوگئی کہ حد بدعت میں داخل ہوگئی۔

علاوہ ازیں حدیث شریف میں جنازہ کے متعلق "أسرعوا" کا حکم ہے، (۴) اور یہ تاخیر جو سورۂ اخلاص پڑھنے کی وجہ سے، یا دعا میں مشغول ہو رہنے کی وجہ سے ہوئی، وہ اس امر بالاسراع کے منافی ہے، لہٰذا مکروہ اور ناجائز ہوگی۔ فقط

خلیل احمد عفی عنہ۔ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱/۱۲۵-۱۲۸)

---

(۱) تقدم: المحيط البرهانی: ۲/۲۰۵/ قنية المنية لتتميم الغنية، باب الجنائز: ۳۳-۳۴. انيس

(۲) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب المشی بالجنازة: ۲/۳۶۹، طبع: أصح المطابع، بمبئ (الفصل الثالث، رقم الحديث: ۱۶۸۷، انيس)

(۳) السراجية علیٰ هامش فتاویٰ قاضی خان: ۱/۱۴۱، مطبع مصطفائی، كلكتة

(۴) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم: "أسرعوا بالجنازة، فإن تک صالحة فخير تقدمونها إليه، وإن يک سوىٰ ذلک، فشر تضعونه عن رقابكم". متفق عليه (صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب: حمل الرجال الجنازة دون النساء، ص: ۲۵۶، رقم الحديث: ۱۳۱۵، بيت الأفكار/ الصحيح لمسلم، كتاب الجنائز، باب: الإسراع بالجنازة، ص: ۳۶۶، رقم الحديث: ۹۴۴، بيت الأفكار/ كذا فی المشكاة: ۱۴۴ (المشی بالجنازة والصلاة عليها، الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۶۴۶، انيس)

پنجگانہ نماز میں دو دفعہ دعا کا التزام:

سوال: عرض خدمت یہ ہے کہ حسب ذیل مسائل کا حل از کتب احادیث بر طریقۂ ابوحنیفہ مع دلائل وبراہین صراحۃً تحریر فرما کر عنداللہ ماجور فرما کر عندالناس مشکور فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ!

امام بلاناغہ پنجگانہ نماز میں دو وقت دعا مانگتا ہے، اول: بعد ادائے فریضہ، دوم: بعد اتمام سنت، ہر نماز میں بعد ادائے سنت جو دعاء مانگی جاتی ہے، اس میں فاتحہ کا پڑھنا لازمی سمجھا جاتا ہے، بعض مقتدیوں کو اس سے اختلاف ہے، لہذا یہ تحریر فرمائیے گا کہ دعائے اول وثانی کا حق امام کو ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی دلیل کیا ہے اور امام کا ہر نماز کے بعد دعا میں فاتحہ کا کہنا اور مقتدیوں کا تعمیل کرنا حنفی مذہب میں جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نفس دعا مطلقاً مامور بہ ہے، (۱) اور بعد صلوۃ خصوصیت سے مقرون بالا جابۃ ہوتی ہے، احادیث میں کثرت سے اس کی فضیلت وارد ہے؛ (۲) لیکن دو مرتبہ جیسا کہ سائل نے بیان کیا دعا مانگنا قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں، کتب معتبرہ حدیث وفقہ میں اس کا کہیں ذکر نہیں، پس معلوم ہوا کہ یہ طریقہ محدث (نئی بات) ہے، اس پر التزام کرنا اور بھی شنیع ہے۔ (۳) بعض نواح میں فرض، جیسا معاملہ اس دعا کے ساتھ کیا جاتا ہے؛ بلکہ فرض سے بڑھ کر، مثلا: اگر کوئی

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿أدعوا ربکم تضرعًا وخفيةً إنه لايحب المعتدين﴾. (الأعراف: ٥٥)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فادعوا اللّٰہ مخلصين له الدين ولو كره الكافرون﴾ (المؤمن: ١٤)

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وإذا سئلک عبادی عنی فإني قريب، أجيب دعوة الداع إذا دعانِ فليستجيبوا لی وليؤمنوا بی لعلهم يرشدون﴾ (البقرة: ١٨٦)

(۲) عن أبی أمامة رضی اللّٰہ عنه قال: قيل يارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه وسلم: أی الدعاء أسمع؟ قال: "جوف الليل ودبر الصلوات المكتوبات". (وقال الترمذی: هذا حديث حسن. جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمة: ١٨٧/٢، سعيد) (رقم الحديث: ٣٤٩٩، انيس)

وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب وجمعية بكليته على المطلوب، وصادف وقتاً عن أوقات الإجابة الستة، وهو: الثلث الأخير عن الليل، وعند الأذان، وبين الأذان والإقامة، وأدبار الصلوات المكتوبات، وعند صعود الإمام يوم الجمعة على المنبر حتی تقضی الصلاة من ذلک اليوم، وآخر ساعة بعد العصر، وصادف خشوعًا فی القلب". (الجواب الكافی فيمن سئل عن الدواء الشافی، المعروف بالداء بالدواء لابن قيم الجوزية، فصل: أوقات الإجابة، ص: ١٦، مكتبة روضة القرآن)

"أحوال الإجابة... ودبر الصلوات المكتوبات". (الحصن الحصين، ص: ٦٣، دار الإشاعت كراچی)

(۳) عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه وسلم: "من أحدث ==

تارک صلوۃ ہو جو کہ بالاتفاق فرض عین اور قطعی الثبوت ہے، اس پر طعن و تشنیع نہیں کی جاتی؛ لیکن اگر کوئی دعائے ثانیہ کو چھوڑ آوے، جو کہ مستحدث و بے اصل ہے، اس پر سب وشتم، لعن وطعن کیا جاتا ہے، بسا اوقات فساد کی نوبت آتی ہے، ایسے شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے آدمی ایسے شخص کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں، لہذا اس طریقہ کو ترک کرنا ضروری ہے۔

اگر کسی جگہ امر مندوب پر اصرار کیا جائے اور اس کو واجب کا درجہ دے دیا جائے تو وہ امر مندوب مکروہ ہو کر واجب الترک ہو جاتا ہے۔

"من أصر علٰی أمر مندوب وجعله عزمًا،ولم يعمل بالرخصة،فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر علٰی بدعة أو منكر،وجاء فی حديث ابن مسعود رضی اللّٰه تعالٰی عنه: إن اللّٰه عزوجل يحب أن تؤتی رخصه، كما يحب أن تؤتی عزائمه. انتهٰی".(عن الطيبی شرح المشكوة)(۱)

بدعت پر عمل ہی جائز نہیں، اصرار کی گنجائش کہاں ہو سکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ عامہ یہ تھی کہ فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا فرماتے تھے اور سنن ونوافل مکان پر، اگر چہ اس کے خلاف بھی ثابت ہے؛ مگر قلت کے ساتھ، لہذا اصل مسنون طریقہ سنن ونوافل میں یہ ہے کہ

== فی أمرنا هٰذا ما ليس فيه فهورد". (صحيح البخاری، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علٰی صلح جور فهو مردود: ۳۷۰/۱، قديمی) (رقم الحديث: ۲۶۹۷، انيس)

"وتعريف الشمنی لها(أی البدعة)بأنها ما أحدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللّٰه تعالٰی عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان،وجعل دينًا قويمًا وصراطاً مستقيمًا". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱-۵۶۱، سعيد) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس)

(۱) مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح ، كتاب الصلاة ، باب: الدعاء فی التشهد (رقم الحديث: ۹۴۶) : ۳ / ۳۱ ، رشيدية) السعاية: ۲۶۵/۴-۲۶۶)

"الإصرار علی المندوب يبلغه إلٰی حد الكراهة" آه.(السعاية ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة : ۲۴۵/۲، سهيل اكيڈمی، لاهور)

"رحم اللّٰه طائفة من المبتدعة فی بعض أقطار الهند حيث واظبوا علٰی أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراء تهم:"اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام إلخ". ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الإمام عقب الفاتحة جهرًا بدعاء مرةً ثانيةً، والمقتدون يؤمنون علٰی ذلك، وقد جری العمل منهم بذلك علٰی سبيل الالتزام والدوام حتی أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل بإجتماع الإمام والمأمومين ضروری واجب... ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلون خلف من لايصنع بمثل صنيعهم، وأيم اللّٰه! إن هذا أمر محدث فی الدين". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۱۶۷/۳، إدارة القرآن، كراچی) (بيان ما يقرأ إذا فرغ من الصلاة، رقم الحديث: ۹۳۹، انيس)

مکان پر ادا کی جائیں، ایسی حالت میں دعائے ثانیہ بحیثیت اجتماعیہ کی کوئی صورت نہیں، نیز ہر فرض نماز کے بعد تو سنتیں ثابت بھی نہیں، امام کا دعا میں فاتحہ کہنا اور مقتدیوں کا اتباع کرنا بے اصل اور بدعت ہے، جو لوگ اس کے ثبوت کے قائل ہیں، ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے۔

عن زيد بن ثابت رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "صلاة المرء فى بيته أفضل من صلاته فى مسجدى هٰذا، إلا المكتوبة". (رواه أبوداؤد و سكت عنه والمنذرى اهـ". إعلاء السنن: ۳۷/۷)(۱)

عن عبدالله بن شقيق قال: سألت عائشة رضى الله عنها عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تطوعه؟ فقالت: كان يصلى فى بيتى قبل الظهر أربعاً، ثم يخرج فيصلى بالناس، ثم يدخل فيصلى ركعتين، وكان يصلى بالناس المغرب، ثم يدخل فيصلى ركعتين، ويصلى بالناس العشاء، ويدخل بيتى فيصلى ركعتين، وكان يصلى من الليل تسع ركعات، فيهن الوتر. وكان يصلى ليلاً طويلاً قائمًا، وليلاً طويلاً قاعدًا وكان إذا قرأوهو قائم، ركع وسجد وهو قائم، وإذا قرأ قاعدًا، ركع وسجد وهو قاعد، وكان إذا طلع الفجر، صلى ركعتين". (رواه المسلم/ وزاد أبوداؤد: "ثم يخرج فيصلى بالناس صلوة الفجر"/ مشكاة المصابيح، ص: ۱۰٤)(۲) **فقط والله تعالىٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳/۱/۱۳۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۶/۴/۱۳۶۰ھ

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۶/۴/۱۳۶۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۴/۵-۶۹۸) ☆

---

(۱) رواه الشيخ ظفر أحمد العثمانى فى أعلاء السنن فى أبواب النوافل، باب أفضلية التطوع فى البيت ومع جوازه فى المسجد: ۵۷/۷، إدارة القرآن، كراچى/ رواه أبوداؤد فى سننه فى كتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع فى بيته: ۱۵٦/۱، إمدادية)(رقم الحديث: ۱۰۵۵)/ مختصر صحيح مسلم للمنذرى ت: ألبانى، باب صلاة النافلة فى البيوت (ح: ۳۷٤) : ۱۰۳/۱، المكتب الإسلامى بيروت/ الترغيب والترهيب للمنذرى ت: عمارة، الترغيب فى صلاة النافلة فى البيوت: ۲۸۰/۱، مكتبة مصطفى البابى الحلبى/ انيس)

(۲) رواه مسلم فى صحيحه فى كتاب صلاة المسافرين، باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن وبيان عددهن: ۲۵۲/۱، قديمى/ (باب: جواز النافلة قائماً وقاعداً، وفعل بعض الركعة قائماً وبعضها عدا، رقم الحديث: ۷۳۰، انيس)

ورواه أبوداؤد فى سننه فى كتاب الصلاة، باب تفريع أبواب التطوع وركعات السنة: ۱۸۵/۱، إمدادية، ملتان/ مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب السنن وفضلها: ۱۰٤/۱، قديمى)

==

نماز کے بعد دعائے ثانیہ:

سوال: بمبئی میں ہر نماز کے بعد "الفاتحة" کہا جاتا ہے اور ایک آیت کا وقت بھی نہیں لگتا، نہ معلوم کیا پڑھتے ہیں، لہذا اس کا صحیح طریقہ اور بمبئی کے فاتحہ کا درست طریقہ حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

الجو اب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نماز کے بعد دعا ثابت ہے اور قبول ہوتی ہے، جس کا جو دل چاہے، دعا کرے، اس میں امام کو بھی حق ہے اور مقتدیوں کو بھی حق ہے۔(۱)

☆== فجر اور عصر کے بعد دو وقت دعا کرنا:

سوال: فجر وعصر کے بعد دو مرتبہ دعا مانگنے کا ثبوت سنت سے ثابت ہے، یا نہیں؟

حامدًا و مصليًا الجوابــــــــــ و بالله التوفيق

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ فجر اور عصر؛ یعنی جن نمازوں کے بعد نوافل نہیں ہیں، داہنے یا بائیں مڑ کر تسبیح وتہلیل پڑھ کر دعا مانگنے کی تھی۔(قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"لأن أجلس مع قوم يذكرون الله عزوجل من صلاة العصر إلىٰ أن تغرب الشمس أحب إلي أن أعتق ثمانية من ولد إسماعيل".(الأذكار للنووی،باب ما يقول بعد العصر إلىٰ غروب الشمس:۱۲۸.انيس)

"عن صهيب رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يحرک شفتيه بعد صلاة الفجر بشيء،فقلت:يارسول الله!إنک تحرک شفتيک بشيء ماكنت تفعل،ماهٰذاالذى تقول؟قال : "أقول: أللّٰهم بک أحاول،وبک أصاول،وبک أقاتل".(عمل اليوم والليلة لابن السنی،باب مايقول فی دبرصلاة الصبح: ۱۰۵،رقم الحديث:۱۱۷،مكتبة الشيخ،انيس)

لہٰذا دو دعاؤں کا ثبوت نہیں۔ واللّٰه تعالىٰ أعلم وعلمه أتم وأحكم(مرغوب الفتاویٰ:۲/۲۰۰)

(۱) عن أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنه:قال:قيل يارسول الله تعالىٰ عليه وسلم:أى الدعاء أسمع؟ قال:"جوف الليل الأخيرودبرالصلوات المكتوبات".(قال الترمذی:هٰذاحديث حسن.جامع الترمذی،أبواب الدعوات، باب(بلاترجمة):۲/۱۸۷،سعيد)(رقم الحديث:۳۴۹۹،انيس)

"وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب وجمعيته بكليته على المطلوب،وصادف وقتاً عن أوقات الإجابة الستة، وهو: الثلث الأخيرعن اليل،وعند الأذان،وبين الأذان والإقامة،وإدبارالصلوات المكتوبات،وعند صعود الإمام يوم الجمعة على المنبر،حتى تقضى الصلاة من ذلک اليوم ، وآخرساعة بعد العصر ، وصادف خشوعًا فی القلب".(الجواب الكافى فيمن سئل عن الدواء الشافى،المعروف بالداء بالدواء لابن قيم الجوزية،فصل:أوقات الإجابة،ص:۱۶،مكتبة روضة القرآن)

لیکن سنتوں کے بعد سب کا اجتماعی طور پر دعا کرنا اور اس میں الفاتحہ پڑھنا اور اس کو اس طرح لازم سمجھنا کہ جو شخص اس میں شریک نہ ہو، اس کو ملامت کی جائے، یہ غلط ہے، نہ قرآن پاک سے ثابت ہے، نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، جو لوگ اس طریقہ کو لازم سمجھتے ہیں، ان سے حوالہ طلب کیا جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۲/۱۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/۲۰۵-۲۰۶)☆

(۱) ”عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:“من أحدث فی أمرنا هٰذا ما لیس فیه فهو رد”.(صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علیٰ صلح فهو مردود: ۱/۳۷۰، قدیمی)(رقم الحدیث: ۲۶۹۷/الصحیح لمسلم، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الأمور (ح:۱۷۱۸)/سنن أبی داؤد، باب فی لزوم الجماعة (ح:٤٦٠٦) انیس)

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من صنع أمرا غیر أمرنا فهو مردود.(مسند الإمام أحمد، مسند الصدیقة عائشة (ح:٢٤٤٥٠)/سنن أبی داؤد، باب فی لزوم الجماعة (ح:٤٦٠٦)انیس)

وفی رد المحتار: ”بأنها(أی البدعة)ما أحدث علیٰ خلاف الحق المتلقی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دیناً قویمًا وصراطًا مستقیمًا، آه، فافهم“.(کتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/٥٦٠-٥٦١، سعید)(مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

”رحم الله طائفة من المبتدعة فی بعض أقطار الهند حیث واظبوا علیٰ أن الإمام ومن معه یقومون بعد المکتوبة بعد قراء تهم: ”ألّلهم أنت السلام ومنک السلام، إلخ“. ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل یدعوا الإمام عقب الفاتحة جهرًا بدعاء مرةً ثانیةً، والمقتدون یؤمنون علیٰ ذلک، وقد جری العمل منهم بذلک علیٰ سبیل الالتزام والدوام حتی أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الإمام والمأمومین ضروری واجب...ومن لم یرض بذلک یعزلونه عن الإمامة ویطعنونه، ولا یصلون خلف من لایصنع بمثل صنیعهم، وأیم الله! إن هذا أمر محدث فی الدین“.(إعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وکیفیته وسنیة الدعاء والذکر بعد الصلاة: ٣/١٦٧، إدارة القرآن، کراچی)(بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلاة، رقم الحدیث: ٩٣٩، انیس)

☆ دعائے ثانی کا حکم:

سوال: پنج وقتی نمازوں کے بعد دعائے ثانی مانگنا کیسا ہے؟

حامدًا و مصلیًا الجواب ــــــــ وباللّٰه التوفیق

دعائے ثانیہ کا مروجہ طریقہ بعد نوافل اجتماعاً امام ومقتدیوں کا ثبوت عہد رسالت وصحابہؓ وتابعینؒ وائمۂ مجتہدین میں نہیں ملتا، یہ صرف رواج ہے، اسے ترک کرنا چاہیے اور اس کو اجتماعاً شرعاً ثواب سمجھ کر کرنا بدعت سیئہ ہے اور اپنی طرف سے بدون ثبوت شرعی ایک چیز کا دین میں اضافہ کرنا ہے، جو شرعاً معیوب وگناہ ہے۔

ہاں ہر شخص فرادیٰ فرادیٰ خواں سنت کے بعد خواہ نفل کے، جب چاہے دعا کرے، اسے اجازت ہے۔ والله تعالیٰ أعلم وعلمه أتم وأحکم (مرغوب الفتاویٰ:۲/۲۰۰)

دعائے ثانیہ وثالثہ:

سوال: احادیث سے الفاظ دعا کو تین، یا پانچ یا سات بار مانگنے کا حکم ثابت ہے؛ لیکن بعد فراغت نماز فرض تین بار ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت ہے، یا نہیں؟ اگر کوئی تین بار ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو جزء دین قرار دے اور تارک پر ملامت کرے تو ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

الجو اب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

ایک نماز کے بعد متعدد مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۵۷/۸/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/ شعبان/ ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۶/۵) ☆

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد". (ردالمحتار) (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علىٰ صلح فهو مردود: ۳۷۰/۱، قديمي) (رقم الحديث: ۲۶۹۷، انيس)

"بأنها (أي البدعة) ما أحدث علىٰ خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويمًا وصراطًا مستقيمًا، آه، فافهم". (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱-۵۶۱، سعيد) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس)

☆ نماز جمعہ کے بعد دعائے ثانیہ:

سوال: جمعہ کی نماز جماعت سے ہونے کے بعد ثانی دعا کرنا کیسا ہے؟

الجو اب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

جمعہ کے بعد سنتیں پڑھ کر ہر شخص اپنی نماز سے فارغ ہوکر دعا کرلیا کرے، یہ بہتر اور مستحب ہے؛ لیکن سنتوں سے فارغ ہوکر سب کا منتظر رہنا اور امام صاحب اور مقتدیوں کا پھرمل کر دعا کرنا، جیسا کہ بعض علاقوں میں بعض فرقوں کا شعار بن چکا ہے اور اس پر اتنا اصرار ہوتا ہے کہ سب وشتم اور لعن وطعن کی نوبت آتی ہے، یہ ثابت نہیں؛ بلکہ غلط طریقہ ہے، اس کو ترک کرنا چاہیے۔ ("رحم الله طائفة من المبتدعة في بعض أقطار الهند حيث واظبوا علىٰ أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراء تهم: "أللّٰهم أنت السلام ومنك السلام إلخ". ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الإمام عقب الفاتحة جهرًا بدعاء مرةً ثانيةً، والمقتدون يؤمنون علىٰ ذلك، وقد جرى العمل منهم بذلك علىٰ سبيل الالتزام والدوام، حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل بإجتماع الإمام والمأمومين ضروري واجب... ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلون خلف من لايصنع بمثل صنيعهم، وأيم الله! إن هذا أمر محدث في الدين". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۱۶۷/۳، إدارة القرآن، كراچي) (بيان ما يقرأ إذا فرغ من الصلاة، رقم الحديث: ۹۳۹، انيس) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۹/۵)

فرض نمازوں کے بعد سنن ونوافل سے فارغ ہوکر فاتحہ پڑھنا (دعا ثانی):

سوال: ظہر، مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد دعا مانگنے کے دو طریقے دیکھے جاتے ہیں، پہلا طریقہ یہ ہے کہ نماز کے بعد امام ومقتدی مل کر "اللّٰهم أنت السلام" إلخ کے ساتھ دوسری چند ادعیہ ماثورہ (مگر زیادہ طویل نہیں) مانگی جاتی ہیں، اس کے بعد سنن ونوافل مسجد میں، یا گھر جا کر پڑھ کر خود بخود دعا کر لیتے ہیں، امام ومقتدی جمع ہوکر دعا نہیں کی جاتی۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ فرائض کے بعد فقط "اللّٰهم أنت السلام" إلخ والی دعا مانگی جاتی ہے، پھر سنن وغیرہ مسجد میں پڑھ کر امام ومقتدی اکٹھے ہوکر الفاتحہ کہہ کر جماعت سے دعا کی جاتی ہے، اس سے مصلی کو بڑی تشویش ہوتی ہے، اس طریقہ کو (سنن کے بعد مل کر زور زور سے دعا کرنے کو) ضروری سمجھا جاتا ہے، بڑے اہتمام، التزام اور پابندیوں سے کیا جاتا ہے، کبھی بھی فوت نہ ہو، امام کے ساتھ شرط کی جاتی ہے کہ اس طرح فاتحہ پڑھنا ہوگا، مذکورہ طریقہ کے ثبوت میں آیت قرآنی ﴿فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ﴾ (۱) (آپ جب فارغ ہوں تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب کی طرف ہی رغبت کرو) حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم "الدعاء مخ العبادة" (دعا عبادت کا مغز ہے) پیش کرتے ہیں اور پہلے طریقہ والے کو تارک فاتحہ، منکر دعا، وہابی، بدعقیدہ کہتے ہیں اور اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھتے ہیں، ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ ان دونوں میں مطابق سنت کون سا طریقہ ہے، پہلا، یا دوسرا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

مسنون یہ ہے کہ جس طرح فرض نماز جماعت سے پڑھی ہے، دعا بھی جماعت کے ساتھ کی جائے؛ یعنی امام اور مقتدی سب مل کر دعا مانگیں اور جس طرح سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھی ہیں، دعا بھی الگ الگ مانگیں۔

لہذا صورت مسئولہ میں دونوں طریقوں میں سے پہلا طریقہ مسنون اور مطابق سنت ہے، دوسرا طریقہ خلاف سنت بے اصل، من گھڑت اور بلا دلیل ہے، الگ الگ سنتیں اور نفل پڑھنے کے بعد سب کا اکٹھا ہونا اور اکٹھے ہوکر دعا مانگنا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل اور فرمان سے ثابت ہے نہ صحابہؓ وتابعینؒ، تبع تابعین اور ائمہ دین میں سے کسی کے قول وعمل سے ثابت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور سلف صالحین (رضی اللہ عنہم) کا طریقہ یہ تھا کہ فرض نماز جماعت سے ادا فرما کر دعا بھی جماعت کے ساتھ (امام اور مقتدی سب مل کر) مانگا کرتے تھے اور پھر

(۱) سورة الم نشرح:۷۔انیس

(۲) سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الدعاء (ح:۳۳۷۱)/المعجم الأوسط، من اسمه بکر (ح:۳۱۹۶)/ الدعاء للطبرانی (ح:۸) انیس

سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھا کرتے تو دعا بھی الگ الگ مانگا کرتے تھے، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سنن گھر جا کر پڑھتے تھے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی یہی ہدایت فرماتے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے مسجد بنی عبد الاشہل میں نماز مغرب ادا فرمائی، نماز کے بعد دیکھا کہ جماعت میں شریک ہونے والے مسجد میں سنتیں اور نفلیں پڑھ رہے ہیں، فرمایا: یہ نمازیں تو گھر میں پڑھنے کی ہیں۔

(ابوداؤد اور ترمذی ونسائی، مشکوۃ شریف:۱۰۵)(۱)

بہرحال جب یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اکثر و بیشتر سنتیں گھر جا کر ادا فرماتے تھے تو امام و مقتدی مل کر باجماعت دعا مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیا سنتیں گھر میں پڑھ کر دوبارہ مسجد میں جمع ہوتے تھے؟ اور جماعت کے ساتھ دعا مانگا کرتے تھے، دعا مانگنے کے لیے دولت خانہ سے مسجد میں آنا تو درکنار واقعہ یہ ہے کہ کبھی کسی مصلحت، یا ضرورت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں سنتیں پڑھنے کا اتفاق ہوا، تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کے ساتھ مل کر دعا نہیں فرمائی؛ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فراغت کا انتظار کئے بغیر ایک ایک کرکے چلے جاتے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرأت فرماتے تھے کہ مصلی مسجد میں سے چلے جاتے تھے۔

كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يطيل القراءة فى الركعتين بعد المغرب، حتّٰى يتفرق أهل المسجد. (أبوداؤد : ۱۹۱/۱)(۲)

---

(۱) عن كعب بن عجرة : أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم صلى المغرب فى مسجد بنى عبد الأشهل فلما صلى قام ناس يتنفلون ، فقال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم : عليكم بهذه الصلاة فى البيوت. (المعجم الكبير للطبرانى، عن سعد بن كعب عن أبيه (ح: ۳۲۰)/صحيح ابن خزيمة، باب الأمر أن يركع الركعتين بعد المغرب فى البيوت (ح: ۱۲۰۱)/سنن النسائى، باب الحث على الصلاة فى البيوت و الفضل فى ذلك (ح: ۱۶۰۰)/سنن الترمذى، باب ماذكر فى الصلاة بعد المغرب أنه فى البيوت (ح: ۶۰۴)انيس)

عن زيد بن ثابت رضى اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "صلاة المرء فى بيته أفضل من صلاته فى مسجدى هٰذا، إلا المكتوبة". (أبوداؤد فى سننه فى كتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع فى بيته: ۱۵۶/۱، إمدادية، رقم الحديث: ۱۰۵۵ مختصر صحيح مسلم للمنذرى ت: ألبانى، باب صلاة النافلة فى البيوت (ح: ۳۷۴) : ۱۰۳/۱، المكتب الإسلامى بيروت/الترغيب و الترهيب للمنذرى ت: عمارة، الترغيب فى صلاة النافلة فى البيوت: ۲۸۰/۱، مكتبة مصطفى البابى الحلبى/سنن النسائى، باب الحث على الصلاة فى البيوت (ح: ۱۵۹۹)/ سنن الترمذى، باب ماجاء فى فضل صلاة التطوع فى البيوت (ح: ۴۵۰)انيس)

(۲) كتاب التطوع، باب: ركعتى المغرب أين تصليان؟ رقم الحديث: ۱۳۰۱، بيت الأفكار، انيس

اورحضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز پڑھی، پھر نماز میں مشغول ہوگئے، یہاں تک کہ مسجد میں سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی باقی نہ رہا۔ (شرح معانی الآثار:۲۰۱/۱)(۱)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ سنن کے بعد امام ومقتدی مل کر دعا مانگنے کا دستور تھا ہی نہیں، لہٰذا یہ دستور اور طریقہ خلاف سنت ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے؛ اس لیے کہ قبولیت عمل کے لیے ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ وہ مطابق سنت ہو۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ آیت کریمہ ﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ!

"لأن العمل إذا كان خالصًا غير صواب لم يقبل، وكذلك إذا كان صوابًا غير خالص فالخالص أن يكون لوجه الله، والصواب أن يكون على السنة". (۲)

یعنی جو عمل خالص (خاص خدا کے لیے) ہو، مگر صواب (مطابق سنت) نہ ہو تو وہ مقبول نہیں ہے، اسی طرح جو عمل صواب (مطابق سنت) ہو؛ مگر خالص نہ ہو، وہ بھی مقبول نہیں ہوتا عمل وہی مقبول ہوتا ہے، جو خالص ہو اور صواب؛ یعنی مطابق سنت بھی ہو۔ (تفسیر کبیر:۲۴۳/۸)(العبودیۃ:۱۹-۲۰)(۳)

حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے:

"لايستقيم قول وعمل ونية إلا بموافقة السنة".

(کوئی قول وعمل اور نیت ٹھیک نہیں ہوتی، جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ سنت کے مطابق نہ ہو) (تلبیس ابلیس:۹)(۴)

---

(۱) "عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: قال لى العباس رضى الله عنه: بت الليلة بآل رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء ثم صلى بعدها حتى لم يبق فى المسجد غيره". قال أبو جعفر: فهذا يدل على أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد كان يتطوع فى المسجد هذا التطوع الطويل فذلك عندنا حسن إلا أن التطوع فى البيوت أفضل منه لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: "خير صلاة المرء فى بيته إلا المكتوبة"، وهذا قول أبى حنيفة وأبى يوسف ومحمد بن الحسن رحمهم الله تعالىٰ. (شرح معانى الآثار، باب التطوع فى المساجد: ۳۳۹/۱، رقم الحديث: عالم الكتب. انيس)

(۲) تفسير الرازى، قوله تعالىٰ: ﴿ليبلوكم أيكم أحسن عملا﴾ سورة الملک: ۲، المسألة السادسة: ۵۶/۳۰، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) وكل محبة لا تكون لله فهى باطلة وكل عمل لا يراد به وجه الله فهو باطل، "الدنيا ملعونة ملعون ما فيها إلا ما كان لله" ولا يكون لله إلا ما أحبه الله ورسوله وهو المشروع. (العبودية لابن تيمية، كل عمل لا يراد به وجه الله باطل: ۱۲۰، المكتب الإسلامى بيروت. انيس)

(۴) الباب الأول فى الأمر بلزوم السنة و الجماعة، ص: ۵۷، رقم الحديث: ۱۸، دار الوطن للنشر، انيس

حضرت غوث الاعظمؒ کا ارشاد ہے:

"و لا عمل بلا إخلاص و أصابة السنة". (الفتح الربانی: ۱٤/۲)

(اور کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا بغیر اخلاص اور سنت کی موافقت کے۔)

حضرت احمد بن الحواریؒ فرماتے ہیں کہ!

قال أحمدبن أبی الحواری: "من عمل عملا بلا اتباع سنة، فباطل عمله". (الاعتصام: ۱/۱۱۴)(۱)

یعنی جو بھی عمل سنت کی اتباع کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہے۔

حضرت امام غزالیؒ کا ارشاد ہے:

"اگر تم کوئی کام بدون حکم شارع علیہ السلام کے کرو، اگر چہ وہ بشکل عبادت ہی ہو تو وہ عبادت نہیں؛ بلکہ گناہ ہے"۔ (خط امام غزالیؒ بنام خاص شاگرد خود: ۷)

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ!

"سعادت دارین سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر موقوف ہے، جہنم سے نجات اور دخول جنت سید الابرار قدوۃ الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر موقوف ہے، اسی طرح خدا کی رضا مندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ مشروط ہے، توبہ، زہد و تقویٰ، توکل و تبتل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ بغیر مقبول نہیں ہے اور ذکر و فکر، ذوق و شوق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کے بغیر نا قابل اعتبار ہے"۔ (صلوات اللہ علیہ وسلامہ)

(مکتوب: ۱۰، بنام خواجہ محمد دینار)

اور فرماتے ہیں کہ!

"سنت نبوی کی روشنی کے بغیر صراط مستقیم دشوار ہے اور راہ نبوت اختیار کئے بغیر حصول نجات محض خیال ہے"۔

(مکتوب: ۲۲، بنام محمد حنیف)

ایک بزرگ کا ارشاد ہے:

بہ زہد و ورع کوش و صدق و صفا   ولیکن میفزای بر مصطفیٰؐ (۲)

(ترجمہ: پرہیزگاری و پارسائی اور سچائی اور صفائی میں کوشش کر؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ پڑھ۔)

---

(۱) الإعتصام، فصل ماجاء عن الصوفية فی البدع، الوجه الرابع من النقل ما جاء فی ذم البدع وأهلها عن الصوفية المشهورين عند الناس: أصول الطريق: انيس

(۲) بوستان سعدی، باب چهارم در تواضع، انيس

مطلب یہ کہ جیسا اور جتنا کیا ہے، ایسا اور اتنا کر اپنی طرف سے زیادتی نہ کر۔

خلاف پیمبر کسی رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید(۱)

(ترجمہ: جو شخص آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف (کوئی دوسری) راہ اختیار کرے گا، وہ ہرگز منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکے گا۔)

حضرت ابوالعالیہ جلیل القدر تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"عليكم بالأمر الأول الذی كانوا عليه قبل أن يفترقوا". (تلبیس ابلیس:۸)(۲)

(ترجمہ: تم پر وہ پہلا طریقہ واجب ہے کہ جس پر اہل ایمان پھوٹ پڑنے سے پہلے متفق تھے۔)

حضرت امام اوزاعی ؒ فرماتے ہیں کہ!

"اصبر نفسک علٰى السنة وقف حيث وقف القوم وقل بما قالوا وكف عما كفوا عنه واسلک سبيل سلفک الصالح". (تلبیس ابلیس)(۳)

(ترجمہ: طریقۂ سنت پر اپنے آپ کو مضبوطی سے جمائے رکھو، جہاں قوم (جماعت صحابہ) ٹھہر گئی تم بھی ٹھہر جاؤ۔)

جوان بزرگوں نے فرمایا:

وہی تم بھی کہو، جس کے بیان سے یہ حضرات رک گئے تم بھی رک جاؤ (عقل نہ چلاؤ) اور اپنے سلف صالحین کے راستہ پر چلتے رہو۔)

حضرت علامہ ابن الحاج کا فرمان ہے:

" فنحن متبعون لا مبتدعون فحيث وقف سلفنا وقفنا". (طحطاوی علی مراقی الفلاح:۳۵۴)(۴)

(یعنی! ہم سلف صالحین (صحابہؓ وغیرہم) کی پیروی کرنے والے ہیں، ایجاد کرنے والے نہیں ہیں تو جہاں ہمارے سلف ٹھہر گئے، ہم بھی ٹھہر جائیں گے۔)

اسی لیے سورج گرہن کی نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے کہ ثابت ہے اور چاند گرہن کی نماز الگ الگ پڑھی جاتی ہے کہ جماعت ثابت نہیں ہے۔

عیدالاضحیٰ کے روز عیدگاہ آتے جاتے زور سے تکبیر پڑھتے ہیں کہ ثابت ہے اور عیدالفطر میں آہستہ آہستہ پڑھتے

---

(۱) بوستان سعدی، درنیابش خداوند. انیس

(۲) تلبيس إبليس، الباب الأول، الأمر بلزوم السنة والجماعة: ۵۳/۱، رقم الحديث: ۱۵، دار الوطن للنشر، انيس

(۳) تلبيس إبليس، الباب الأول، الأمر بلزوم السنة والجماعة: ۵۳/۱، رقم الحديث: ۱٦، دار الوطن للنشر، انيس

(۴) الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب أحكام الجنائز، فصل فی حملها و دفنها، انيس

ہیں کہ زور سے پڑھنا ثابت نہیں ہے، جمعہ کی نماز کے لیے دو اذانیں اور ایک اقامت کہی جاتی ہے کہ ثابت ہے اور عید کے لیے نہ اذان کہی جاتی ہے، نہ اقامت کہ ثابت نہیں ہے۔

نماز وتر ہلال رمضان دیکھ کر باجماعت پڑھتے ہیں کہ ثابت ہے اور عید الفطر کا چاند دیکھتے ہی الگ الگ پڑھنے لگ جاتے ہیں کہ جماعت ثابت نہیں ہے، اسی طرح فرائض کے بعد امام ومقتدی مل کر اجتماعی دعا کرتے ہیں کہ ثابت ہے اور سنن وغیرہ منفرداً پڑھ کر دعا بھی منفرداً (تنہا تنہا) مانگ لیتے ہیں کہ جماعت سے ثابت نہیں ہے، اس میں کیا خطا ہے؟

الغرض سوال میں جو دوسرا طریقہ بیان کیا گیا ہے اس کو امر دینی سمجھنا اور سنت کی طرح تھامے رکھنا دین میں اپنی طرف سے کمی بیشی کرنے کے مرادف ہے، جو بالکل ناجائز اور گناہ ہے، امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے عید کے روز عیدگاہ میں عید کی نماز سے پہلے ایک آدمی کو نفل نماز پڑھنے سے روکا تو اس شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اللہ نماز پڑھنے سے عذاب نہیں کرے گا (تو پھر مجھے نماز سے کیوں روکا جا رہا ہے؟) حضرت علیؓ نے فرمایا: میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ کسی کام پر ثواب نہیں دیتا، جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہ کیا ہو، یا اس کی ترغیب نہ دی ہو، تیری یہ نماز اور (عبادت میں) عبث ہوگئی اور عبث کام حرام ہے؛ یعنی شاید خدا تجھ کو اس پر عذاب دے؛ اس لیے کہ تو نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا۔ (مجالس الابرار، م:۲۹)(۱)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ!

''جس نے اسلام میں نئی بات ایجاد کی اور اسے بہتر سمجھا تو اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام خداوندی کی تبلیغ میں (معاذ اللہ) خیانت اور کمی کرنے والا ٹھہرایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**اليوم أكملت لكم دينكم**﴾ (آج میں نے دین مکمل کر دیا)، تو جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں دین میں داخل نہیں تھا (جس کو نہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور نہ کرنے کی ترغیب دی)، وہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہوسکتا، **فما لم يكن يؤمئذ ديناً فلا يكون اليوم ديناً**. (الاعتصام: ۱/۴۸)(۲)

الغرض کوئی بھی انفرادی، یا اجتماعی کام جس طرح سید الانبیا محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، اسی طرح کرنا اطاعت اور فرمانبرداری ہے اور جس قدر مشابہت بڑھتی رہے گی، اس کام کی فضیلت بڑھتی رہے گی اور اس

---

(۱) قال صاحب مجمع البحرين في شرحه: ان رجلاً يوم العيد في الجبانة أراد أن يصلي قبل صلاة العيد فنهاه علي، فقال الرجل: يا أمير المؤمنين! إني أعلم أن الله تعالىٰ لا يعذب على الصلاة، فقال علي: وإني أعلم أن الله تعالىٰ لا يثيب على فعل حتى فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم أو يحث عليه فيكون صلاتك عبثاً والعبث حرام فلعله تعالىٰ يعذبك به وبمخالفتك برسوله". (مجالس الابرار، المجلس التاسع عشر في بيان بدعة صلاة النوافل بالجماعة كالرغائب وغيرها. انيس)

(۲) الاعتصام، الباب الثاني: في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، كمال الشريعة، انيس

میں کمال پیدا ہوتا رہے گا اور جتنا وہ مشابہت اور ہو بہو ہونے سے ہٹتا رہے گا، ناقص ہوتا رہے گا اور بالکل ہٹا ہوا ہوگا تو بدعت وضلالت ہوگا۔

اشراق اور چاشت کی نفلیں بہت فضیلت رکھتی ہیں؛ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا جماعت کے تنہا اپنے دولت کدہ میں یہ نفلیں پڑھی ہیں، ان کو اعلان ومظاہرہ کے ساتھ مسجد میں پڑھا جائے، یا ان کے لیے جماعت کی جائے تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو بدعت فرمایا ہے۔

"عن مجاهد قال: دخلت أنا وعروة بن الزبير المسجد ، فإذا عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما جالس إلٰی حجرة عائشة،وإذاناس يصلون فی المسجد صلاة الضحی،قال:فسألناه عن صلاتهم،فقال:بدعة". (صحيح البخاری: ۲۳۸/۱)(۱)

"وأما ماصح عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما أنه قال فی الضحٰی:هی بدعة ، فمحمول علٰی أن صلاتها فی المسجد والتظاهر بها كما كانوا يفعلونه بدعة". (النووی شرح مسلم: ۲٤۹/۱)(۲)

حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے:

"إن كان ولابد ففی بيوتكم". (اگر تمہیں نماز چاشت پڑھنی ہے تو اپنے گھروں میں پڑھو)۔(فتح الباری:۴۳/۳)(۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی کہ ایک جماعت مغرب کے بعد بیٹھتی ہے، ایک شخص کہتا ہے: اتنی مرتبہ اللہ اکبر کہو، اتنی بار سبحان اللہ اور اتنی بار الحمدللہ کہو، وہ لوگ کہتے جاتے ہیں۔ سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے، جو کچھ وہ کر رہے تھے، اس کو سنا اور دیکھا، پھر فرمایا: میں عبداللہ بن مسعود ہوں، اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! نہایت تاریک بدعت ہے، جس میں تم مبتلا ہو، ورنہ یہ کہو کہ تم اتنے بڑے صاحب علم ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بھی بڑھ گئے ہو، پھر ان کو مسجد سے نکال دیا۔(مجالس الابرار،م:۱۲۵/۱۸)(الاعتصام:۱۶۵/۲)(۴)

---

(۱) صحيح البخاری ،كتاب العمرة ، باب كم اعتمر النبی صلی اللّٰه عليه وسلم ، ص: ۳۳۸،رقم الحديث: ۱۷۷۵، بيت الأفكار،انيس

(۲) النووی شرح مسلم،كتاب صلاة المسافرين وقصرها،استحباب صلاة الضحٰی،انيس

(۳) فتح الباری،باب صلاة الضحٰی فی السفر:۵۳/۳،دار المعرفة بيروت،انيس

عن مسروق قال:كنا نقرأ فی المسجد فيثبت الناس فی القراءة بعد قيام ابن مسعود ثم نقوم فنصلی للضحی ، فبلغ ذلک ابن مسعود فقال:عباد اللّٰه لم تحملوا عباد اللّٰه مالم يحملهم اللّٰه ، إن كنتم لا بد فاعلين ففی بيوتكم.(مصنف ابن أبی شيبة،من كان لايصلی الضحٰی (ح:۷۷۷۷)انيس)

(۴) وهذا المعنی أراد عبد اللّٰه بن مسعود لما أخبر بالجماعة الذی كانوا يجلسون بعد المغرب وفيهم رجل يقول:كبروا اللّٰه كذا وكذا وسبحوا اللّٰه كذا وكذا واحمدوا اللّٰه كذا وكذا فيفعلون فحضرهم ==

دیکھئے: ان تسبیحات کے پڑھنے میں کوئی اختلاف یا قابل مواخذہ بات نہیں ہے، مگر پڑھنے کا طریقہ اور اس کا التزام خلاف سنت تھا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا۔

اسی لیے امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ!

''عبادات میں مخصوص کیفیات اور مخصوص طریقے اور اوقات مقرر کر لینا جو شریعت میں وارد نہیں ہیں، بدعت اور ناجائز ہے۔'' (الاعتصام: ۲۴/۱)(۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ!

''ہر وہ کام جس کے متعلق صاحب شریعت کی طرف سے ترغیب نہ ہو، اس کی ترغیب اور جس کا وقت مقرر نہ ہو، اس کا وقت مقرر کر لینا سنت سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اور مخالفت سنت حرام ہے''۔ (مجموعہ فتاویٰ عزیزی: ۹۹/۱)

ولأن ذكر اللّٰه تعالیٰ إذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت أوبشی دون شيء لم يكن مشروعًا حيث لم يرد الشرع به؛ لأنه خلاف المشروع. (البحر الرائق: ۱۵۹/۲)(۲)

اور حضرت امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ''کسی عبادت کو خاص کر لینا کسی وقت یا کسی جگہ کے ساتھ جس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث یا حکم نہیں ہے ممنوع ہے اور اس کو عقیدہ بنا لینا حرام ہے''۔

اسی لیے فقہا تحریر فرماتے ہیں کہ عیدین، شب برأت اور رمضان کی آخری دس رات اور ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں بیدار رہ کر عبادت کرنا مستحب ہے، مگر اس کے لیے مسجدوں میں جمع ہونا مکروہ ہے؛ کیوں کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، نہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہ) سے۔

ومن المندوبات إحياء ليالی العشر من رمضان وليلتی العيدين وليالی عشر ذی الحجة وليلة النصف من شعبان كما وردت به الأحاديث، وذكرها فی الترغيب والترهيب مفصلة والمراد بإحياء الليل قيامه وظاهره الاستيعاب ويجوز أن يراد غالبه ويكره الاجتماع علیٰ إحياء ليلة من هذه الليالی فی المساجد. (البحر الرائق: ۵۲/۲)(۳)

== فلما سمع مايقولون قال فقال: أنا عبد اللّٰه بن مسعود فواللّٰه الذی لا إله غيره لقد جئتم ببدعة ظلماء أو لقد فقتم علی أصحاب محمد عليه السلام علما يعنی أن ما جئتم به إما أن يكون بدعة ظلماء أو إنكم تدار كتم علی الصحابة ما فاتهم لعدم تنبههم له أو لتكاسلهم عنه فغلبتموهم من حيث العلم بطريق العبادة والثانی منتف فتعين الأول وهو كونه بدعة ظلماء. (مجالس الأبرار، المجلس الثامن عشر فی أقسام البدعة وأحكامها. انيس)

(۱) الإعتصام، فصل من البدع الإضافية إخراج العبادة عن حدها الشرعی. انيس

(۲) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، انيس

(۳) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، انيس

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

''افسوس ہزار افسوس بعضے از بدعتہا کہ در سلاسل دیگر اصلا موجود نیست دریں طریقہ علیہ احداث نمودہ اند و نماز تہجد را بجماعت میگزارند، اطراف و جوانب در آن وقت مردم از برائے نماز تہجد جمع می گردند و بجمعیت تمام ادا می نمایند و این عمل مکروہ است بکراہت تحریمہ''۔ (مکتوبات امام ربانی: ۱/۱۴۴، مکتوب: ۱۳۱)

(ترجمہ) افسوس ہزار افسوس کہ جن بدعات کا دوسرے بزرگوں کے سلسلوں میں بالکل وجود نہیں ہے، اس عظیم الشان طریقہ (نقشبندیہ) میں پیدا کردی گئی ہیں اور نماز تہجد جماعت سے پڑھتے ہیں، اس وقت آس پاس کے لوگ جمع ہو کر تہجد ادا کرتے ہیں اور بڑی جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں اور یہ عمل مکروہ ہے بکراہت تحریمی''۔

دیکھئے! نماز تہجد اکیلے پڑھنے کے بجائے جماعت سے پڑھنے کا دستور بنالیا گیا تو امام ربانی نے سخت ممانعت فرمائی اور اس کو مکروہ تحریمی ٹھہرایا۔

سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعا کے ثبوت کے لیے آیت قرآنی ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ (۱) اور مذکورہ حدیث (**الدعاء مخ العبادة**) پیش کرنا جہالت کی دلیل ہے، نماز کے بعد دعا کا کون منکر ہے؟ سوال تو سنن کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کے متعلق ہے، اس کے لیے آیت قرآنی اور حدیث صحیح تو درکنار، حدیث ضعیف بھی پیش نہیں کر سکتے، اگر آیت مذکورہ سنن کے بعد دعا اجتماعی کے متعلق ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرائض ادا کر کے حجرۂ مبارکہ میں کیوں تشریف لے جاتے تھے؟

ایسے بے اصل اور بلا دلیل خلاف سنت طریقہ کو اسلامی عقیدہ اور اہل سنت والجماعت کی علامت اور شعار بنالینا اور نہ کرنے والے کو منکر دعا، وہابی، بدعقیدہ اور اہل سنت والجماعت سے خارج بتلانا کہاں کی شریعت اور کہاں کی سنت اور کہاں کا انصاف ہے؟

بیشک یہ وہی زمانہ آگیا ہے، جس کی پیشن گوئی تیرہ سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زبانی ہو چکی ہے کہ تمہارا کیا حال ہوگا، جب کہ شائع شدہ بدعت کو سنت ٹھہرالیا جائے گا، اگر تم اس میں تغیر کرو گے تو کہیں گے کہ سنت میں تغیر کر رہے ہو، تمہیں منکر سنت کے نام سے مشہور کریں گے۔

(۱) حدیث میں سونے اور جاگنے کے وقت کی دعائیں آئی ہیں اور ثابت ہیں۔

(۲) اور گھر سے نکلتے وقت اور گھر میں داخل ہوتے وقت پڑھنے کی دعائیں۔

(۳) مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا۔

---

(۱) سورة الم نشرح: ۷. انیس

(۲) سنن الترمذی عن أنس بن مالک رضی الله عنه، باب ماجاء فی فضل الدعاء (ح: ۳۳۷۱) انیس

(۴)　کھانے سے پہلے اور اس کے بعد پڑھنے کی دعا۔
(۵)　صبح اور شام پڑھنے کی دعا۔
(۶)　وضو سے پہلے اور بعد میں اور درمیان میں پڑھنے کی دعا
(۷)　چاند دیکھنے اور چاند و سورج گرہن کی دعا۔
(۸)　کپڑے پہننے کی دعا۔
(۹)　سفر میں جاتے وقت اور واپس آتے وقت کی دعا۔
(۱۰)　وداع کرنے کی دعا۔

مبارک بادی، تیمارداری، ماتم پرستی اور حد یہ ہے کہ جماع سے پہلے اور جماع کے بعد اور بیت الخلا میں جانے سے قبل اور نکلنے کے بعد پڑھنے کی دعائیں بھی آئی ہیں۔

الحاصل صبح سے شام تک سینکڑوں دعائیں پڑھنی مسنون ہیں، انہیں کوئی نہیں پڑھتا، کسی کو یاد بھی نہیں ہیں اور اس کی کسی کو فکر بھی نہیں ہے، فکر ہے تو بدعت کی یا مسنون دعائیں چھوڑ کر غیر مسنون، غیر ثابت اور خلاف سنت امور کرنے کرانے اور انہیں قائم رکھنے کی جان توڑ کوشش کی جاتی ہے، افسوس یہ وہی زمانہ آ گیا ہے، جس کی پیشن گوئی حضرت ابن عباسؓ نے فرمائی ہے:

"**لایأتی علی الناس زمان إلا أماتوا فیه سنة و أحیوا بدعة**". (غنیة الطالبین:۵۸)(۱)

یعنی!　ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ سنت طریقے کو نیست و نابود کر دیں گے اور بدعت کو زندہ اور جاری کریں گے۔

رخصت کرنے کے وقت جس طرح نہایت ضروری اور اہم نصیحتیں کی جاتی ہیں، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوامت کو نصیحتیں فرمائیں، ان میں سب سے زیادہ اہم وصیت یہ ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

"میرے بعد بہت کچھ اختلافات نہ رونما ہوں گے، پس تم پر لازم اور ضروری ہے کہ میری سنت (میرے طریقہ) کو اور خلفاء راشدین کے طریقہ کو (جو من جانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں) مضبوطی سے سنبھالے رکھو، اس کو دانتوں اور کونچلیوں سے پکڑ لو، نئی باتوں سے جو ایجاد کی جائیں، پوری احتیاط برتو اور ان سے قطعاً الگ رہو؛ کیوں کہ ہر ایجاد فعل بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔ (مشکوۃ شریف:۳۰، باب الاعتصام)(۲)

(۱)　غنیة الطالبین،فصل فی بیان مقالة الفرق الضالة عن طریق الهدیٰ: ۱/۱۷۴،دار الکتب العلمیة بیروت.انیس
عن ابن عباس قال: لا یأتی علی الناس زمان إلا أحدثوا فیه بدعة و أماتوا فیه سنة حتی تحیا البدع وتموت السنن.(الإبانة الکبریٰ لابن بطة،باب ما أمر به من التمسک بالسنة والجماعة (ح:۲۲۵)انیس)
(۲)　عن العرباض بن ساریة قال: وعظنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یوماً بعد صلاة الغداة　==

یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اوران کے نقش قدم پر چلنے والے سلف صالحین کسی ایسی چیز کو برداشت نہیں کرتے تھے، جوسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو،خواہ وہ کتنا ہی معمولی فعل معلوم ہوتا ہو۔مثلاً:

''حضرت عمارہ بن رویبہؓ نے بشر بن مروان کوخطبہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے دیکھا تو بددعا فرمائی کہ خدا خراب کرے،ان دونوں چھوٹے چھوٹے نکمے ہاتھوں کو، پھرفرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوبھی خطبہ دیتے ہوئے میں نے دیکھا ہے،حضرت عمارہ نے انگشت شہادت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی اس سے زیادہ نہیں کیا کرتے تھے؛ یعنی! ہاتھوں کوحرکت نہیں دیا کرتے تھے؛ بلکہ ضرورت ہوتی تھی تو انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا کرتے تھے''۔(ترمذی شریف:۶۸/۱)(۱)

''حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے نے نماز میں سورۂ فاتحہ کی ابتدامیں بسم اللہ زور سے پڑھی تو حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے فرمایا: بیٹا! بدعت ہے،اس سے احتیاط برتو،بدعت کے پاس بھی مت جاؤ،صحابہ میں سے کسی کو بھی بدعت سے زیادہ دوسری کسی چیز سے بغض رکھتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا''۔

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں،ان میں سے کسی کوبھی بسم اللہ زور سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔(ترمذی شریف:۳۳/۱)(۲)

== موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال رجل:إن هذه موعظة مودع فماذا تعهد إلينا رسول الله؟ قال:أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن عبد حبشي فإنه من يعيش منكم يرى إختلافاً كثيراً وإياكم ومحدثات الأمور فإنها ضلالة فمن أدرك ذلك منكم فعليه بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ.(سنن الترمذي، باب ماجاء في الأخذ بالسنة وإجتناب المحدثات (ح:٢٦٧٦)انيس)

(۱) عن حصين قال:سمعت عمارة بن روبية وبشربن مروان يخطب فرفع يديه في الدعاء فقال عمارة:قبح الله هاتين اليدين القصيرتين،لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وما يزيد على أن يقول هكذا وأشار هشيم بالسبابة.(سنن الترمذي،باب ماجاء في كراهية رفع الأيدي على المنبر (ح:٥١٥)انيس)

(۲) عن ابن عبدالله بن مغفل قال:سمعني أبي وأنا في الصلاة أقول:بسم الله الرحمن الرحيم،فقال لي:أي بني محدث إياك والحدث، قال:ولم أر أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كان أبغض إليه الحدث في الإسلام يعني منه،وقد صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ومع أبي بكر ومع عمر ومع عثمان فلم أسمع أحداً منهم يقولها إذا أنت صليت فقل:الحمد لله رب العالمين.(سنن الترمذي،باب ماجاء في ترك الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم (ح:٢٤٤)انيس)

عن يزيد بن عبد الله بن مغفل عن أبيه رضي الله عنه أنه صلى خلف إمام جهر ببسم الله الرحمن الرحيم فقال له:أغن عني كلماتك فإني قد صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم فلم أسمعها من أحد منهم.(الآثار لأبي يوسف،باب افتتاح الصلاة (ح:١٠٧)

حضرت امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے ایک شخص کو چھیک آئی، اس نے کہا:
"الحمد للّٰه و السلام علٰی رسول اللّٰه"

حضرت عبداللہ نے فوراً ٹوکا، "والسلام علی رسول اللّٰه" کی زیادتی کو ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پڑھنے کی تعلیم نہیں دی، آپ نے (صرف) "الحمد للّٰه علی کل حال" پڑھنے کی تعلیم دی ہے۔(۱)

حضرت ابو مالک الاشجعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد طارقؓ سے پوچھا کہ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے پیچھے نماز پڑھی ہے؟ کیا یہ حضرات نماز صبح میں دعا قنوت پڑھتے تھے؟ جواب دیا کہ "بیٹا" بدعت ہے۔ (ترمذی شریف: ۵۳/۱) (نسائی شریف: ۱۳۲/۱) (۲)

(فتاویٰ رحیمیہ: ۲۱۵/۱-۲۲۵)

ایک بنیادی نکتہ جو کبھی فراموش نہ ہونا چاہیے:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہیں، ان کے جذبات و رجحانات صراط مستقیم کے مقدس نشانات اور دین کامل کی عملی تصویریں ہیں؛ کیوں کہ دین حق کے بانی حضرت حق جل مجدہ نے اپنے کلام پاک میں شہادت دی ہے کہ یہی ہیں راہ راست پر ﴿اُولٰئِکَ هُمُ الرَّاشِدُون﴾ (سورہ حجرات: ۷)، یہی ہیں وہ پاک نفوس کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے، ایمان کو ان کے دلوں میں سجا دیا ہے، کفر فسق اور معیصت سے بہت سخت اور شدید نفرت ان کے اندر پیدا کردی ہے۔ (سورہ حجرات، ع:۱) (۳) پرہیز گاری پر ان کو پختہ کردیا ہے، کلمہ تقوی ان کے لیے لازم کردیا ہے اور ان پر چپکا دیا ہے، یہ تقویٰ اور پرہیز گاری کے سب سے زیادہ مستحق اور اس کے پورے اہل ہیں۔ (سورہ فتح، ع:۳) (۴)

(۱) عن نافع أن رجلاً عطس إلى جنب ابن عمر فقال: الحمد لله والسلام على رسول الله، قال ابن عمر: وأنا أقول: الحمد لله والسلام على رسول الله، وليس هكذا علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، علمنا أن نقول: الحمد لله على كل حال. (سنن الترمذی، باب مايقول العاطس إذا عطس (ح: ۲۷۳۸) انیس)

(۲) عن أبي مالك الأشجعي قال: قلت لأبي: يا أبة! إنك قد صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر وعثمان وعلي بن أبي طالب هاهنا بالكوفة نحوا من خمس سنين أكانوا يقنتون؟ قال: أي بني محدث. (سنن الترمذی، باب فی ترک القنوت (ح: ۴۰۲)/سنن النسائی، ترک القنوت (ح: ۱۰۸۰) انیس)

(۳) ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ﴾. (سورة الحجرات: ۷)

(۴) ﴿فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ (سورة الفتح: ۲۶، انیس)

غور فرمائیے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر شہادت کس کی ہوسکتی ہے۔ ان شہادتوں کا بار بار مطالعہ کیجئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ جب یہ اکابر خلاف سنت معمولی سی بات کو بھی بدعت فرما دیتے ہیں اور بدعت سے اتنی نفرت کرتے ہیں کہ کسی چیز سے اتنی نفرت نہیں کرتے تو ایک صاحب ایمان کے لیے کہاں گنجائش نکلتی ہے کہ وہ کسی بدعت کو اختیار کرے اور اس کو وظیفہ عمل بنالے (معاذ اللہ)؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بدعت سے نفرت حب صحابہ کی علامت ہوگی اور جس قدر صحابہ کرام سے زیادہ محبت ہوگی اتنی ہی زیادہ بدعت سے نفرت ہوگی، حق تعالیٰ اپنے حبیب کے وسیلے سے ہمیں اچھی سمجھ، سنت سے حقیقی محبت اور بدعت سے حقیقی نفرت عطا فرمائے۔ (آمین)

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد و اٰله و أصحابه أجمعین. (فتاویٰ رحیمیہ: ۱/۲۲۵-۲۲۶)

دعا ثانی (فاتحہ) کرنا کیسا ہے:

سوال: بعد سلام مسنون! ہمارے یہاں موریشش (MAURITIUS) میں بہت سی مساجد میں تقریباً سوا سو سال سے نمازوں کے بعد دعا ثانی کرنے کا اور نماز جنازہ کے بعد بالالتزام فاتحہ پڑھنے کا دستور چلا آرہا ہے، ایک ایسی ہی مسجد میں ایک نوجوان عالم کو امام مقرر کیا گیا اور ان کے ساتھ یہ شرط لگا دی گئی کہ وہ دعا ثانی کریں گے، چھ ماہ تک وہ اس شرط پر عمل پیرا رہے، اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے، میں اس رواج پر عمل نہیں کروں گا، لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا اس پر عمل کرتے آرہے ہیں، پھر یہ کیوں کر بدعت ہوسکتا ہے؟ اور امام کو دعا ثانی (فاتحہ) کرنے پر مجبور کرتے ہیں، امام صاحب ان کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں، متولی حیران و پریشان ہے کہ مسلمانوں میں اس کی وجہ سے اختلاف رونما ہوجائے گا اور آپس میں جھگڑوں کی وجہ سے مسلمانوں کا وقار مجروح ہوگا؛ اس لیے متولی کی رائے یہ ہے کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے آپس میں پھوٹ اور اختلاف مت ڈالو اور پہلے سے دعا ثانی کا جو طریقہ چلا آرہا ہے اس پر عمل کرتے رہو، نجات کا دار و مدار اسلام کے پانچ ارکان پر ہے، دعا ثانی کرنے نہ کرنے پر نہیں۔

محترم مفتی صاحب! آپ کی تصنیف لطیف فتاویٰ رحیمیہ ہمارے پاس ہے، ہم اس سے استفادہ کرتے رہتے ہیں، اس مسئلہ پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی ہے؛ تاہم لوگ اپنی بات پر مصر ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا متولی حق بجانب ہے؟ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ ہمارے باپ دادا یہ عمل کرتے آرہے ہیں ان کی یہ بات صحیح ہے؟ امید ہے کہ مفصل جواب مرحمت فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

حامدًا و مصليًا و مسلمًا:

بے شک آپ کے یہاں موریشش میں سوسوا سو سال سے سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کا رواج ہوگا اور نماز

جنازہ سے فارغ ہوکر بالالتزام ہمیشہ فاتحہ پڑھنے کا بھی دستور باپ دادا سے چلا آتا ہوگا، مگر بھائی یہ کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اور اس کا سہارا لینا آپ کے شایان شان نہیں، یہ تو اہل باطل کا شیوہ ہے۔

قرآن مجید میں متعدد جگہ اس کو بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو!

(۱) ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاءُ هُمْ لاَ يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَّلاَ يَهْتَدُونَ﴾(سورة البقرة: ۱۷۰)

(یعنی: اور جب ان (مشرک) لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم (اپنے پیغمبر کے پاس) بھیجا، اس کے مطابق چلو تو (جواب میں) کہتے ہیں (کہ نہیں)؛ بلکہ ہم تو اسی (طریقہ) پر چلیں گے، جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اگر چہ ان کے باپ دادا (دین کی) نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت اور شرعی دلیل رکھتے ہوں۔)

(۲) ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلٰى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا﴾(سورة المائدة: ۱۰٤)

(یعنی: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں، ان کی طرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو (یعنی شرعی دلیل معلوم کرو) تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی طریقہ کافی ہے، جس پر ہم اپنے باپ دادا کو عمل کرتے ہوئے پایا ہے۔)

(۳) ﴿ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاءُ نَا﴾(سورة الأعراف: ۷۰)

(یعنی: مشرک، بت پرستی کی مخالفت کے جواب میں کہتے ہیں: کیا) جن کو ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں، ان کو چھوڑ دیں۔)

(۴) ﴿أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا﴾(سورة يونس: ۷۸)

(یعنی: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا گیا) کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے ہٹا دو، جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔)

(۵) ﴿اَتَنْهَانَا أَنْ نَّعْبُدَ مَايَعْبُدُ آبَاءُ نَا﴾(سورة هود: ٦٢)

(یعنی: حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا) کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو، جن کی عبادت ہمارے (بڑے) باپ دادا کرتے آئے ہیں۔)

(٦) ﴿ أَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاءُ نَا﴾(سورة هود: ۸۷)

(یعنی: حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا کیا) ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں، جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔)

(۷) ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا﴾(سورة لقمان: ۲۱)

(یعنی: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اس کا اتباع کریں گے، جس پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔)

(۸) ﴿بَلْ قَالُوْا اِنَّا وَجَدْنَا آبَائَنَا عَلٰی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (سورة الزخرف: ۲۲)

(یعنی: بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پایا ہے اور ہم بھی انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔)

(۹) ﴿وَكَذٰلِكَ... اِنَّا وَجَدْنَا آبَائَنَا عَلٰی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾ (سورة الزخرف: ۲۳)

(یعنی: اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا، مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انھیں کے قدم بقدم چلے جا رہے ہیں۔)

آپ کے مناسب شان تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُولوالأ مر اور ورثۃ الانبیاء علماء مجتہدین اور ائمہ دین کی اطاعت اور پیروی کریں۔

مسلمان کے لیے اللہ اور اس کے رسول اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اُو لوالا مر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور مجتہدین عظام کی پیروی ضروری ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان ہے۔

"علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثةٍ بدعة وكل بدعة ضلالة". (أبو داؤد: ۲۸۷/۲، سنن الترمذي: ۹۲/۲، سنن ابن ماجة: ۵، مشكاة المصابيح: ۳۰)(۱)

(یعنی: میرے طریقہ کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشد کے طریقہ کو لازم پکڑو اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو، جو نئی باتیں ایجاد کی جائیں گی، ان سے احتراز کرو؛ اس لیے کہ ہر وہ نئی رسم جو (دین کے نام پر) ایجاد کی جائے، وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔)

احادیث میں سونے اور جاگنے کے وقت کی دعا منقول ہے، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا بھی مذکور ہے، ہمبستری سے پہلے اور ہمبستری کے بعد کی دعا بھی موجود ہے بیت الخلا میں جانے سے قبل اور نکلنے کے بعد کی دعا بھی ثابت و منقول ہے تو سنن و نوافل کے بعد کی دعا کیوں منقول نہیں؟ اگر ثابت ہوتی تو ضرور منقول ہوتی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد کی سنن اپنے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے جا کر پڑھتے تھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آپ کی اتباع کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں میں سنتیں ادا فرماتے تھے اور نماز سے

---

(۱) سنن الدارمي، باب اتباع السنة (ح: ۹۶)/ سنن ابن ماجة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين (ح: ۴۲)/ سنن الترمذي، باب ماجاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع (ح: ۲۶۷۶)/ مسند البزار، مسند العرباض بن سارية (ح: ۴۲۰۱)/ مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث العرباض بن ساريه عن النبي صلى الله عليه وسلم: ۳۷۵/۲۸ (ح: ۱۷۱۴۵) مؤسسة الرسالة، انيس

فراغت کے بعد گھر میں ہی دعا کرتے تھے،سب کا مسجد میں واپس آکر دعا کرنا کہیں منقول نہیں،کبھی کسی وجہ سے مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ نے سنن ونوفل ادا فرمائی ہیں؛مگر دعا سب نے مل کر مانگی ہو، یہ کہیں ثابت نہیں،صحابہ ؓ اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر منتشر ہوجاتے تھے، چناں چہ حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرأت پڑھتے تھے کہ مصلی حضرات مسجد سے چلے جاتے تھے۔

”**كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يطيل القراءة في الركعتين بعد المغرب حتى يتفرق أهل المسجد**“.(أبو داؤد: ۱۹۱/۱)(۱)

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا، آپ عشا کی نماز کے بعد نماز میں مشغول رہے،حتی کہ مسجد میں بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی باقی نہیں رہا۔(شرح معانی الآثار:۲۰۱/۱)(۲)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں کے بعد امام ومقتدی کے مل کر دعا کرنے کا دستور تھا ہی نہیں،لہذا اس طریقہ کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں؛اس لیے اس کو پکڑے رہنا اور اس پر اصرار کرنا اور امام کو اس کا پابند بنانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

عمل وہی مقبول ہے، جو خاص ہونے کے ساتھ صواب؛یعنی سنت کے موافق بھی ہو،حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”**لايستقيم قول وعمل ونية إلا بموافقه السنة**“.(تلبيس إبليس: ۹)(۳)

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:

”**ولا عمل بلا إخلاص وإصابة السنة**“.(الفتح الرباني: ۱۴،مجلس: ۲)

(یعنی:کوئی عمل بلا اخلاص اور سنت کی موافقت کے مقبول نہیں ہوتا۔)

مشہور بزرگ حضرت احمد بن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”**من عمل عملاً بلا إتباع سنة فعمله باطل**“.(كتاب الاعتصام: ۱۱۴/۱)

(یعنی: جو عمل بھی سنت کی موافقت کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہوگا۔)

---

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب التطوع،باب: ركعتي المغرب أين تصليان؟حديث نمبر: ۱۳۰۱،بيت الأفكار،انيس

(۲) ”عن ابن عباس رضي الله عنهما قال:قال لي العباس رضي الله عنه:بت الليلة بآل رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء ثم صلى بعدها حتى لم يبق في المسجد غيره“ .(شرح معاني الآثار،باب التطوع في المساجد: ۳۳۹/۱،رقم الحديث:عالم الكتب.انيس)

(۳) تلبيس إبليس،الباب الأول،في الأمر بلزوم السنة والجماعة: ۵۷،رقم الحديث: ۱۸،دار الوطن للنشر،انيس

مولانا! کب تک مصلحت کا سہارا لیتے رہیں گے؟ بے شک فتنہ سے بچنا ضروری ہے؛ اس لیے سختی اور عجلت سے کام نہ لیں اور بتدریج صحیح مسئلہ کی اشاعت کی جائے اور نمازیوں کو جمع کر کے فتویٰ سنایا جائے، بار بار سنایا جائے، اور حکمت عملی کے ساتھ سب کو متفق کرنے کی کوشش کی جائے جب امام اور متولی اسے معمولی بات سمجھ کر اور فتنہ کا خوف بتلا کر خلاف سنت طریقہ کو پکڑے رہیں گے تو کیا اس کے مٹانے کے لیے آسمان سے فرشتے آئیں گے؟ کس کا انتظار ہے؟ سوا سو سال تو ہو چکے خدارا سنت کی قدر پہچانئے اور بدعت کی نحوست کو سمجھئے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ——— کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید
مپندار سعدی کہ راہ صفا ——— تواں رفت جز برپی مصطفیٰ (۱)

ترجمہ: جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا، وہ ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہنچے گا۔

اے سعدی! یہ خیال مت کر کہ سیدھا راستہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر حاصل ہوسکتا ہے۔

بہ زہد وورع کوش وصدق وصفا ——— ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ (۲)

لہٰذا اس سنت کو زندہ کرنے کی پوری کوشش کیجئے، حدیث میں ہے کہ مردہ (مٹی ہوئی) سنت کو زندہ کرنے والا سو شہیدوں کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے، (۳) کون مسلمان ہوگا جس کو سو شہیدوں کا ثواب حاصل کرنے کی تمنا نہ ہوگی۔

نیز حدیث میں ہے:

”من أحيا سنتي فقد أحبني ومن أحبني كان معي في الجنة“. لیے (ترمذی شریف: ۹۲/۲)(۴)

(یعنی: جس نے میری سنت کو زندہ کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرے گا، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔)

نیز حدیث میں ہے:

”من حفظ سنتي أكرمه الله بأربع خصال: المحبة في قلوب البررة، والهيبة في قلوب الفجرة والسعة في الرزق، والثقة في الدين“. (شرح شرعة الإسلام: ۸، سيد على زاده) (۵)

(جس نے میری سنت کی حفاظت کی تو خدا تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم کرے گا: (۱) پاکباز لوگوں (بزرگوں) کے

---

(۱) بوستان سعدی، درنیابش خداوند. انیس

(۲) بوستان سعدی، باب چهارم در تواضع، انیس

(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: المتمسک بسنتي عند فساد أمتي له أجر شهيد. (المعجم الأوسط، من اسمه محمد (ح: ٥٤١٤) انیس)

(۴) سنن الترمذي، كتاب العلم، باب ماجاء في الأخذبالسنة واجتناب البدع (ح: ٢٦٧٨) بيت الأفكار، انیس

(۵) شرح شرعة الإسلام، الفصل الأول في التحريض الحث على اتباع سنة سيد المرسلين، انیس

دلوں میں اس کی محبت ڈال دے گا (۲) بدکار (بدمعاش) لوگوں کے دلوں میں ہیبت پیدا کردے گا (۳) روزی میں وسعت پیدا فرمادے گا (۴) اور دین میں پختگی نصیب فرمائے گا۔)

امام زہری کا مقولہ ہے:

"**الاعتصام بالسنة نجاة**". (۱) (یعنی: سنت کو مضبوط پکڑنے میں نجات ہے۔)

امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

"**إن السنة مثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلف عنها غرق**". (۲)

(یعنی: سنت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کے مانند ہے جو اس میں سوار ہوگیا (وہ گمراہی سے) بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہوگیا (یعنی گمراہی کے گڑھے میں گرگیا۔)

خدا تعالیٰ سب کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اور طریقۂ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ (آمین یارب العالمین) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۸۳/۶-۱۹۰)

فرض نماز کے بعد امام کے لیے جلد اٹھنے کا حکم:

سوال: جن نمازوں کے بعد سنن ہیں، امام کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

پنج وقتہ نمازوں میں سے بعض نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، ان میں فرائض سے فراغت کے بعد امام کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ فوراً کھڑے ہوکر کچھ تقدیم وتاخیر کرکے باقی سنتیں ادا کرے، طویل ادعیہ میں مشغول ہونا خلاف اولیٰ ہے۔

لما قال العلامة عالم بن العلاء: وفي الحجة: الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة. (الفتاوىٰ التاتارخانية، الفصل الثالث فى بيان مايفعله المصلى فى صلاته بعد الافتتاح: ۵۵۷/۱) (۳) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۰۸/۳)

نماز کے بعد دعا نہ کرنے پر وعید:

"**عن الفضل بن عباس قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم: "الصلاة مثنىٰ مثنىٰ تشهد**

(۱) سنن الدارمي، باب إتباع السنة (ح:۹۷) انيس

(۲) مجموع فتاوىٰ ابن تيمية، أصول العلة واستعمالها: ۱۳۷/٤، مجمع الملك فهد. انيس

(۳) وفي الهندية: وفي الحجة: الامام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة". (الفتاوىٰ الهندية، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها، إلخ: ۷۷/۱) (كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، انيس)

فی کل رکعتین وتخشّع وتضرع وتمسکن وتذرع، وتقنع یدیک، یقول: ترفعها إلٰی ربک، مستقبلا ببطونهما وجهک، وتقول: یارب یارب ومن لم یفعل ذلک فهو کذا وکذا". (سنن الترمذی: ۱/ ۵۰، باب ماجاء فی التخشع فی الصلوٰة)(۱)

(حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نماز دو رکعت ہے ہر دو رکعتوں میں تشہد ہے اور خشوع اور عاجزی اور مسکینی ہے اور دونوں ہاتھوں کا اپنے رب کی طرف اٹھانا اس حالت میں کہ تم کہو یا ربِّ یا ربِّ (اے میرے رب اے میرے رب) اور جس نے ایسا نہیں کیا، وہ ایسا ویسا ہے''۔)

ترمذی شریف کی شرح الکوکب الدری میں ہے:

"وهٰذا یثبت الدعاء بعد الصلاة برفع یدیه کما هو المحمول وإنکار الجهلة علیه مردود". (الکوکب الدری: ۱/۱۷۱)

(اس حدیث میں لفظ مستقبلاً سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے، یہی معمول ہے اور اس پر جہلا کا انکار مردود ہے۔)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نفس نفیس نماز کے بعد دعا کرنا اور مختلف دعاؤں کا آپ سے منقول ہونا، احادیث کی روشنی میں:

(۱) عن وراد...قال أملی علی المغیرة بن شعبة رضی اللّٰه عنه فی کتاب إلٰی معاویة أن النبی صلّی اللّٰه علیه وسلم کان یقول فی دبر کل صلاة مکتوبة:" لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شریک له، له الملک وله الحمد وهو علٰی کل شیء قدیر، اللّٰهم لا مانع لما أعطیت ولامعطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منک الجد". (صحیح البخاری: ۱/ ۱۱۷)(أبوداؤد: ۱/۲۱۸)، باب مایقول الرجل إذا سلم) (مشکاة المصابیح: ۸۸)(بلوغ المرام: ۳۷)(۲)

(حضرت وراد سے روایت ہے...... حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد" **لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شریک له، له الملک وله الحمد وهو علٰی کل شیء قدیر، اللّٰهم لا مانع لما أعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منک الجد**" پڑھتے تھے۔)

(۲) عن أم سلمة رضی اللّٰه عنها أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یقول: إذا صلّی

---

(۱) سنن الترمذی، أبواب الصلاة (ح: ۳۸۵) انیس

(۲) صحیح البخاری، باب الذکر بعد الصلاة (ح: ۸۴۴)/ باب الدعاء بعد الصلاة (ح: ۶۳۳۰)/ مشکاة المصابیح، الفصل الأول (ح: ۹۶۲)/ بلوغ المرام من أدلة الأحکام، لا إله إلا اللّٰه وحدی لا شریک له له الملک (ح: ۳۱۹): ۱/ ۹۴، دار الفلق الریاض. انیس

الصبح حين يسلم" اللّٰهم إني أسئلك علمًا نافعًا ورزقاً طيباً وعملاً متقبلاً". (رواه أحمد وابن ماجة،قال في النيل: ورجاله ثقات)(إعلاء السنن:۳/۲۰۲-۲۰۳)(۱)

(حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ لیتے تو سلام پھیر کر یہ دعا کرتے" اللّٰهم إني أسئلك علمًا نافعًا ورزقاً طيبًا وعملاً متقبلاً" اس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔نیل الاوطار میں ہے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔)

(۳)　"عن عائشة رضى الله عنها قالت:كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول:" اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام تباركت ياذاالجلال والإكرم". (مشكاة المصابيح:۸۸،باب الذكر بعد الصلوٰة)(۲)

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نماز کے بعد "اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام تباركت ياذا الجلال والإكرم" کی مقدار بیٹھتے تھے۔)

(۴)　عن ثوبان رضى الله عنه قال:كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا انصرف من صلاته استغفر اللّٰه ثلاثًا وقال:" اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام تباركت ياذاالجلال و الإكرام". (رواه مسلم)(بلوغ المرام:۳۷،باب صفة الصلوٰة)(۳)

(حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو جاتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ دعا مانگتے:"اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام تباركت ياذاالجلال والإكرم".)

(۵)　عن سعد بن أبي وقاص رضى الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يتعوذ منهن دبر الصلاة:"اللّٰهم إني أعوذ بك من الجبن وأعوذ بك من البخل وأعوذ بك من أن أرد إلىٰ أرذل العمر،وأعوذ بك من فتنة الدنيا،وعذاب القبر". (رواه البخارى(بلوغ المرام:۳۷)(۴)

(حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان الفاظ کے ساتھ پناہ

---

(۱)　مسند الإمام أحمد،حديث أم سلمة زوج النبى صلى الله عليه وسلم (ح: ۲۶۵۲۱)/سنن ابن ماجة،باب مايقال بعد التسليم (ح: ۹۲۵)/نيل الأوطار،باب فى الدعاء والذكر بعد الصلاة (ح:۸۰۸)۲/۲۵۷-۲۵۸، دارالحديث مصر.انيس

(۲)　مشكاة المصابيح،الفصل الأول (ح:۹۶۰)/سنن ابن ماجة،باب مايقال بعدالتسليم (ح:۹۲٤) انيس

(۳)　مسند الإمام أحمد،من حديث ثوبان (ح:۲۲۳٦۵)/الصحيح لمسلم،باب استحباب الذكر بعدالصلاة (ح:۵۹۱)/سنن الترمذى،باب مايقول إذا سلم (ح:۳۰۰)/بلوغ المرام (ح:۳۲۱):۹۵/۱،دارالفلق.انيس

(۴)　صحيح البخارى ،كتاب الدعوات،باب: مايتعوذ من الجبن :۲۳/٤ (ح:۲۸۲۲) دارطوق النجاة/سنن الترمذى،باب ماجاء فى دعاء النبى صلى الله عليه وسلم (ح:۳۵٦۷)/بلوغ المرام (ح:۳۲۰)انيس

مانگتے تھے: "اللّٰھم إنی أعوذ بک من الجبن وأعوذ بک من البخل وأعوذ بک من أن أرد إلٰی أرذل العمر وأعوذ بک من فتنة الدنیا وعذاب القبر".)

(۶) "عن علی رضی اللّٰه عنه قال: کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم إذاسلم من الصلٰوة قال: "اللّٰھم اغفرلی ماقدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أسرفت وما أنت أعلم به منی أنت المقدم وأنت المؤخر لا إلٰه إلا أنت". (أبوداؤد: ۲۱۹/۱، باب مایقول إذا سلم)(۱)

(حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: "اللّٰھم اغفرلی ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أسرفت وما أنت أعلم به منی أنت المقدم والمؤخر لا إلٰه إلا أنت".)

(۷) أخرج الحافظ أبوبکربن أبی شیبة فی مصنفه عن الأسود بن العامری عن أبیه قال: صلیت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الفجرفلما سلم انحرف ورفع یدیه دعا. (بحواله مسلک السادات إلٰی سبیل الدعوات. (إمداد الفتاویٰ: ۷۹۸/۱) نیز، النفائس المرغوبة تحت تصویب قاضی رحمت اللّٰه محدث راندیری: ۳٤)(۲)

(اسود عامری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو آپ مڑ گئے اور آپ نے اپنے دست مبارک اٹھائے اور دعا فرمائی۔)

(۸) حدثنامحمد بن یحیی الأسلمی قال: رأیت عبد اللّٰه بن الزبیررأی رجلا رافعًا یدیه یدعوقبل أن یفرغ من صلٰوته، فلما فرغ منها قال له: إن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لم یکن یرفع حتٰی یفرغ من صلٰوته. (أخرجه ابن أبی شیبة، ورجاله ثقات، قاله الحافظ السیوطی فی رسالته "فیض الوعاء فی أحادیث رفع الیدین بالدعاء" کذا فی رسالة رفع الیدین فی الدعاء لمحمد بن عبدالرحمن الزبیدی الیمانی) (إعلاء السنن: ۲۰۲/۳)(۳)

(محمد بن یحیی اسلمی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے، جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جاتے تھے، دعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے، اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں۔)

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الوتر، باب: مایقول الرجل إذا سلم، ص: ۱۸۰، رقم الحدیث: ۱۵۰۹، بیت الأفکار، انیس
(۲) مصنف ابن أبی شیبة، من کان یستحب إذا سلم أن یقوم أو ینحرف (ح: ۳۰۹۳) انیس
(۳) إعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وکیفیة وسنیة الدعاء والذکر بعدالصلاة، بیان مایقرأ إذا فرغ من الصلاة، رقم الحدیث: ۹۲۵، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی، باکستان، انیس

ان احادیث سے صراحت کے ساتھ یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے، اس میں کسی طالب حق کو شک وشبہ کی گنجائش نہ ہونی چاہیے اور انہی احادیث سے بطریقہ اشارۃ النص یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد دعا فرماتے تھے تو صحابہ یقیناً اس دعا میں آپ کے ساتھ شرکت فرماتے تھے؛ اس لیے مقام غور ہے کہ اگر کوئی مرشد کامل کسی مجلس میں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائیں تو کیا مریدین مرشد کی موافقت نہیں کریں گے؟ اگر استاذ درس میں اتفاقاً ہاتھ اٹھا کر دعا کریں تو کیا درس میں حاضر باش طلبا استاذ کا منہ تکتے رہیں گے؟ اور دعا میں شرکت نہیں کریں گے؟ کیا یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ تو جب یہ مسلم ہے کہ یقیناً مریدین اور طلبہ ضرور بالضرور مرشد اور استاذ کی اتباع میں ہاتھ اٹھا کر دعا میں شرکت کریں گے تو رسول مقبول رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائیں اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جو مجسم اطاعت اور جذبۂ اتباع سے سرشار تھے (جنکی اطاعت اور اتباع کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی ہے)، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ دیکھتے رہے ہوں اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کی سعادت حاصل نہ کی ہو، نہ یہ سمجھ میں آتا ہے اور نہ یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے، یقیناً ضرور بالضرور صحابہؓ نے موافقت کی ہوگی اور اس سعادت کے حصول سے مجتنب نہ رہے ہوں گے اور یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے ، حدیث میں ہے کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی تو حاضر باش صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا میں شرکت فرمائی۔

بخاری شریف میں ہے:

”قال يحيى بن سعيد سمعت أنس بن مالك رضى الله عنه قال: أتى رجل أعرابى من أهل البدو إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة، فقال: يارسول الله! هلكت الماشية، هلكت العيال هلك الناس، فرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يديه: يدعو، ورفع الناس أيديهم معه يدعون“ إلخ. (البخارى: ١٤٠/١)(١)

(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہوگئے، عیال ہلاک ہوگئے، لوگ ہلاک ہوگئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس کو اٹھا کر دعا فرمائی اور تمام لوگوں نے بھی اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعا مانگی۔)

ملاحظہ فرمائیے اس حدیث میں صراحۃً ذکر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعا میں شرکت فرمائی، لہذا یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ جب نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا

(١) صحيح البخارى، كتاب الاستسقاء، باب: رفع الناس أيديهم مع الإمام فى الاستسقاء (ح: ١٠٢٩)/ مستخرج أبى عوانة، باب بيان دعاء الذى دعاه النبى صلى الله عليه وسل (ح: ٢٤٩٧) انيس

فرماتے تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہ بھی ضرور شرکت فرماتے تھے یہی اجتماعی دعا ہے اور اجتماعی دعا کے ثبوت کے لیے ان شاء اللہ یہی کافی ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کے بعد تابعین پھر ان کے بعد تبع تابعین پھر ان کے بعد اسلاف عظام اور علما اور صلحاء امت کا اسی پر عمل رہا ہے، سوائے شرذمہ قلیلہ کے کوئی اس کا منکر نہیں، امت کا یہ توارث اور تعامل بھی اس کے ثبوت کے لیے قوی دلیل ہے، حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ توارث کی اہمیت کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اتفاق سلف وتوارث ایشاں اصل عظیم است درفقہ''۔ (ازالۃ الخفاء، مطبع بریلی: ۵۸)

(سلف کا اتفاق اور ان کا توارث فقہ میں اصل عظیم ہے۔)

اس واضح ثبوت کے بعد بھی ثبوت کا مطالبہ کرنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ ایک بے وقوف خادم نے اپنے آقا سے کہا تھا ایک خادم بڑا کوتاہ فہم اور بے ڈھنگا تھا اس کی بے وقوفی اور بے عقلی سے تنگ آ کر آقا نے ایک فہرست بنا کر اسے دے رکھی تھی کہ اس میں جو جو کام لکھے ہوئے ہیں انہیں کیا کر، ایک مرتبہ آقا اور غلام گھوڑے پر سفر کر رہے تھے راستہ میں آقا کی شال گر گئی، آقا نے اگلی منزل پر دیکھا کہ شال نہیں ہے تو خادم نے کہا وہ تو بہت دور گر گئی ہے آقا نے کہا: اٹھائی کیوں نہیں؟ یا مجھے کیوں نہیں کہا؟ خادم نے وہ فہرست دکھلا دی اور کہا کہ بتلاؤ اس میں کہاں لکھا ہے کہ ''شال گر جائے تو اٹھالینا یا کہہ دینا'' یہی حال ان لوگوں کا بھی ہے، جو اس واضح ثبوت کے بعد بھی کہتے ہیں کہ ایسی حدیث دکھاؤ جس میں صراحۃً اجتماعی دعا کا تذکرہ ہو، کیا مندرجہ بالا آحادیث اور ان سے ثابت ہونے والا مضمون کافی نہیں ہے؟ ان شاء اللہ یقیناً کافی ہے، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ پوری امت کا اسی پر عمل ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اور محدثین عظام اور فقہاء کرام نے بھی یہی لکھا ہے، فقہاء کرام وہ حضرات ہیں جو بقول امام ترمذی اعلم بمعانی الحدیث ہیں، اللہ نے ان کو فقہ فی الدین کی دولت سے نوازا ہے۔ قرآن وحدیث میں فقہ فی الدین کی تعریف فرمائی گئی ہے، حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بڑی عمدہ بات تحریر فرمائی ہے:

"فأما هذه الطبقة الذين هم أهل الحديث والأثرفإن الأكثرين منهم إنما كدهم الروايات و جمع الطرق وطلب الغريب والشاذ من الحديث الذى أكثره موضوع أومقلوب لايراعون المتون ولايتفهمون المعانى ولايستنبطون سرها ولايستخرجون ركازها وفقهها وربما عابوا الفقهاء وتناولوهم بالطعن وادعوا عليهم مخالفة السنن ولايعلمون أنهم عن مبلغ ماأوتوه من العلم قاصرون وبسوء القول فيهم آثمون". (الأنصاب مع ترجمة كشاف: ۵۳)(۱)

(طبقہ اہل حدیث واثر کا حال یہ ہے کہ ان میں اکثر کی کوشش روایتوں کا بیان کرنا اور سندوں کا اکٹھا کرنا اور غریب اور شاذ

---

(۱)　الأنصاب،

کواس حدیث سے تلاش کرنا ہے جس کا اکثر موضوع یا مقلوب ہے یہ لوگ نہ الفاظ حدیث کا لحاظ کریں اور نہ معانی کو سمجھیں اور نہ ان کے راز کو استنباط کریں اور نہ ان کے دفینہ اور فقہ کو نکالیں اور بعض اوقات فقہا پر عیب لگاویں اور طعن سے ان کو برا کہیں اور ان پر مخالفت سنت کا دعویٰ کریں اور یہ نہیں جانتے کہ جس قدر علم فقہا کو دیا گیا ہے وہ خود اس سے قاصر ہیں اور فقہا کو برا کہنے سے گنہ گار ہوتے ہیں۔)

یہ ہے فقہاء کرام رحمہم اللہ کی علمی جلالت شان۔ جب محدثین اور فقہا یہی بات لکھ رہے ہیں تو کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ ان حضرات نے بلاثبوت ہی یہ لکھ دیا ہوگا، یقیناً ثبوت ہے جب ہی لکھا ہے، اب بطور نمونہ چند حوالے ملاحظہ ہو!

محدث جلیل علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”**والمختار أن الإمام والمأموم يخفيان الذكر إلاّ إن أحتيج إلى التعليم**“.(فتح الباری: ۲۶۹/۲)(۱)

(مختار طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی ذکر (دعا) آہستہ آواز سے کریں ہاں جب دعا کی تعلیم کی ضرورت ہو تو (سیکھنے تک) جہراً دعا کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔)

الکوکب الدری شرح ترمذی میں ہے:

”**بل لابد من إتيان الدعاء مستقلا علٰى حدة فيعزر تارك الدعوات بعد الصلوات ولايعذر علٰى تركها**“.(الکوکب الدری: ۲۹۱/۲)(۲)

(بلکہ اس وقت ضروری ہو جاتا ہے کہ مستقلاً الگ دعا کی جاتی رہے؛ اسی لیے نمازوں کے بعد تارک دعا کو سزا دی جائے اور ترک دعا پر معذور نہ سمجھا جائے۔)

حاشیہ میں ہے:

وفي شرح شرعة الإسلام: ويغتنم الدعاء بعد المكتوب فإنه مستجاب بالحديث، وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم في حديث رواه ابن عباس: ”من لم يفعل ذلك فهو خداج“. أي من لم يدع بعد الصلاة رافعًا يديه إلٰى ربه مستقبلاً ببطونها إلٰى وجهه ولم يطلب حاجاته قائلا: يارب يارب، فما فعله من الصلاة ناقصة عند الحق سبحانه، كذاحقق في التنوير.

وروى أنه كان للحسن البصري جاريحتطب علٰى ظهره فكان إذا سلم الإمام خرج من المسجد سريعاً فقال له الحسن يومًا: يا هٰذا لِمَ لم تجلس ساعة؟ إن لم تكن لك حاجة في الآخرة، فلاحاجة لك في الدنيا، قف بعد الصلاة، وادع الله واسئله حمولة تحمل علٰى ظهرها، ذكره في الخلاصة.(حاشية على الكوكب الدرى: ۲۹۱/۲)

(۱) فتح الباری، باب الذكر بعد الصلاة: ۳۲۶/۲، دار المعرفة بيروت. انيس

(۲) الکوکب الدری،

(شرح شرعۃ الاسلام میں ہے فرض نماز کے بعد دعا کرنے کو غنیمت سمجھے اس لیے یہ دعا مقبول ہوتی ہے حدیث کی بنا پر تحقیق کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں جس کو حضرت عبداللہ بن عباس بن عباسؓ نے روایت کی ہے فرمایا ہے:" **من لم يفعل...**" جس نے ایسا نہیں کیا، وہ ناقص ہے۔ (الحدیث)

یعنی جس نے اپنے رب کے سامنے اپنے ہاتھ اٹھا کر ہتھیلیاں اپنے چہرہ کی طرف کر کے دعا نہ کی اور یارب رب کہہ کر اپنی حاجات اللہ سے نہ مانگے تو نماز کے جو افعال اس نے ادا کئے ہیں وہ حق سبحانہ کے نزدیک بالکل ہیچ ہیں ایسا ہی تنویر میں ہے اور مروی ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کا ایک پڑوسی تھا، لکڑی کا بوجھا اپنی پیٹھ پر ڈھویا کرتا تھا، امام جب سلام پھیرتا تو وہ شخص تیزی کے ساتھ مسجد سے نکل جاتا تھا ایک روز حضرت حسن بصریؒ نے اس سے فرمایا اے شخص تھوڑی دیر کیوں نہیں بیٹھ جاتا اگر تجھے اخروی ضرورت نہیں ہے تو کیا دنیوی حاجات بھی نہیں ہیں دعا کیا کر اور اس سے بار برداری کا جانور مانگ کہ ان کی پیٹھ پر بوجھا اٹھایا کرے، یہ خلاصہ میں مذکور ہے۔)

غور کیجئے! اسلاف میں یہ طریقہ رائج تھا کہ نماز کے بعد دعا کیا کرتے تھے (جس سے اجتماعی صورت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے) جب ہی تو حضرت حسن بصریؒ نے اپنے پڑوسی کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد دعا کے لیے فرمایا، اگر دعا کا طریقہ رائج نہ ہوتا تو آپ ہرگز اسے دعا کی ترغیب نہ دیتے، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشاد ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا "**أي الدعاء أسمع**" کون سی دعا زیادہ مقبول ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**جوف الليل الآخر دبر الصلوت المكتوبات**" (۱) رات کے آخری حصہ کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا (یہ حدیث اسی جواب میں پہلے نقل کی جا چکی ہے) اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے صاحب اعلاء السنن مولانا ظفر احمد تھانوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

قوله: عن أبي أمامة، إلخ، قلت: فيه إثبات الدعاء بعد الصلاة، فاندحض به ما أورده ابن القيم أن الدعاء بعد السلام من الصلاة مستقبل القبلة أو المأمومين، فلم يكن ذلک من هديه صلى الله عليه و سلم أصلاً، ولا روى عنه بإسناد صحيح، ولا حسن، آه. (زاد المعاد: ۶۷/۱) (۲)

(یعنی: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے نماز کے بعد دعا کا ثبوت ہوتا ہے، لہٰذا جو بات علامہ ابن قیمؒ نے کہی ہے، سلام کے بعد قبلہ رخ ہو کر یا مقتدیوں کی طرف رخ کر کے دعا کرنا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کا طریقہ نہیں ہے، یہ چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سند حسن کے ساتھ مروی ہے اور نہ سند صحیح کے ساتھ۔)

---

(۱) سنن الترمذي، باب (ح: ۳۴۹۹) انيس

(۲) زاد المعاد، فصل في كيفية جلوسه وأشارته في التشهد/إعلاء السنن، بيان ما يقرأ إذا فرغ من الصلاة :۱۹۴/۳، إدارة القرآن والشئون الإسلامية كراتشي. انيس

قلت: قد ثبت ذلک عنه صلی اللّٰہ علیه وسلم قولاً وفعلاً فهٰذا حدیث أبی أمامة فیه إرشاد الإمامة بالدعاء بعد الصلوات المکتوبات. (إعلاء السنن: ۱۹۹/۳)(۱)

اس حدیث سے علامہ ابن قیمؒ کے دعویٰ کی تردید ہوتی ہے، میں کہتا ہوں نماز کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کرنا قولا اور فعلا ثابت ہے اور اس حدیث میں فرض نمازوں کے بعد دعا کی ترغیب ہے۔ پس صلحا کا جو معمول ہے کہ فرض نمازوں کے بعد دعا کرتے ہیں بے اصل نہ ہوا۔

حضرت ابوامامہ کی مذکورہ حدیث اور حضرت معاذ بن جبل کی حدیث (جس کا ذکر اس جواب میں پہلے آیا ہے) ان دونوں حدیثوں کو مولانا نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب "**دلیل الطالب علیٰ أرجح المطالب**" میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''وایں ہر دو حدیث دلالت وارد بر آں کہ دعا بعد فریضہ می باید'' یہ دونوں حدیثیں نماز فرض کے بعد دعا مسنون ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ (دلیل الطالب علیٰ ارجح المطالب: ص ۳۲۳)

ظاہر ہے کہ یہ مسنونیت ہر ایک کے لیے ہے، جب تمام اس سنت پر عمل کریں گے تو اجتماع ہوگا، یا نہیں؟ (یہ حوالہ پہلے آچکا ہے، موقع کی مناسبت سے دوبارہ ذکر کیا گیا ہے)۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے: "**یدعو ... جهرًا لتعلیم القوم ویخافته القوم إذا تعلم القوم خافت هو أیضًا وإن جهر فهو بدعة**". (الفتاویٰ البزازیة مع الهندیة: ۴۲/۴)(۲)

امام مقتدیوں کو سکھانے کے لیے جہراً دعا کرے اور قوم آہستہ دعا کرے اور جب مقتدی سیکھ جائیں تو مقتدی اور امام دونوں آہستہ دعا کریں، اگر زور سے دعا کی تو یہ بدعت ہے۔

امداد الفتاح شرح نور الایضاح میں ہے:

ثم یدعون لأنفسهم وللمسلمین بالأدعیة المأثورة الجامعة لقول أبی أمامة: قیل: یارسول اللّٰہ: أی الدعاء أسمع؟ قال جوف اللیل الأخیر ودبر الصلوات المکتوبات. (رواه الترمذی والنسائی)(۳)
وکان صلی اللّٰہ علیه وسلم یدعو دبر کل صلاة، (رواه البخاری فی تاریخه الأوسط. (۴) إلیٰ قوله) **رافعی أیدیهم حذاء الصدر وبطونها مما یلی الوجه بخشوع وسکون ثم یختمون بقوله تعالیٰ:**

(۱) إعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وکیفیة وسنیة الدعاء والذکر بعد الصلاة، بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلاة، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی، باکستان، انیس
(۲) الفتاویٰ البزازیة علی هامش الهندیة، کتاب الصلاة، الحادی عشر فی القراءة، انیس
(۳) سنن الترمذی، باب (ح: ۳۴۹۹)/ السنن الکبریٰ للنسائی، باب ما یستحب من الدعاء دبر الصلوات المکتوبات (ح: ۹۸۵۶) انیس
(۴) التاریخ الأوسط للبخاری، عن المغیرة بن شعبة، البنایة شرح الهدایة: ۱۴۶/۳، دار الکتب العلمیة. انیس

﴿سبحان ربک رب العزة عما یصفون﴾الآیة (إلی قوله)ثم یمسحون بها أی بأیدیهم وجوههم فی آخره یعنی عند الفراغ منه لقول ابن عباس رضی الله عنهما: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إذا دعوت اللّٰہ فادع بباطن کفیک ولا تدع بظهورهما فإذا فرغت فامسح بها وجهک". (رواه ابن ماجة)(۱)ولقول ابن عمر رضی الله عنهما: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما وفی روایة لم یردهما حتی یمسح بهما وجهه. (رواه الترمذی) (۲)(إمداد الفتاح شرح نور الإیضاح: ۱۳۷-۱۳۸، قلمی)(نور الإیضاح: ۸۵)

(پھر (تسبیحات کے بعد امام اور مقتدی) اپنے لیے اور مسلمانوں کے لیے جامع منقول دعاؤں کے ساتھ دعا کریں، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاد فرمایا رات کے آخری حصہ کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا، رواہ الترمذی والنسائی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد دعا فرماتے تھے۔ (رواہ البخاری فی تاریخہ الأوسط) اپنے ہاتھوں کو سینوں کے مقابل اٹھا کر اس حال میں کہ ہاتھوں کی ہتھلیاں چہرے کی طرف ہوں خشوع اور سکون کے ساتھ پھر ﴿سبحان ربک رب العزة عما یصفون﴾ پڑھ کر دعا ختم کریں پھر دعا سے فارغ ہو کر اپنے ہاتھ اپنے چہروں پر پھیر لیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی بنا پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم اللہ سے دعا کرو تو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے دعا کرو ہاتھوں کی پشت سے نہ کرو، پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لو۔ (رواہ ابن ماجہ) اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھاتے تو جب تک اپنے چہرے پر ہاتھ نہ پھیر لیتے ان دونوں کو نیچے نہیں کرتے۔ (رواہ الترمذی)

امداد الفتاویٰ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

بعد حمد و صلوۃ کے واضح ہو کہ یہ رسالہ کتاب مسلک السادات الی سبیل الدعوات کا خلاصہ ہے، جس کو علامہ فاضل شیخ محمد علی بن شیخ حسین مرحوم مفتئ مالکیہ مقیم مکہ مکرمہ نے ۱۳۲۱ھ میں تحریر فرمایا ہے اور اس میں عموماً احکام دعا کی تحقیق اور بالخصوص دعا کا مستحب ہونا ہر منفرد او ر امام اور جماعت کے لیے (احادیث معتبرہ اور مذاہب اربعہ کی روایات فقہیہ سے) ثابت فرمایا ہے، میں نے اس رسالہ کا خلاصہ لکھ دیا؛ تا کہ ان بیباک لوگوں کی زبان بند ہو جائے جو دعا بعد نماز پر بدعت ہونے کا حکم کرتے ہیں اور اس تلخیص کا نام ''استحباب الدعوات عقیب الصوات'' رکھ دیا، الخ، یہ پورا رسالہ قابل

(۱) سنن ابن ماجة، باب رفع الیدین فی الدعاء (ح: ۳۸٦٦)انیس

(۲) سنن الترمذی، باب ماجاء فی رفع الأیدی عندالدعاء (ح: ۳۳۸٦)انیس

مطالعہ ہے۔(امدادالفتاویٰ:۱/۷۹۶تا۸۱۶،مبوب مع حاشیہ جدیدہ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:''فرائض کے بعد دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور آپ کی سنت ہے''۔(النفائس المرغوبۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ:۱۰) یہ پورا رسالہ بھی قابل مطالعہ ہے۔

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''امام اور مقتدی سب آہستہ آہستہ دعا مانگیں''۔(احکام دعاء:۱۱)

مفتاح الجنۃ میں ہے:

''اور امام سلام سے فراغت پائے تب داہنے یا بائیں پھر کے اور جو دعا چاہے پڑھے،مگر بہتر یہ ہے کہ ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے، بعد اس کے دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے برابر اٹھاوے، اس طرح پر کہ دونوں بغل ظاہر ہوئے اور جو حاجت چاہے اللہ سے مانگے اور چاہے تو یہ مناجات پڑھے:﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا﴾ الخ''۔(مفتاح الجنۃ:۶۸،مؤلفہ مولانا شاہ کرامت علی جون پوری)

نیز بہشتی گوہر میں ہے:

مسئلہ:۳ بعد نماز(فرض)ختم کر چکنے کے دونوں ہاتھ سینے تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے دعا مانگے اور امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لیے بھی اور بعد دعا مانگ چکنے کے دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لے،مقتدی خواہ اپنی اپنی دعا مانگیں،یا امام کی دعا سنائی دے تو خواہ سب آمین کہتے رہیں۔(بہشتی گوہر:۳۶،فرض نماز کے بعض مسائل مسئلہ نمبر:۶)

نیز بہشتی گوہر میں ہے:

مسئلہ: جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں،جیسے:ظہر،مغرب،عشا ان کے بعد بہت دیر تک دعا نہ مانگے؛ بلکہ مختصر دعا مانگ کر ان سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جاوے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں،جیسے:فجر،عصر،ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف داہنی یا بائیں طرف کو منہ پھیر کر بیٹھ جائے،اس کے بعد دعا مانگے،بشرطیکہ کوئی مسبوق مقابلہ میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔

حاشیہ میں عالمگیری سے عبارت نقل کی ہے:

''ویستقبل القوم بوجهه إذا لم یکن بحذائه مسبوق فإن کان ینحرف یمنة أویسرة والصیف والشتاء سواء هو الصحیح کذا فی الخلاصة،وفی الحجة الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء یشرع فی السنة ولایشتغل بأدعیة طویلة''. (۱)(بہشتی گوہر:۳۶،فرض نماز کے بعض مسائل)

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، الباب الرابع : فی صفة الصلاة، الفصل الثالث فی سنن الصلاة وآدابها وکیفیتها: ۱/۸۵،دار الکتب العلمیة،بیروت،لبنان انیس

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم نے بڑی عمدہ بات تحریر فرمائی ہے:

یا مثلاً شریعت کا حکم یہ ہے کہ جو عبادت اجتماعی طور پر ادا کی گئی ہے، اس کے بعد تو دعا اجتماعی طور پر کی جائے، مگر جو عبادت الگ الگ ادا کی گئی ہے، اس کے بعد دعا بھی انفرادی طور پر ہونی چاہیے۔ (بینات، اختلاف امت اور صراط مستقیم: ۱۱۸)

مذکورہ تفصیل سے ثابت ہوگیا کہ فتاویٰ رحیمیہ کا فتویٰ بحمدہ تعالیٰ احادیث اور فقہ اور اسلاف کے تعامل کے موافق ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سید عبدالرحیم لاجپوری ثم راندیری غفر اللہ لہ ولوالدیہ، ۱۴/رجب المرجب ۱۴۰۷ھ۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۴۵/۷-۲۵۸)

سلام کے بعد بغیر دعا مقتدی کا چل دینا کیسا ہے:

سوال: نماز پڑھ کر امام سے پہلے دعا مانگ کر بھاگ جانا کیسا ہے؟

الجواب

بے شک یہ فعل اگر بلاضرورت شرعی ہو تو خلاف سنت اور مکروہ ہے اور اس کی عادت کر لینا گناہ ہے۔

قال علیه الصلاة و السلام: "إنما جعل الإمام لیؤتم به". (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۶۸/۲)

مقتدی امام سے پہلے دعا مانگ کر جا سکتا ہے:

سوال: فجر کی نماز میں امام وظیفہ پڑھ کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں، میں چونکہ ملازم ہوں، ساڑھے آٹھ بجے ڈیوٹی پر حاضری دینا ہوتی ہے، دودھ لانا، ناشتہ تیار کرنا، پھر کھانا، کپڑے بدل کر تیار ہو کر بس کا انتظار کرنا، ایسی صورت میں کیا میں ان کے ساتھ دعا میں شریک ہوں، یا اپنی مختصر دعا مانگ کر مسجد سے آجاؤں؟

الجواب

امام کے ساتھ دعا مانگنا کوئی ضروری نہیں، آپ نماز سے فارغ ہو کر اپنی دعا کر کے آسکتے ہیں؛ کیوں کہ امام کے

---

(۱) مشکاة، کتاب الصلاة، باب القراءة في الصلاة، الفصل الثاني: ۲۷۱ (ح: ۸۵۷) المکتب الإسلامي، انیس في المشکاة: (کتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الثاني: ۳۰۰ (ح: ۹۵٤) الکتب الإسلامي، انیس) عن أنس أن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم حضّهم علی الصلاة ونهاهم أن ینصرفوا قبل انصرافه من الصلٰوة. (رواه أبو داؤد) (سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، باب فیمن ینصرف قبل الإمام، ص: ۹۰ (ح: ٦۲٤) بیت الأفکار، انیس)

وقدوۃ المشائخ شیخ عبدالحق دھلویؒ در اشعۃ اللمعات، ص: ۴۴۷، فرمودہ:

نہی کرد از یں کہ برگردند پیش از برگشتن وے صلی اللہ علیہ وسلم از نماز خود چنانچہ پیشتر از حضرت سلام بدہند و از نماز برآیند یا بعد از سلام دادن پیشتر آنکہ حضرت برخیزد و برخیزند و منتظر ذکر و دعا نہ نشینند و نہی بر اول تحریمی است و بر ثانی تنزیہی ست، انتہی۔ (جمیل الرحمٰن)

سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کا تعلق امام سے ختم ہو جاتا ہے؛ اس لیے مقتدیوں کے لیے فرض نماز کے بعد امام کے ساتھ اجتماعی طور پر دعا کرنا ضروری نہیں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۵۰۱)

فجر اور عصر میں دعا سے پہلے اٹھ جانا:

سوال: نمازِ فجر اور نمازِ عصر میں امام کے دعا کرنے سے قبل اٹھ جانا اور چلا جانا کیسا ہے؟

(محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

دعا جو نمازوں کے بعد کی جاتی ہے، وہ نماز کا حصہ نہیں ہے؛ اس لیے اگر کوئی شخص دعا میں شامل نہ ہو تو بُرا نہ سمجھنا چاہیے؛ کیوں کہ جو چیز واجب نہ ہو، اس کو واجب کا درجہ دے دینا بدعت ہے،(۱) البتہ نمازوں کے بعد دعائیں بھی مقبول ہوتی ہیں، یہ حدیث سے ثابت ہے؛(۲) اس لیے ان اوقات میں کوشش کرنی چاہیے کہ دعاؤں کا اہتمام کریں۔

(کتاب الفتاویٰ:۳/۹۴-۹۵) ☆

---

(۱) ”کل مباح یؤدی إلیه أی (إلی اعتقاد الجهلة سنیتها) فمکروه“. (غنیة المستملی المعروف بالکبیری، فصل فی مسائل شتٰی: ۵۶۹)

”الإصرار علی المندوب یبلغه إلٰی حد الکراهة“ آه. (السعایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبیل فی فصل القرآءة: ۲/۲۶۵، سهیل اکیڈمی لاهور، انیس)

(۲) قیل: یا رسول اللّٰه ! أي الدعاء أسمع ؟ قال: جوف اللیل الآخر و دبر الصلوات المکتوبات“. (الجامع للترمذي، رقم الحدیث: ۳۴۹۹، عن أبي أمامة)

☆ سلام کے بعد والی دعا میں مقتدی کی شرکت:

سوال: مقتدی کو امام کے سلام کے بعد دعا میں اقتداو شرکت ضروری ہے یا مستحب؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

مستحب ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۹۰)

امام کے ساتھ دعا میں شرکت مستحب ہے:

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے، اس کا کہنا ہے کہ جو لوگ نماز ختم ہوتے ہی اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور امام کے ساتھ دعا میں شریک نہیں ہوتے وہ غلط کار ہیں، کچھ نمازی امام صاحب کے سلام پھیرتے ہی کسی سبب سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں، یا سنن و نوافل کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتے ہیں، کیوں کہ امام صاحب مختصر وظیفہ پڑھنے کے بعد دعا مانگتے ہیں اور اکثر ان کی دعا طویل ہو جاتی ہے، زید کا کہنا ہے کہ جو لوگ اٹھ جاتے ہیں، انکا یہ فعل درست نہیں ہے۔ کیا دعا میں بھی شرکت اور امام کی پیروی ضروری ہے اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے ہیں وہ گنہ گار ہیں؟

==

فجر وعصر کی نماز کے بعد قبل دعائے امام چلے جانا:

سوال: فجر وعصر میں بعد سلام امام اپنی دعا پوری کرکے (قبل اس کے کہ امام دعا سے فارغ ہو) چلے جانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

بلا عذر اس طرح کرنا خلاف سنت ہے اور مکروہ تنزیہی ہے، اور اس کی عادت بنالینا گناہ ہے۔

عن أنس رضی اللّٰہ عنه أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم حضهم علی الصلاة ونهاهم أن ینصرفوا قبل انصرافه من الصلاة. (۱)

یعنی: نہی کرد از یں کہ برگردند پیش از برگشتن وے صلی اللہ علیہ وسلم از نماز خود چنانکہ پیشتر از حضرت سلام بدہند واز نماز برآیند یا بعد از سلام دادن پیشتر ازاں کہ آں حضرت برخیزد برخیزند بروند ومنتظر ذکر ودعا نہ نشینند ونہی بر معنی اول تحریمی وبر ثانی تنزیہی است۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ: ۱/۴۴۷) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۱۴۴، ۱۴۵)

دعا میں امام کی اقتدا کا حکم:

سوال: نماز میں امام کی پیروی کہاں تک کرنے کا حکم ہے؟ بعض آدمی دعا مانگ کر اپنے مصلیٰ سے اٹھ جاتے ہیں جب کہ مقتدی دعا مانگتے رہتے ہیں۔ کیا دعا میں امام کے ساتھ منہ پر ہاتھ نہ پھیر کر بعد تک بعد مانگ سکتا ہے؟ تنہا بعض آدمی کی چند رکعت چھوٹ جاتی ہے پوری کرنے کے بعد اگر چاہیں تو امام کے ساتھ دعا میں شریک ہوسکتے ہیں؛ لیکن وہ اپنی تسبیح پڑھ کر دعا مانگتے ہیں کیا دعا مانگے، یا تسبیح پڑھ کر الگ دعا کرے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کے لیے اب اقتدا ضروری نہیں، مقتدی دیر تک دعا مانگ سکتا ہے، اسی طرح مسبوق اپنی تسبیح پوری کرکے دعا مانگ سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۴/۸۲)

==

ھو المصوب ــــــــــــــــــــ

نماز بعد دعا میں امام کے ساتھ شریک ہونا اور پیروی کرنا ضروری نہیں، جو لوگ شرکت نہیں کرتے، وہ گنہگار نہیں؛ بلکہ ایک مستحب وبہتر عمل میں شرکت نہیں پائی جاتی ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۱۳۸-۱۳۹) (۱)

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب فیمن ینصرف قبل الإمام، ص: ۹۰ (ح: ٦٢٤) بیت الأفکار، انیس

دعا بعد السنن کے مسئلہ میں افراط وتفریط سے بیزار ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد السنّت علی ہیئت الاجتماعیہ جائز ہے، یا نہیں؟ آپ حضرات کے فتویٰ سے جواب ظاہر ہے، مگر خیر المدارس ملتان کے مفتی صاحب عدم جواز کے قائل ہیں، ہمارے علاقہ میں لوگ داالعلوم حقانیہ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں، مگر بعض اس سے انکاری ہیں، یہ پوسٹر حاضر خدمت ہے، جس میں دونوں جانب دلائل اور ردموجود ہیں، اب ہم کیا کریں؟ کس کی بات کو مانیں؟ مدلل جواب ارسال کرکے ممنون فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ملک جہاں نزیب افریدی درہ آدم خیل، ۱۲/محرم/۱۴۰۵ھ)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعیہ سے نہ فرائض کے بعد دعا کی ہے اور نہ سنن رواتب کے بعد اور نہ ''أللّٰھم أنت السلام'' کو ہیئت اجتماعیہ سے پڑھا ہے، البتہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (کما فی کنز العمال وغیرہ) پس ہیئت اجتماعیہ سے نماز کے بعد دعا کرنا ممنوع نہیں ہے، نہ فرائض کے بعد اور نہ سنن رواتب کے بعد، ممنوع صرف التزام ہے۔

والمختارھو بعد الرواتب عند الجمھور و بعد الفرائض عند البقالی و تمام الکلام فی المقالات.

جواب ـــــــــــــــ اشتہار:

ہمارا مسلک اور صوبہ سرحد کے علما کا مسلک، مسلک دیوبندی ہے، اس پر پوسٹر کے مضمون میں افراط وتفریط موجود ہے، ہم بریلویت اور سلفیت دونوں سے بیزار ہیں، دعا بعد السنن بہیئۃ الاجتماعیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ بعد الفرائض کی ہے اور نہ بعد السنن، ومن ادعی فعلیہ البیان، البتہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کی ترغیب دی ہے اور فقہا کی اکثریت نے دعا بعد السنّت کو افضل قرار دیا ہے، اختلاف فضیلت میں ہے، نہ کہ جواز اور عدم جواز میں، البتہ التزام مالا یلزم دونوں صورتوں میں مکروہ ہے۔

جن علماء کرام نے بعد السنن دعا کو بدعت قرار دیا ہے، ہم ان سے متفق نہیں ہیں، اکثر فقہا نے دعا کو بعد السنن افضل قرار دیا ہے۔ ہاں امام بقالی رحمۃ اللہ نے بعد الفرائض کو افضل مانتے ہیں، وھو مختار أکثر الأکابر، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد السنن دعا نہیں کی ہے، لہٰذا بالاجماع بدعت ہے تو ان سے پوچھنا چاہیے کہ احادیث کی کونسی کتاب میں ہے کہ نہیں کی ہے عدم ذکر اور ذکر العدم میں فرق موجود ہے اور اگر یہ مان لیا جائے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا نہیں کی۔

وإلا لنقل عنه البتة وهو التحقيق أيضًا فيقال إن القول هو الأقوىٰ من غيره أنه ثبت بأحاديث قولية مندوبية الدعاء علىٰ وجه الاجتماع ولم يثبت ما يعارضها؛لأنه لم يثبت عن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم فى رواية ما أنه لم يدع علىٰ وجه الاجتماع بخلاف أذان العيد فإنه ثبت فيه رواية العدم فى سنن أبى داؤد وغيره.وهو الموفق(فتاویٰ فریدیہ:۲/۲۶۲-۲۶۳)

فرض وسنن کے بعد اجتماعی دعا، حدیث قولی کی بنا پر مسنون اور فعلی کی بنا پر غیر معمول ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا یا سنت کے بعد مانگنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر فرض نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعی سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہو تو اس کی وضاحت بھی فرمائیں؟(وأجركم على الله)

(المستفتی: محمد لقمان شمس آباد، اٹک......۴/صفر ۱۴۰۵ھ)

الجواب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعی سے ادا کرنے کی ترغیب دی ہے۔(كما فى الدارمي والفتح وغيره)(۱) اور بذات خود ہیئۃ اجتماعی سے نہ فرائض سے متصل دعا مانگی ہے اور نہ سنن رواتب کے بعد اور نہ ''اَللّٰهم أنت السلام'' ہیئت اجتماعیہ سے پڑھا ہے۔ پس ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے میں بعد الفرائض اور بعد الرواتب فرق نہیں ہے، حدیث قولی کی بنا پر دونوں مسنون ہیں اور حدیث فعلی کی بنا پر دونوں غیر معمول ہیں۔فافهم(۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۲۵۷)

---

(۱) قال الحافظ ابن الحجر:وأخرج الحاكم عن حبيب بن سلمة الفهرى سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يقول:''لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمّن بعضهم إلا أجابهم اللّٰه تعالىٰ''.(فتح البارى شرح صحيح البخارى، باب التأمين:١٤/ ٣٠٨)(كتاب الدعوات،رقم الحديث:٦٤٠٢،انيس)

(۲) وفى المنهاج:والجواب عن الأمر الأول أنه معارض بالقرآن والأحاديث الصريحة فى مشروعية الدعاء والذكر علىٰ وجه الاجتماع،قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ:''قد أجيبت دعوتكما''،وروى القرطبى عن أبى العالية أن موسىٰ عليه السلام كان يدعو وهارون عليه السلام يؤمّن،وقال النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم:'' لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمّن بعضهم إلا أجابهم اللّٰه تعالىٰ''.رواه الحاكم وذكره فى كنز العمال.وقال النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم:''ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة إلا كان حقاً على اللّٰه أن لا يرد أيديهم''.رواه الدارمى وذكره الحافظ فى الفتح...ما تبين من الجواب الأول أنه ثبت بأحاديث قولية مندوبية الدعاء علىٰ وجه الاجتماع و لم يثبت ما يعارضها؛لأنه لم يثبت عن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم فى رواية ما أنه لم يدع علىٰ وجه الاجتماعى بخلاف أذان العيد فإنه ثبت فيه رواية العدم فى سنن أبى داؤد وغيره،فالجواب من هذا القائل فى أنه لم يفرق بين عدم الرواية وبين رواية العدم،ولو سلم أن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم لم يدع بعد الصلاة علىٰ وجه الاجتماع وإلا لنقل عنه البتة وهو التحقيق أيضًا فيقال أن القول هو الأقوىٰ من غيره،إلخ.(منهاج السنن شرح جامع السنن،مبحث الدعاء علىٰ هيئة الاجتماعية:٢/ ١٧٤)

علماءِ احناف سنن کے بعد اور بقالی المعتز لی فرائض کے بعد دعا کو افضل سمجھتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علما کہتے ہیں کہ سنن کے بعد دعا ہیئت اجتماعی کے ساتھ حرام اور بدعت سیئہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب اور بدعت حسنہ ہے۔قول فیصل ذکر کر کے ممنون فرماویں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولوی سیف الرحمٰن برول بانڈہ ضلع دیر، ۲۵/۷/۱۹۷۰ء)

الجواب

واضح رہے کہ ہیئت اجتماعی کے ساتھ دعا کرنا خیر القرون میں معمول نہ تھا، نہ فرائض کے بعد اور نہ رواتب کے بعد(۱) **ومن ادعى فعليه البيان والدليل ولن يأتوبه ولو كان بعضهم لبعض ظهيرًا**، البتہ حدیث قولی سے دعا کرنا ثابت ہے، وہ حدیث: "**دبر الصلوات المكتوبات**" (ہے)۔(۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۶۵-۲۶۶)

(۱) وليعلم أن الدعاء المعمول في زماننا من الدعاء بعد الفريضة رافعين أيديهم على الهيئة الكذائية لم تكن المواظبة عليه في عهده عليه الصلاة السلام، إلخ. (العرف الشذى على الترمذى، باب ما جاء في كراهية أن يخص الإمام نفسه بالدعاء: ۱/۸٦)

(۲) عن أبي أمامة قال: قيل يا رسول الله ! أى الدعاء أسمع؟ قال: "جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات". (رواه الترمذى) (كتاب الدعوات ، باب بلا ترجمة ، ص: ۱۰۰۰، رقم الحديث: ۳٤۹۹، بيت الأفكار، انيس) (مشكوة المصابيح ، الفصل الثاني باب الذكر بعد الصلاة: ۱/۸۹) (رقم الحديث: ۹٦۸، انيس)

اور یہ حدیث دونوں پر صادق آتی ہے؛ لأن الدعاء بعد الرواتب يصدق عليه أنه دبر المكتوبات لا أنه قبل المكتوبات، و أيضًا صرح العلامة الشامي وابن الهمام أن مايفعل بعد الرواتب يطلق عليه أنه دبر المكتوبات فليراجع وصرح في البحر والخلاصة وإرشاد السارى وغيره أن الدعاء عند الحنفية بعد الرواتب نعم قال البقالي المعتزلي أنه بعد الفرائض (وفي شرح شرعة الإسلام و يغتنم الدعاء بعد المكتوبة قبل السنة على ماروى عن البقالي (المعتزلي في الأصول، الحنفي في الفروع ومثل صاحب الكشاف) من أنه قال الأفضل أن يشتغل بالدعاء ثم بالسنة وبعد السنن و الأوراد على ماروى عن غيره وهو المشهور المعمول في زماننا فإنه مستجاب بالحديث). (تعليق الكوكب الدرى: ۲/۲۹۱) (وهكذا في السعاية، باب صفة الصلاة: ۲/۲٦۱)

فعلم أن في الأمر توسعًا والأولى هو الإتيان بعد الرواتب وأما الهيئة الاجتماعية فهي من آداب الدعاء كالحمد والصلاة وغيره لحديث ذكر في معارف السنن وغير واحد من كتب الأحاديث (قال الله تبارك وتعالى: قد أجيبت دعوتكما، وروى القرطبي عن أبي العالية أن موسى عليه السلام كان يدعو وهارون عليه السلام يؤمّن، وقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمّن بعضهم إلا أجابهم الله تعالى". رواه الحاكم، و ذكره في كنز العمال. وقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة إلا كان حقاً على الله أن لا يرد أيديهم". رواه الدارمي وذكره الحافظ في الفتح... ثبت بأحاديث قولية مندوبية الدعاء على وجه الاجتماع. (منهاج السنن شرح جامع السنن، مبحث الدعاء على وجه الاجتماع: ۲/۱۷٤)

دعا بعد السنّت اور بعد الفرض پر التزام ممنوع اور دوام مشروع ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا بہ ہیئت اجتماعیہ زیادہ بہترین اور افضل ہے اور سنت کے بعد بہ ہیئت اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں، بعض اہل علم سنن کے بعد دعا کو لازم سمجھتے ہیں براہ مہربانی قول فیصل سے نواز کر مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا۔

(المسفتی: ناصر شاہ محلّہ سیدان حلبی صوابی، ۱۹۷۲/۱۲/۵ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

واضح رہے کہ بالالتزام بدعت ہے خواہ فرائض کے بعد ہو یا رواتب (سنن) کے بعد؛ لیکن التزام بہت سے لوگوں پر خفی ہے، التزام کا معنی ہے، کسی چیز کو لازم اور واجب سمجھنا، یا کسی چیز کے فاعل یا تارک پر واجب، جیسا انکار کرنا اور برا ماننا اور صرف دوام اور پابندی کو التزام نہیں کہا جاتا ہے؛ ورنہ تہجد، اوابین، ضحیٰ، وغیرہ مستحبات تمام کے تمام بدعات ہوجائیں گے، "**والأمر ليس كذلك؛ لأنهم لايعتقدونها واجبات ولاينكر علىٰ تاركها مثل الإنكار علىٰ تارك الواجب**" اور فقہ حنفی میں یہ مذکور ہے کہ جمہور احناف کے نزدیک سنن کے بعد دعا کرنا بہتر ہے اور امام بقالیؒ کے نزدیک فرائض کے بعد بہتر ہے اور اسی کو اکثر اکابر دیوبند نے مختار کیا ہے،(۱) لہٰذا اس میں تشدد نہ کرنا چاہیے اور اسی بلاد میں اسلم یہی ہے کہ سنن کے بعد دعا کی جائے؛ تاکہ عام فقہا سے مخالفت نہ ہو اور فتنہ برپا نہ ہو، ورنہ امام بقالی جو کہ حنفی فی الفروع اور معتزلی فی الاصول ہے، ان کے قول پر عمل کرنا بھی جائز ہے، **وإن شئت الإطلاع علىٰ دلائل الطرفين فراجع إلى المقالات.** (۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۶۶-۲۶۷)

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا:

سوال: رواتب یا وقتی سنتوں کے بعد امام کا اجتماعی دعا پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا ضروری ہے، یا مقتدی بعد سنت انفرادی طور پر دعا پڑھ کر جا سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

اس طرح سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا اہتمام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم

---

(۱) **قال المفتي الأعظم كفايت الله رحمه الله: (دعاء بعد السنن و النوافل)** کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں کسی طرح کا التزام نہ ہو اور اس سے بہتر اور افضل نہ سمجھا جائے اور اس کے تارک پر ملامت نہ کی جائے اور اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے اور امام کو اس کے لیے مقید نہ کیا جائے تو بعد سنتوں کے جو لوگ اتفاقی طور پر موجود ہوں اگر وہ دعا مانگ لیں تو جائز ہے۔ (کفایت المفتی: ۳/۳۴۰، سنن ونوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا ثبوت ہے، یا نہیں؟ فصل اول)

(۲) مقالات میں سے یہ مقالہ دعا اگلے صفحات پر برائے افادہ نقل کیا جاتا ہے۔ (از مرتب)

سے ثابت نہیں؛ بلکہ عامۃً سنتیں اپنے اپنے مکان پر جا کر ادا کیا کرتے تھے، مسجد میں اسی کی نوبت کم ہی آتی تھی،(۱) فقہا نے بھی یہی لکھا ہے کہ سنتوں کو مکان میں پڑھنا افضل ہے:

"والأفضل فی السنة أدائها فی المنزل إلا التراويح". (البحر الرائق: ۵۰/۲)(۲) فقط واللّٰہ سبحانه تعالیٰ أعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۱/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۷۰۷)

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے:

سوال: ظہر اور عشا کی سنتوں کے بعد دو دفعہ دعا کرتا ہوں اور یہ دعا اجتماعیت کے ساتھ کر رہا ہوں، خواص کے لیے اور عوام کے لیے دعا بحیثیت اجتماعی بدعت سیئہ ہے، یا بدعت حسنہ؟ شرعی جواب ارشاد فرمائیں؟

الجواب

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کے لیے امام اور مقتدیوں کا بیٹھے رہنا اور پھر مل کر دعا کرنا صحیح نہیں، اس کا اہتمام والتزام بدعت ہے،(۳) بدعت کا لفظ مطلق بولا جائے تو بدعت سیئہ ہی مراد ہوتی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۰۱/۳-۵۰۲)

(۱) ابن عمر رضی اللّٰه عنهما قال: صليت مع النبی صلی اللّٰه عليه وسلم سجدتين قبل الظهر وسجدتين بعد الظهر وسجدتين بعد المغرب وسجدتين بعد العشاء وسجدتين بعد الجمعة، فأما المغرب والعشاء ففی بيته". (صحيح البخاری، كتاب التهجد، باب التطوع بعد المكتوبة: ۱۵۶/۱، قديمی)(رقم الحديث: ۱۱۷۲، انيس)

قال العينی رحمه اللّٰه تعالیٰ: "قوله: "فأما المغرب": أی فأما ستة المغرب، وكلمة "أما" للتفصيل وقسيمها محذوف يدل عليه السياق: أی وأما الباقية ففی المسجد". (عمدة القاری شرح صحيح البخاری، كتاب التهجد، باب التطوع بعد المكتوبة: ۳۳۸/۷ (رقم الحديث: ۱۱۷۲) دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۸۷/۲، رشيدية

عن زيد بن ثابت رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال: صلوة المرء فی بيته أفضل من صلوٰته فی مسجدی هٰذا إلا المكتوبة. (سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع فی بيته: ۱۵۶/۱، إمدادية)

"ورحم اللّٰه طائفة من المبتدعة فی بعض أقطار الهند حيث واظبوا علیٰ أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراء تهم: "اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام، الخ". ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الإمام عقب الفاتحة جهرًا بدعاء مرةً ثانيةً، والمقتدون يؤمنون علیٰ ذلک، وقد جری العمل منهم بذلک علیٰ سبيل الالتزام والدوام حتی أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل بإجتماع الإمام والمأمومين ضروری واجب... ومن لم يرض بذلک يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلون خلف من لا يصنع بمثل صنيعهم، وأيم اللّٰه! إن هٰذا أمر محدث فی الدين". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۱۶۷/۳، إدارة القرآن، كراچی)

(۳) ورحم اللّٰه طائفة ...الخ. (إعلاء السنن: ۱۶۷/۳)

==

ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا مندوب ہے، بدعت نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اندریں مسئلہ کہ پنج وقتہ نمازوں کے بعد خواہ فرائض کے بعد متصل ہو، یا سنن رواتب کے بعد، اجتماعی دعا درست ہے، یا نہیں؟ بعض لوگ جو کہ سرزمین حجاز اور مکہ مکرمہ سے پڑھ کر آتے ہیں تو نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کو فرائض کے بعد اور خصوصاً سنن کے بعد نا جائز اور بدعت کہتے ہیں اور مسلمانوں کو نماز کے بعد دعا مانگنے سے منع کرتے ہیں، شریعت اور علماء احناف کے مسلک کی رو سے اس کا حل کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد اقبال، ڈنڈل ٹیکنیشن تربت مکران بلوچستان، ۲۷/رمضان/۱۴۰۵ھ)

الجواب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرائض کے بعد دعا کی ترغیب دی ہے، **كما فی حديث الترمذی: "قيل: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم! أى الدعا أسمع ؟ قال: "جوف الليل الآخر و دبر الصلوات المكتوبات".** (۱)

اور" **دبر المكتوبات** " سے مراد میں اختلاف ہے، بعض محدثین مابعد متصل مراد لیتے ہیں اور بعض غیر متصل اور دبر کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے؛ کیوں کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی فرائض پر مقدم نہیں ہیں، (۲) واضح رہے کہ دعا کے لیے بہت سے آداب ہیں، جو کہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہیں اور دیگر احادیث میں مذکور ہیں، (۳) بعض ان آداب میں سے ہیئت اجتماعی ہے، **لحديث الحاكم و كنز العمال: "لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمّن بعضهم إلا أجابهم الله"، ولحديث الدارمی و أبی نعيم: "ما اجتمع ثلا ثة قط بدعوة إلا كان حقًا على الله أن لا يرد أيديهم".** (ذكره الحافظ فی فتح البارى)(۴)

== أيضًا: عن عائشة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أحدث فی أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو رد ". (صحيح البخارى: ۱/ ۳۷۰، كتاب الصلح) (بخاری میں "منه" کے بجائے "فيه" ہے، باب إذا اصطلحوا علٰى صلح جور فالصلح مردود، رقم الحديث: ۲۶۹۷، انیس) (نیز تفصیل کے لیے دیکھئے: کفایۃ المفتی: ۳/ ۳۳۶-۳۴۰)

(۱) سنن الترمذی، باب ماجاء فی جامع الدعوات: ۲/ ۱۸۸ (رقم الحديث: ۳۴۹۹/ مشكٰوة المصابيح، الفصل الثانی، باب الذكر بعد الصلاة: ۱/ ۸۹، رقم الحديث: ۹۶۸، انیس)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: وأما ما ورد من الأحاديث فی الأذكار عقيب الصلاة فلا دلالة فيه على الإتيان بها قبل السنة، بل يحمل على الإتيان بها بعدها؛ لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن أجنبية عنها، فما يفعل بعدها يطلق عليه أنه عقيب الفريضة. (ردالمحتار هامش الدر المختار، قبيل مطلب فی ما لو زاد، إلخ: ۱/ ۳۹۱) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انیس)

(۳) مثل رفع اليدين، التثليث، التحميد، الصلاة، التأمين

(۴) فتح البارى شرح صحيح البخارى، كتاب الدعوات، باب التأمين: ۱۴/ ۳۰۸ (المستدرک للحاكم، ذكر مناقب حبيب بن مسلمة الفهرى (ح: ۵۴۷۸)/ كنز العمال، الفصل الرابع إجابة الدعاء باعتبار الذوات (ح: ۳۳۶۷)/ حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: ۳/ ۲۲۶، دار الكتاب العربى بيروت. انیس)

پس ہیئت اجتماعی سے دعا کرنا مندوب ہے، منکر اور بدعت نہیں ہے، البتہ بدعت لغوی ہے؛ کیوں کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعی سے نہ فرائض کے بعد دعا مانگی ہے اور نہ سنن کے بعد،(۱) **ونظيره الإزار والسراويل. وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ:۲/۲۶۴-۲۶۵)

دعاءِ مروج کا تجزیہ:

(۱) عوام اسے سنن صلوٰۃ میں سے سمجھنے لگے ہیں۔

(۲) اس کا اس قدر التزام ہونے لگا ہے کہ تارک کو ہدفِ ملامت بنایا جاتا ہے، اگر کوئی امام اس طریقہ پر دعا نہ کرائے تو اسے امامت سے علاحدہ کردیا جاتا ہے۔

(۳) اخفاء کی افضلیت پر اجماع کے باوجود جہری پر اصرار کیا جاتا ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر نمازوں کے بعد عام مساجد میں دعا کا مروجہ طریقہ ختم کرنا چاہیے اور علما کو اس طرف زیادہ توجہ مبذول کرنا چاہیے، روایت سادسہ وثامنہ میں جو اجازت دی گئی ہے، ظاہر ہے کہ وہ بھی **مقيد بالسلامة من القبائح المذكورة** ہے، التزام کی وجہ سے تو امر مندوب ومستحب بھی واجب الترک ہوجاتا ہے، چہ جائیکہ جس کا کوئی ثبوت ہی نہ ہو اور پھر اسے نماز کے متعلقات میں شمار کیا جانے لگے؛ اس لیے ائمہ مساجد پر لازم ہے کہ جہر کی رسم کو تو بالکلیہ ختم کردیں اور اجتماعاً سرّی دعا سے متعلق بھی مقتدیوں کو یہ تبلیغ کرتے رہیں کہ یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں؛ اس لیے اس کا زیادہ اہتمام نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ ائمہ حضرات کبھی کبھار عملاً بھی اجتماعی دعا میں ناغہ کردیا کریں؛ تاکہ عوام کے ذہن سے اس طریقہ کی سنیت کا خیال نکل جائے، مگر عملی اقدام سے قبل بطریق احسن ملاطفت اور نرمی سے لوگوں کو مسئلہ کی حقیقت سمجھائیں اور خوب ذہن نشین کرائیں؛ تاکہ انتشار وفتنہ کی صورت پیدا نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

الحاق:

روایات ذیل سے اجتماعی دعا کے ثبوت کا اشتباہ ہوسکتا ہے۔

(۱) "**من آداب الدعاء: تأمين الداعي والمستمع**". {خ،م،د،س} (حصن حصین، ص: ۵)(۲)

(۲) **قوله تعالیٰ**: ﴿قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا﴾ (۳) کے تحت کتب تفسیر میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی اور حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہی۔

---

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بعد دعا کرنا اور ہاتھوں کا اٹھانا ثابت ہے۔ عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال: اللهم اخلص الوليد بن الوليد ... ،إلى آخر الدعاء. (منهاج السنن: ۱۷۱/۲،تفسير ابن كثير: ۱۷۲/۳)

(۲) حصن حصين،فصل في آداب الدعاء .انيس

(۳) سورة يونس: ۸۹،انيس

(۳) حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے غزوۂ احد میں اس طرح دعا مانگی کہ پہلے ایک نے دعا کی، اس پر دوسرے نے آمین کہی، پھر دوسرے نے دعا کی، اس پر پہلے نے آمین کہی۔(۱)

(۴) **"لایجتمع ملأ فیدعو بعضهم ویؤمن بعض إلا أجابهم الله"**. (تلخیص الذهبی مع المستدرک: ۳/۳٤۷)(۲)

ان روایات کا نماز کے بعد والی دعا سے کوئی تعلق نہیں، یہ سب اس صورت سے متعلق ہیں کہ کوئی شخص دعا کر رہا ہو، اتفاقاً کسی دوسرے نے سن لی تو وہ اس پر آمین کہے، نماز کے بعد تو ہر شخص کے لیے موقع دعا ہے، پھر ہر شخص کا مقصد الگ ہوتا ہے، ہر شخص اپنے مقصد کے لیے دعا میں مشغول ہوگا تو دوسرے کی دعا پر آمین کیسے کہے گا؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ پانچ بار علانیہ با جماعت نماز ادا فرماتے تھے، اگر آپ نے نماز کے بعد کبھی اجتماعی دعا فرمائی ہوتی تو اس کو کوئی تنفس تو نقل کرتا، مگر ذخیرۂ حدیث میں اس کا کہیں نشان نہیں ملتا، اگر اس کا استحباب تسلیم بھی کر لیا جائے تو التزام بہرصورت بدعت ہے۔ **وفقنا الله الجمیع لما یحب ویرضیٰ، فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم**

(ضمیمہ تتمہ میں) ۱۰ر ربیع الاول ۱۴۰۴ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۶۰-۶۸)

اجتماعی دعا کے آداب:

سوال: فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کے آداب کیا ہیں؟ مقتدی اس بات کے خواہش مند ہوتے ہیں کہ سلام کے بعد فوراً دعا کی جائے اور اکثر امام وظائف پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں، امام کے طرز عمل سے مقتدیوں کی یکسوئی ختم ہوتی ہے اور اکتاہٹ پیدا ہوتی ہے اور اگر امام مقتدیوں کی خواہش کا احترام کرے تو اسے آداب دعا میں کمی محسوس ہوتی ہے، صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ______________

حامداً و مصلیاً و مسلماً:

سلام کے بعد اقتدا ختم ہو جاتی ہے، اب مقتدی اس کا پابند نہیں ہوتا کہ امام سے بندھا رہے، (۲) البتہ قاعدہ یہ ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں، ہر شخص کے لیے مسنون ہے کہ " **اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام**

(۱) المستدرک للحاکم، ذکر مناقب حبیب بن مسلمة الفهری (ح: ٥٤٧٨) انیس

(۲) فی الدر: وتنقضی قدوة بالأول قبل علیکم علی المشهور عندنا.

وفی الرد: قوله: (وتنقضی قدوة بالأول) أی بالسلام الأول. قال فی التجنیس: الإمام إذا فرغ من صلاته، فلما قال السلام جاء رجل واقتدی به قبل أن یقول علیکم لایصیر داخلاً فی صلاته. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/ ۱٦۲، زکریا، دیوبند) (مطلب: لاینبغی أن یعدل عن الدرایة إذا وافقتها روایةً، انیس)

وإلیک یعود السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام" یا اسی مقدار کی دعا سے فصل کر کے سنتوں کے لیے کھڑا ہو جائے،(۱) پھر سنتوں سے فراغت کے بعد اور جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں، ان میں فرض ہی کے بعد امام اگر چاہے تو مقتدیوں کی طرف رخ کر لے اور جو لوگ چاہیں، شریک رہیں اور اپنے اپنے اوراد پورے کر کے اپنے اور مسلمانوں کے لیے یکجائی طور پر دعا کر لے تو اولیٰ اور افضل ہے۔(۲) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حنیف غفرلہ، ۸/۱۰/۱۴۰۷ھ۔ الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۲/۳۶۳-۳۶۴)

نماز کے بعد اسی ہیئت پر دعا کرنا:

سوال: کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھ کر، بعد سلام کے، اس جگہ سے الگ ہو کر بیٹھ جاوے تو اس میں کیا نقصان ہے، حدیثوں میں کیا حکم ہے؟ آیا اسی جگہ پر بیٹھا رہنا ثواب ہے، یا اس جگہ سے الگ ہونے میں کوئی نقصان ہے؟
(سائل: عبدالرحمٰن گھڑی ساز، معرفت عارف الرحمٰن نور کہالی)

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس جگہ سے علیحدہ ہو جانے میں کچھ نقصان نہیں؛ بلکہ جائز ہے، (کذا فی الکبیری، ص: ۳۰۱ وغیرہ)(۳) البتہ

---

(۱) عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا سلم لایقعد إلا مقدار ما یقول: اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام، تبارکت یاذا الجلال والإکرام. (الجامع للترمذی، کتاب الصلاة، باب مایقول إذا سلم من الصلاة، رقم الحدیث: ۲۹۸، ص: ۶۹، بیت الأفکار، انیس)

وقد روی عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه کان یقول بعد التسلیم "لا إله إلا اللّٰہ وحده لا شریک له، له الملک، وله الحمد، یحیی ویمیت وهو علیٰ کل شیء قدیر، اللّٰهم لامانع لما أعطیت ولا معطی لما منعت، ولاینفع ذاالجد منک الجد" (جامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب مایقول إذا سلم من الصلاة: ۱/۶۶، سعید)(ح: ۲۹۹) انیس)

فی الرد: (قول الحلوانی: لابأس بالفصل بالأوراد) أی القلیلة التی بمقدار اللّٰهم أنت السلام الخ لما علمت من أنه لیس المراد خصوص ذلک، بل هو أوماقاربه فی المقدار بلا زیادة کثیرة، فتأمل. (الدر المختار مع الرد، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۳۵۶، نعمانیة، دیوبند)(مطلب: هل یفارقه الملکان؟ انیس)

(۲) ویسبحون اللّٰہ تعالیٰ ثلاثین، ویحمدونه کذلک، ویکبرونه کذلک ... ثم یدعون لأنفسهم وللمسلمین بالأدعیة المأثورة الجامعة رافعی أیدیهم، ثم یمسحون بها: أی بأیدهم وجوههم فی آخره. (الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی الأذکار: ۲۱۰، مصری)

(۳) فإذا تمت صلاة الإمام فهو مخیر إن شاء انحرف عن یساره، وجعل القبلة عن یمینه، وإن شاء انحرف عن یمینه، وجعل القبلة عن یساره. (الحلبی الکبیر، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۳۴۰، سهیل اکیڈمی)

عن أنس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان ینصرف عن یمینه. (الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب جواز الانصراف من الصلوٰة عن الیمین والشمال: ۱/۲۴۷، قدیمی)(رقم الحدیث: ۷۰۸، انیس) ==

فجر کی نماز کے بعد بعض روایات میں اسی ہیئت پر بیٹھ کر کچھ دعا پڑھنے کا ذکر آیا ہے، لہذا اگر اسی دعا کو پڑھنے کی خواہش ہو تو اسی جگہ اسی ہیئت پر بیٹھ کر اس دعا کا پڑھنا افضل اور موجب ثواب ہوگا۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۵۲/۵/۲۶ھ۔

صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۹۳/۵-۲۹۴)

فجر اور عصر بعد ''اللّٰهم أنت السلام'' پڑھنا، پھر دعا مانگنا دعا ثانی ہے:

سوال: اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ نماز فجر وعصر با جماعت پڑھی جاتی ہے، امام صاحب سلام پھیرتے ہی ''اللّٰهم أنت السلام'' پڑھ لیتے ہیں اور پھر تھوڑی دیر کے بعد امام صاحب جماعت کے ساتھ دوبارہ دعا مانگتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جو دعا دوبارہ مانگی گئی ہے، وہ دعائے ثانیہ میں شمار ہوگی، یا نہیں؟ اور ''اللّٰهم أنت السلام'' جو فوراً سلام پھیرنے کے بعد مانگی گئی ہے، وہ نماز میں شامل ہے، یا دعا میں؟

حامدًا و مصليًا الجواب ـــــــــــــ و بالله التوفيق

فجر اور عصر کے بعد صرف ''اللّٰهم أنت السلام'' پڑھ کر پیٹھ پھیر کر تسبیح و تہلیل پڑھ کر امام جو اجتماعی دعا پڑھتا ہے، یہ دعا اس دعائے ثانیہ کے حکم میں نہیں، جو اجتماعاً نوافل کے بعد مانگی جاتی ہے۔

== يستحب للإمام التحول ليمين القبلة: يعني يسار المصلي لتنفل أو ورد. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۱/۱، سعيد)

(۱) عن عبد الرحمن بن غنم رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: ''من قال قبل أن ينصرف ويثني رجله من صلاة المغرب والصبح: لاإلٰه إلاالله وحده لاشريك له، له الملك وله الحمد، يحيي ويميت، وهو علىٰ كل شيء قدير، عشر مرات كتب له بكل واحدة عشر حسنات، ومحي عنه عشر سيئات، ورفع له عشر درجات، وكانت حرزًا من كل مكروه، وحرزًا من الشيطان الرجيم، ولم يحل لذنب أن يدركه إلا الشرك، وكان من أفضل الناس عملاً إلارجلاً يفضله بقول أفضل مما قال''.

عن أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله عليه وسلم: ''من قال دبر كل صلاة الغداة: لاإلٰه إلاالله وحده لاشريك له، له الملك وله الحمد، يحيي ويميت، بيده الخير، وهو علىٰ كل شيء قدير مائة مرةً قبل أن يثني رجليه، كان يومئذ من أفضل أهل الأرض عملاً إلا من قال مثل ماقال أوزاد علىٰ ما قال''. رواه الطبراني في الكبير و الأوسط، ورجال الأوسط ثقات''. (مجمع الزوائد للهيتمي، كتاب الأذكار، باب مايقول بعد صلاة الصبح و المغرب: ۱۰۷/۱۰-۱۰۸، دار الفكر بيروت)(رقم الحديث: ۱۶۹۵۶-۱۶۹۵۹، انيس)

"اللّٰھم أنت السلام" نماز میں شامل نہیں، سلام پھیرنے کے بعد تو نماز سے خارج ہوگیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر فرض نماز کے بعد دعا وذکر ثابت ہے۔

افضل یہ ہے کہ فجر اور عصر کے بعد تسبیح وتہلیل پڑھ کر دعا کرے اور متصل فرض کے "اللّٰھم أنت السلام" وغیرہ نہ پڑھے؛ لیکن اس طرح پڑھنا اور پھر تسبیح وتہلیل کے بعد اجتماعاً دعا کرنا جائز ہے۔ **فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم وعلمه أتم وأحكم** (مرغوب الفتاویٰ: ۱۹۹/۲)

دعا کا ایک مخصوص طریقہ:

سوال: میں مندرجہ ذیل تسبیح پڑھ کر دعا کرلیا کرتا ہوں؛ لیکن اس پر کوئی پابندی نہیں کرتا، کبھی چھوڑ بھی دیتا ہوں، میرا یہ فعل کسی قسم کی بدعت میں تو داخل نہیں؟

"لا حول ولا قوة إلا بالله العلى العظيم". (۱)

"حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ". (۲)

﴿لاَ إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورة الأنبياء: ۸۷) (۳)

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: "أكثر من قول: لا حول ولا قوة إلا بالله، فإنها من كنز الجنة". قال مكحول: فمن قال: لا حول ولا قوة إلا بالله، ولا منجا من الله إلا إليه، كشف عنه سبعون بابًا من الضر أدناهن الفقر". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمة: ۲۰۰/۲، قديمي)/ورواه البخاري بمعناه في كتاب الدعوات، باب قول: لا حول ولا قوة إلا بالله: ۹۴۸/۲، قديمي)

وقد جاء في الحديث: "إذا قال العبد: لا حول ولا قوة إلا بالله: "أسلم عبدي واستسلم)". قلت: أخرجه الحاكم من حديث أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه بسند قوي. وفي رواية له: قال لي: "يا أبا هريرة! ألا أدلك علىٰ كنز من كنوز الجنة"؟ قلت: بلىٰ يا رسول الله! قال: "تقول: لا حول ولا قوة إلا بالله، فيقول الله: "أسلم عبدي واستسلم)". وزاد في روايةٍ له: "ولا منجا ولا ملجأ من الله إلا إليه". (فتح الباري، كتاب القدر، باب لا حول ولا قوة الا بالله: ۶۱۲/۱۱، قديمي)

(۲) عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: "كان أخر قول ابراهيم حين ألقي في النار، حسبي الله ونعم الوكيل". (صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب ﴿إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ﴾ الآية: ۶۵۵/۲، قديمي)

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "اذا وقعتم في الأمر العظيم فقولوا: "حسبنا الله ونعم الوكيل". (تفسير ابن كثير، (سورة آل عمران: ۱۷۳): ۴۳۰/۱، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۳) وفي جامع الترمذي وصحيح الحاكم من حديث سعد بن أبي وقاص رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "دعوة ذي النون اذ دعا وهو في بطن الحوت: أن لا اله الا أنت سبحانك اني كنت من الظالمين، أنه لم يدع بها مسلم في شئ الا استجاب الله له". قال الترمذي: حديث صحيح". (الجواب الكافي فيمن سئل عن الدواء الشافي، المعروف بالداء والدواء لابن قيم الجوزية، فصل أوقات الاجابة، أدعية ماثورة، ص: ۱۹، روضة القرآن پيشاور)

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

صورت مسئولہ میں یہ طریقہ بدعت نہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۳/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۴۷/۵-۱۵۷)

"اللّٰهم أنت السلام" کے وقت ہاتھ اٹھانا:

سوال: فرض نماز کے بعد "اللّٰهم أنت السلام" پڑھتے وقت ہاتھ اٹھائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: گل فراز نوشہرہ......۲۶/محرم الحرام/۱۳۹۵ھ)

الجواب ــــــــــــــــ

یرفع الأیدی عند زیادة الکلمات الدعائیة وعند عدم الزیادة لم یثبت الرفع وکذا لایقتضیه الأصل،(۲) إلا أن یقال: إن الثناء علی الکریم دعاء.(۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۴۸/۲)

امام کا نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا:

سوال: فجر اور عصر کی نماز کے بعد امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے اور قبلہ کی طرف تقریباً پشت کر کے کیوں دعا مانگتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

کیوں کہ نماز سے تو فارغ ہو چکے، اب مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا چاہیے، باقی نمازوں میں چونکہ مختصر دعا کے بعد سنتوں کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں؛ اس لیے اس مختصر وقفہ ہونے کی وجہ سے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا اور فجر اور عصر کے بعد تسبیحات پڑھ کر دعا کی جاتی ہے؛ اس لیے طویل وقفے میں مقتدیوں کی

---

(۱) تقدم تخریجه قریباً. انیس

(۲) وفی المنهاج: اعلم أنه لم یثبت مواظبة النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم علیٰ ذکر خاص وکذا لم یثبت رفع الأیدی عند مثل هذه الأذکار وأما رفع الأیدی عند الدعوات خارج الصلاة فقد ثبت بأحادیث کثیرة قولیة وفعلیة فی الأمهات الست وغیرها منها ما أخرجه ابن أبی حاتم وذکره الحافظ ابن کثیر فی تفسیره: ۱۷۲/۳: عن أبی هریرة أن رسول صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم رفع یدیه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللّٰهم أخلص الولید بن الولید إلیٰ آخر الدعاء الخ. (منهاج السنن، باب ما یقول إذا سلم: ۱۷۱/۲)

(۳) قال العلامة سید أحمد الطحطاوی: قوله: والدعاء هذا لاینافی الإتیان باللّٰهم أنت السلام إلخ؛ لأنه لیس دعاء بل ثناء إلا أن یراد بالدعاء مایعم الذکر أو هو بالنطر إلیٰ قوله فحینا إلخ دعاء علیٰ ما فیه (الطحطاوی شرح مراقی الفلاح، فصل فی صفة الأذکار، ص: ۱۳۱)

طرف منہ کرکے بیٹھتے ہیں، نماز کے بعد امام کو رخ بدل لینا چاہیے،خواہ دائیں جانب کرلے یا بائیں جانب، یا مقتدیوں کی طرف، بہرحال مقتدیوں کی طرف پشت کرکے نہ بیٹھے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کاحل:۳/۵۰۴)

دعا کس طرح کی جائے، بلندآواز سے یا آہستہ:

سوال: امام جماعت کی نماز مکمل کرنے کے بعد دعا آہستہ مانگے یا بلندآواز سے؟ (ڈاکٹرسیدغوث،جگتیال)

الجواب

امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی اقتدا ختم ہوجاتی ہے،اب امام اورمقتدی دونوں اپنے اپنے عمل میں آزاد ہیں، اورحسب منشا اپنی اپنی دعا کرسکتے ہیں، دعا زور سے بھی کی جاسکتی ہے اور آہستہ بھی،البتہ آہستہ کرنا نسبتاً بہتر ہے، کیوں کہ قرآن نے دعا کا ادب ہی یہ بتایا ہے کہ دعا میں فروتنی اور پست آواز ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾(۲)

اوراس میں یہ سہولت ہے کہ ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق دعا کرسکتا ہے، کیوں کہ ہر شخص کی ضرورت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے، ویسے زور سے دعا کرنے میں بھی کراہت اورمضائقہ نہیں۔(کتاب الفتاویٰ:۳/۹۸-۹۹)

دعا زور سے مانگنا:

سوال: امام کو دعا آہستہ مانگنا افضل ہے، یا بہ آواز بلند، دعا نماز کا جز ہے، یا نہیں؟

(۱) عن سمرة بن جندب قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلّٰى صلاة،أقبل علينا بوجهه.(البخاري: ١١٧/١) (كتاب الأذان،باب:يستقبل الإمام الناس إذا سلم ،رقم الحديث: ٨٤٥،انيس)

وفي صلاة لا تطوع بعدها كالفجر والعصر يكره المكث قاعدًا في مكانه مستقبل القبلة والنبي عليه الصلوٰة والسلام سمى هٰذا بدعة،إلخ.(الهندية: ٧٧/١)(الباب الرابع في صفة الصلاة،الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها،انيس)

وكذا يكره مكثه قاعدًا في مكانه مستقبل القبلة في صلاة لا تطوع بعدها،إلخ.(ردالمحتار: ٥٣١/١) (كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب:فيمالوزادعلٰى العددفي التسبيح عقب الصلاة،انيس)

أيضًا:وأما بيان مايستحب للإمام أن يفعله عقيب الفراغ من الصلاة فنقول:إذا فرغ الإمام من الصلاة فلا يخلو إما إن كانت صلاة لا تصلى بعدها سنّة أوكانت صلاة تصلى بعدها سنّة فإن كانت صلاة لا تصلى بعدها سنة كالفجرو العصر، فإن شاء الإمام قام، وإن شاء قعد في مكانه يشغل بالدعاء...لما روى أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا فرغ من صلاة الفجر استقبل بوجهه أصحابه ... ثم اختلفت المشائخ في كيفية الانحراف ... وقال بعضهم:هومخيرإن شاء انحرف يمنة،وإن شاء يسرة،وهو الصحيح ... وإن كانت صلاة بعدها سنة،يكره له المكث قاعدًا.(بدائع الصنائع : ٣٩٣/١-٣٩٤،كتاب الصلاة،فصل وأما بيان ما يستحب للإمام،طبع رشيدية)

(۲) سورةالأعراف:٥٥۔

الجو اب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

دعا آہستہ مانگنا افضل ہے،اگر دعا کی تعلیم مقصود ہوتو بلند آواز سے بھی مضائقہ نہیں؛مگراس بلند آواز سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ ہو،نماز سلام پرختم ہو جاتی ہے،اس کے بعد دعا نماز کا جزنہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(فتاویٰ محمودیہ:۶۹۲/۵۔۶۹۳)

نماز کے بعد جہراً دعا:

سوال(۱) فرض نماز باجماعت ختم ہونے کے بعد،کیا کوئی آیت پڑھنا چاہیے،یا دعا بعد نماز فرض مانگنا فرض ہے،یا کہ نہیں؟

(۲) بغیر آیت درود شریف پڑھے،کیا درود شریف "اللّٰهم صل علىٰ محمد" صحیح نہیں ہوگی؟

الجو اب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱-۲) دعا کی ترغیب بھی ہے،فضیلت بھی ہے۔اس کو عبادت کا مغز فرمایا گیا ہے،(۲)اور نماز کے بعد دعا قبول ہونے کی بشارت بھی ہے اور درود شریف کی تاکید اور اس کی فضیلت مستقل ہونے کے علاوہ اس کو دعا قبول ہونے میں بڑا دخل ہے۔(۳)

---

(۱) قال اللّٰه تعالىٰ:﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً،إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾(سورة الأعراف:٥٥)
عن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم أنه قال:"خير الدعاء الخفى".

"عن أنس رضى اللّٰه عنه مرفوعًا:"دعوة فى السر تعدل سبعين دعوةً فى العلانية".(إعلاء السنن،أبواب الوتر،باب إخفاء القنوت فى الوتر،إلخ:٩٣/٦،إدارة القرآن،كراچى)(رقم الحديث:١٧٤٣-١٧٤٥،انيس)

وأما الأدعية والأذكار فبالخفية أولىٰ، آه. قلت: ... ويجتهد فى الدعاء،والسنة أن يخفى صوته لقوله تعالىٰ: ﴿أدعوا ربكم تضرعًا وخفيةً﴾(ردالمحتار، كتاب الحج،مطلب فى شروط الجمع بين الصلاتين بعرفة :٥٠٧/٢،سعيد)

"إذا دعا بالدعاء الماثور جهرًا ومعه القوم أيضًا ليتعلموا الدعاء،لابأس به".(الفتاوى الهندية،كتاب الكراهية، الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء،الخ:٣١٨/٥،رشيدية)

(۲) عن أنس بن مالك رضى اللّٰه عنه عن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال:"الدعاء مخ العبادة".هذا حديث غريب من هذا الوجه لانعرفه إلا من حديث ابن لهيعة".(جامع الترمذى،كتاب الدعوات،باب ماجاء فى فضل الدعاء:١٧٥/٢،سعيد)(رقم الحديث: ٣٣٧١،انيس)(رواه الديلمى فى مسند الفردوس:٢٩١٠/٢)

"عن النعمان بن بشير عن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال:"الدعاء هو العبادة"ثم قرأ:﴿وقال ربكم ادعونى استجب لكم،إن الذين يستكبرون عن عبادتى سيد خلون جهنم داخرين﴾.(المؤمن:٦٠) هذا حديث حسن صحيح".(جامع الترمذى:١٧٥/٢،كتاب الدعوات،سعيد)(باب ماجاء فى فضل الدعاء،رقم الحديث:٣٣٧٢،انيس)

(۳) "فضالة بن عبيد يقول:سمع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم رجلاً يدعو فى صلاته لم يحمد اللّٰه، ==

بغیر درود شریف کے دعاء معلق رہتی ہے، درجۂ قبول کو نہیں پہنچتی ہے؛(۱) مگر دعا میں اخفا افضل ہے اور درود شریف بھی دعا ہے، اس کو بھی آہستہ پڑھنا افضل ہے،(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾ الآیة (الأعراف: ۵۵) اس لیے افضل طریقہ یہ ہے کہ امام ومقتدی سب آہستہ پڑھیں، درود شریف بھی، دعا بھی، جس کو بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق ہے، وہ ضرور درود شریف پڑھے گا اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ محبت وعقیدت کا تعلق مسلمان کا ایمان ہے۔(۳)

یہ طریقہ کہ امام بلند آواز سے درود پڑھے، پھر سب مقتدی بلند آواز سے پڑھیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہیں، نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث شریف میں اور نہ فقہ میں؛ اس لیے اس طریقہ کو ختم کر کے سنت کے مطابق عمل کیا جاوے؛ کیوں کہ اتباع سنت میں خیر ہے۔ (رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ) (مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص: ۳۰، قدیمی) (۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۴/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۰/۵-۶۹۱)

== ولم يصل على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: عجلت أيها المصلى، ثم علمهم رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلاً يصلى، فحمد الله وحمده، وصلى على النبى صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أدع تجب وسل تعط". (سنن النسائى، كتاب السهو، باب التمجيد، والصلوٰة على النبى صلى الله عليه وسلم فى الصلوٰة: ۱/ ۱۸۹، قديمى) (رقم الحديث: ۱۲۸۳، انيس)

(۱) عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه قال: إن الدعاء موقوف بين السماء والأرض لايصعد منه شيء حتى تصلى علىٰ نبيك صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (جامع الترمذى، كتاب الصلاة، باب ما جاء فى صفة الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم: ۱/ ۱۱۰، سعيد) (رقم الحديث: ۴۸۷، انيس)

(۲) قال العلامة الآلوسى رحمه الله تعالىٰ تحت الآية الآتية متنًا: "وجاء من حديث أبى موسىٰ الأشعرى أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لقوم يجهرون: "أيها الناس! اربعوا علىٰ أنفسكم، إنكم لاتدعون أصم ولا غائباً، إنكم تدعون سميعًا بصيرًا، وهو معكم، وهو أقرب إلىٰ أحدكم من عنق راحلته" والمعنى: ارفقوا بأنفسكم واقصروا من الصباح فى الدعآء". (روح المعانى: ۱۳۹/۸، دار الإحياء التراث العربى، بيروت) (مبحث فى تفسير قوله تعالىٰ: ﴿أدعوا ربكم تضرعاً وخفية﴾ إلخ (سورة الأعراف: ۵۵، انيس)

(۳) عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال النبى صلى الله عليه وسلم: "لايؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين". (صحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب حب الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الإيمان: ۷/۱، قديمى) (رقم الحديث: ۱۵، انيس)

(۴) "وعنه (أى عن العرباض بن سارية) فى حديث طويل... فقال: "أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة... فعليكم بسنتى وسنة الخلفآء الراشدين المهديين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، ==

نماز کے بعد ذکر جہری:

سوال: پنجگانہ نماز کے بعد جہراً ذکر، مثلاً: آیۃ الکرسی، یا اس کے مثل اور دعا، بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہے، یا نہیں؟

الجو اب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جس فرض نماز کے بعد سنتیں ہیں، اس نماز کا سلام پھیر کر مختصر سی دعا(۱) پڑھ کر، وہاں سے ہٹ کر، حجرہ شریف میں جا کر، سنتیں پڑھنے کا معمول تھا، (۲) اور سنتوں کا گھر میں پڑھنے کی ترغیب وفضیلت بھی بیان کی گئی ہے۔

"عن زيد بن ثابت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "صلاة المرء فى بيته أفضل من صلاته فى مسجدى هذا إلا المكتوبة". (۳)

اس جگہ جماعت کے ساتھ جہراً اذکار و تلاوت کرنے کا معمول نہیں تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ سبحانہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند، ۶/۷/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۵۸/۵)

== وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة". (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، الفصل الثاني، رقم الحديث: ١٦٥)/ مسند الإمام أحمد، حديث العرباض بن سارية عن النبى صلى الله عليه وسلم: ٣٦٨/٢٨، رقم الحديث: ١٧١٤٢، مؤسسة الرسالة/ سنن أبى داؤد، كتاب السنة، باب لزوم السنة، ص: ٥٠٤، رقم الحديث: ٤٦٠٧، بيت الأفكار)/(جامع الترمذى، كتاب العلم، باب ماجاء فى الأخذ بالسنة واجتناب البدع، ص: ٤٣٣، رقم الحديث: ٢٦٧٦، بيت الأفكار)/ سنن ابن ماجة، كتاب المقدمة، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدين المهديين، ص: ٢٢، رقم الحديث: ٤٢، بيت الأفكار، انيس)

"قال الغزالى: قيل لإبراهيم بن أدهم: مابالنا، ندعو فلا يستجاب لنا، وقد قال تعالىٰ: ﴿أدعونى أستجب لكم﴾؟ قال: لأن قلوبكم ميتة، قيل: وما الذى أماتها؟ قال: ثمان خصال: عرفتم حق الله فلم تقوموا به، وقرأتم القرآن فلم تعملوا بحدوده، وقلتم: نحب رسول الله تعالىٰ عليه وسلم وتركتم سنة، إلخ. (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ٣٢٧١/٦، مكتبة نزار الباز، رياض)

(۱) عن عائشة رضى الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لايقعد إلا مقدار ما يقول: "اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت ياذا الجلال و الإكرام". (جامع الترمذى، كتاب الصلاة، باب مايقول إذا سلم من الصلاة، ص: ٦٩، رقم الحديث: ٢٩٨، بيت الأفكار، انيس)

وقد روى عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه كان يقول: بعد التسليم "لا إله إلا الله وحده لاشريك له، له الملك، وله الحمد، يحيى ويميت وهو على كل شىء قدير، اللّٰهم لامانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد". (جامع الترمذى، كتاب الصلاة، باب مايقول إذا سلم من الصلاة: ٦٦/١، سعيد)(رقم الحديث: ٢٩٩، انيس)

(۲) عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: صليت مع النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ركعتين بعد المغرب فى بيته. (جامع الترمذى، كتاب الصلاة، باب ماجاء أنه يصليهما فى البيت: ٩٨/١، سعيد)(رقم الحديث: ٤٣٢، انيس)

(۳) سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع فى بيته: ١٥٦/١، إمدادية ملتان(ح: ١٠٥٥، انيس)

ہر نماز کے بعد دعاء جہری کا التزام:

سوال: ایک امام صاحب نے مسجد میں روزانہ بعد نماز فجر، یہ معمول بنالیا کہ سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں، کلمہ طیبہ، درود شریف اور مخصوص دعا بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور مقتدیوں سے بھی پڑھنے کے لیے کہا جاتا ہے، یہ معمول بلا ناغہ بنالینا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً

تعلیم دینا تو بہت اچھی اور مفید بات ہے، مگر نماز کے بعد اس طرح بلند آواز سے سب کا پابندی کے ساتھ بلا ناغہ التزاماً پڑھنا ٹھیک نہیں، (۱) اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ بھی نماز کا آخری جز یا تتمہ ہے؛ اس لیے اس طریقہ کو بند کیا جائے، پھر نماز کی ہیئت کو ختم کر کے کچھ دیر کے لیے اسی طرح بیٹھ جایا کریں، جس سے کسی اور کی نماز میں خلل نہ آئے اور پوری نماز سب کی سن کر اصلاح کر دیا کریں، جو یاد نہ ہو، وہ صحیح یاد کرا دیں، جو یاد ہو، اس کا مطلب سمجھا دیں، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مختصر سا مدرسہ ہو جائے گا اور سب کی نمازیں بھی درست ہو جائیں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۵/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۵/۶/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۷/۵)

امام بآواز بلند دعا مانگ سکتا ہے:

سوال: کیا امام دعا بآواز بلند مانگ سکتا ہے، اگرچہ اس صورت میں مقتدی بھی آواز سے، یا آہستہ سے دعا مانگ رہے ہوں، خواہ آیاتِ قرآنی سے، امام دعا مانگ رہا ہو؟

الجواب ــــــــــــ

دعا آہستہ مانگنا اچھا ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً﴾ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۹۳/۲)

---

(۱) (البدعة) ما أحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللّٰه علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دیناً قویمًا وصراطاً مستقیمًا. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعید) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

(الإصرار علی المندوب یبلغه إلی حد الکراهة، آھ". (السعایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبیل فصل فی القراءة: ۲۶۵/۲، سهیل اکیڈمی لاهور)

"قال الطیبی: وفیه: أن من أصر علی أمر مندوب وجعله عزمًا ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال فکیف من أصر علی بدعة أو منکر". (مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول (رقم الحدیث: ۹۴۶): ۳۱/۳، رشدیة)

(۲) سورة الأعراف، الرکوع: ۷۔

باآواز بلند دعا کرنے اور آمین کہنے کا حکم:

سوال: نماز کے بعد امام دعا بالجہر مانگے، یا بالسر؟ آمین دعا ہونے کی وجہ سے نماز میں آہستہ کہتے ہیں، پھر دعا بالجہر کس طرح صحیح ہوگی؟ اور مقتدی حضرات دعا کے وقت آمین بالجہر کہیں، یا بالسر؟

الجواب ـــــــــــــــ وباللہ التوفیق

ہر نماز کے بعد دعا کرنا ضروری نہیں ہے اور دعا میں افضل یہ ہے کہ آہستہ کی جائے؛ (۳) مگر اس غرض سے کہ ایک ہی مقصد کے لیے سب مسلمان بیک زبان ہو کر عرض کریں۔ امام کا بالجہر دعا کرنا اور دعا کے وقت لوگوں کا آمین بالجہر کہنا جائز ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۲۹/۲)

امام کی دعا پر "آمین" کہے، یا اپنی دعا مانگے:

سوال: امام کی دعا میں فقط آمین کہنا چاہیے، یا مقتدی اپنی بھی دعا مانگ سکتا ہے، کون اولیٰ ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اپنی دعا مانگے، یا آمین کہتا رہے، دونوں درست ہے، دعا میں خفی افضل ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۶۱/۷/۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۴/ شعبان/ ۱۳۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارن پور، ۴/ شعبان/ ۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۰۹/۵)

---

(۱) ﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ (سورة الأعراف: ۵۵)

(۲) "إذا دعا بالدعاء المأثور جهرًا ومعه القوم أيضًا ليتعلّموا الدعاء لا بأس به". (الفتاوى الهندية: ۳۱۸/۵) (الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء، إلخ. انيس)

(۳) (قال الله تعالىٰ: ﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً، إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ (سورة الأعراف: ۵۵)

عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "خير الدعاء الخفى".

عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه مرفوعًا: "دعوة فى السر تعدل سبعين دعوةً فى العلانية. (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت فى الوتر، إلخ: ۹۳/۶، إدارة القرآن، كراچى) (رقم الحديث: ۱۷۴۳-۱۷۴۵، انيس)

وأما الأدعية والأذكار فبالخفية أولىٰ قلت: ويجتهد فى الدعاء والسنة أن يخفى صوته لقوله تعالىٰ: ﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾. ردالمحتار، كتاب الحج، مطلب فى شروط الجمع بين الصلاتين بعرفة: ۵۰۷/۲، سعيد)

"لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم، ويؤمن بعضهم، إلا أجابهم الله". (كنز العمال، الباب الثامن فى الدعاء الإكمال فى إجابة الدعاء باعتبار الذوات والأوقات الذوات، رقم الحديث: ۳۳۶۷: ۱۰۷/۲، مكتبة التراث الإسلامى)

دعاء ثانیہ سے دوسروں کی نماز میں خلل ہونے کا حکم:

سوال: ہم نماز مسجد میں ادا کر رہے ہیں اور امام صاحب اور مؤذن دعاء ثانی شروع کر دی تو اس سے ہماری نماز میں خلل ہوتا ہے، یا نہیں؟ یا نماز کا اعادہ کرایا جائے؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس طرح دعائے ثانیہ کرنا، جس سے دوسروں کی نماز میں خلل آئے، مکروہ ہے،(۱) اس کو ترک کرنا چاہیے اور اس طرح پر دعائے ثانیہ کا ثبوت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے، دعائے ثانیہ کی وجہ سے اگر کوئی فرض، یا واجب ترک نہ ہو تو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۴/۷/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۸/۵-۶۹۹)

امام کا بلند آواز سے دعا مانگنا جس سے مسبوق کو خلل ہو، ناجائز ہے:

سوال: بروقت نماز مصلی مسبوق ہو، امام صاحب فرض نماز ختم کر کے بآواز بلند دعا مانگے، جس سے مصلیوں کی نماز میں خلل واقع ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

حامدًا و مصلیًا الجواب ــــــــــــ و باللہ التوفیق

امام کا بعد فراغت اس قدر بلند آواز سے دعا مانگنا، جس سے مصلیوں کی نماز میں تشویش، یا خلل ہوتا ہو، ناجائز و مکروہ ہے۔

---

(۱) هل يكره رفع الصوت بالذكر و الدعاء؟قيل:نعم.(الدر المختار)

"قوله:(قيل نعم)يشعر بضعفه مع أنه مشى عليه فى المختار والملتقٰى،فقال:وعن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قراء ة القرآن والجنازة والزحف والذكير"إلخ.(ردالمحتار،كتاب الحظر والإباحة،فصل فى البيع:٣٩٨/٦،سعيد)

"نعم الجهر المفرط ممنوع شرعًا وكذا الجهر الغير المفرط إذا كان فيه إيذاء لأحد من نائم أو مصل، أو حصلت فيه شبهة رياء،أو لوحظت فى خصوصيات غير مشروعة".(مجموعة رسائل اللكنوى رحمه اللّٰه تعالى، سباحة الفكر فى الجهر بالذكر،الباب الأول فى حكم الجهر بالذكر:٣٤/٣،إدارة القرآن)

(٢) الإصرار على المندوب يبلغه إلٰى حد الكراهة،آه.(السعاية،كتاب الصلٰوة،باب صفة الصلٰوة:٢٦٥/٢، سهيل اكيڈمى لاهور)

"قال الطيبى:وفيه:أن من أصر علٰى أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر علٰى بدعة أو منكر".(مرقاة المفاتيح،كتاب الصلاة،باب:الدعاء فى التشهد،الفصل الأول (رقم الحديث:٩٤٦):٣١/٣،رشدية)

"فی حاشية الحموی عن الإمام الشعرانی: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها، إلا أن یشوش جهرهم علیٰ نائم أو مصل أو قاری، إلخ. (۱)

فی الهداية: والجهر المفرط یلزم مفاسد منها إیقاظ النیام ومنها شغل قلوب المصلین وهو یفضی إلیٰ سهوهم ومنها ترک الخشوع عما ینبغی إلیٰ غیر ذلک من المفاسدالتی لا تحصیٰ. (۲)
واللّٰه تعالیٰ أعلم وعلمه أتم وأحکم (مرغوب الفتاویٰ: ۲/۱۹۷)

نماز کے بعد جہر سے کلمات پڑھنا اور لاؤڈ اسپیکر پر ذکر با جہر کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

(۱) نماز با جماعت ادا ہونے کے بعد فوراً زور زور سے امام اور مقتدیوں کا "لا إلٰه إلا أنت، الخ" کا ورد کرنا کیسا ہے؟ جبکہ مسبوقین کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے؛ بلکہ اکثر غلط ہو جاتے ہیں۔

(۲) نماز عشا کے بعد امام اور پانچ چھ مقتدیوں کا لاؤڈ اسپیکر پر جہراً "لا إلٰه إلا اللّٰه" پڑھنا کیسا ہے؟ جب کہ جوش میں آکر کچھ اور الفاظ بھی منہ سے نکلتے ہیں، جس کو وجد وغیرہ کہتے ہیں، جب کہ یہ عمل عام اہل محلّہ اور دوسرے مسبوقین کی نماز اور آرام میں خلل انداز ہوتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد نادر خان ضلع نوشہرہ، ۲۵/شوال ۱۴۱۰ھ)

الجواب

(۱) ذکر بالجہر جائز ہے؛ لیکن جب مسبوق کے لیے ضرر رساں ہو تو مکروہ ہے۔ (شامی)

(۲) یہ بھی مکروہ ہے، جب کہ نمازی وغیرہ کو ضرر رساں ہو، (شامی) (۳) البتہ جن لوگوں کو لاؤڈ اسپیکر میں ذکر کرنے سے جذب حاصل ہوتا ہو اور بغیر لاؤڈ اسپیکر کے مزہ نہیں دیتا ہو تو یہ ذاکر بیمار ہے، (۴) اور جس سامع کو ضرر رساں ہو اور گانے سننا ضرر رساں نہ ہو تو وہ بھی بیمار ہے۔ وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۵۴-۲۵۵)

(۱) رد المحتار علی الدرالمختار: ۱/۶۹۱ (باب ما یفسد الصلاة، مطلب فی رفع الصوت بالذکر: ۲/۴۳۴، بیروت)

(۲) ہدایہ میں یہ عبارت باوجود تلاش کے نہ ملی۔ مرتب

(۳) قال العلامة ابن عابدین عن الإمام الشعرانی: أجمع العلماءُ سلفًا وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها إلا أن یشوش جهرهم علیٰ نائم أو مصل أو قاریٔ. (ردالمحتار هامش الدر المختار، مطلب فی رفع الصوت بالذکر: ۱/۴۸۸) (کتاب الصلاة، باب مایفسدالصلاة وما یکره فیها، انیس)

(۴) قال العلامة آلوسی: عن ابن عمر وقد رأی ساقطاً من سماع القرآن فقال إنا نخشیٰ اللّٰه تعالیٰ وما نسقط هٰؤلاء یدخل الشیطان فی جوف أحدهم... هذا نعت أولیاء اللّٰه تعالیٰ: قال تقشعر جلودهم وتبکی أعینهم وتطمئن قلوبهم إلیٰ ذکر اللّٰه تعالیٰ و لم ینعتهم اللّٰه سبحانه بذهاب عقولهم والغشیان علیهم إنما هذا فی أهل البدع ==

کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں، تو تبلیغی نصاب پڑھنا:

سوال: محترمی مفتی صاحب! میں عرصہ دراز سے جامعہ مسجد صدیقیہ شاہ جمال سے منسلک ہوں، عرصہ دراز سے عشا کی نماز کے بعد تبلیغی نصاب سے ایک واقعہ اور ایک حدیث شریف پڑھ کر سناتا ہوں، ابھی دو دن پہلے کی بات ہے کہ ایک بزرگ نے اعتراض کیا کہ آپ کتاب کچھ دیر کر کے پڑھا کریں؛ کیوں کہ کچھ نمازی کچھ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، میں نے بزرگ کو جواب دیا کہ جہاں اجتماعی کام شروع ہو جائے، وہاں انفرادی کام کو چھوڑ کر اجتماعی کام میں شامل ہو جانا چاہیے؛ لیکن اس بزرگ نے میری بات نہ مانی، اب آپ مہربانی فرما کر یہ مسئلہ بتائیں کہ میں ایک دو نمازی کا انتظار کر کے کتاب پڑھوں، یا پھر جو نمازی نماز پڑھ کر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں، ان کو کتاب پڑھ کر سناؤں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

بعد میں آنے والے نمازیوں سے گذارش کریں کہ آپ نماز ذرا فاصلہ پر پڑھیں؛ تاکہ یہ کام بھی ہوتا رہے اور ان کی نماز میں بھی خلل نہ آئے، نمازیوں کا خیال بھی بہت ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۱۷/۱۰/۱۴۰۷ھ۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۲۵۶-۲۵۷)

نماز کے بعد دعا کا پہلا اور اخیر لفظ جہراً کہنا:

سوال: دہلی میں رواج ہے کہ کثرت مقتدین کی وجہ سے جب امام دعا شروع کرتا ہے تو ایک شخص: "**الحمد لله رب العالمين**" اور ختم دعا کے وقت "**برحمتك**" الخ بالجہر کہہ دیتا ہے تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جائز ہے، مگر اہتمام کی ضرورت نہیں۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲/۹/۱۳۶۴ھ

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۶۹۲)

== وإنما هو من الشيطان. وأخرج ابن أبي شيبة عن ابن جبير: قال الصعقة من الشيطان، وقال ابن سيرين: بيننا وبين هؤلاء الذين يصرعون عند قراءة القرآن أن يجعل أحدهم على حائط باسطاً رجليه ثم يقرأ عليهم القرآن كله فإن رمى بنفسه فهو صادق. (تفسير روح المعاني: ۱۳/۲۸٤، سورة الزمر، الآية: ۲۳)

(۱) الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، آه. (السعاية، باب صفة الصلاة: ۲/۲٦٥، سهيل اكيڈمی)

"قال الطيبي: وفيه: أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب: الدعاء في التشهد، الفصل الأول (رقم الحديث: ۹٤٦): ۳/۳۱، رشدية)

دعا کی ابتدا وانتہا کے لیے زور سے کوئی کلمہ کہنا کیسا ہے:

سوال: بعض لوگوں کی خواہش ہے کہ فرض نماز کے بعد امام کی دعا کے ابتدا پر مؤذن صاحب ''اللّٰھم آمین'' اور ختم پر ''برحمتک یا أرحم الراحمین'' کہہ دیا کریں؛ تاکہ مقتدی حضرات کو امام کے دعا کی ابتدا وانتہا کا علم ہوسکے تو مؤذن صاحب کا ان اوقات میں مندرجہ بالا الفاظ کہنا کیسا ہے، کوئی حرج تو نہیں؟ پانچوں نمازوں میں اگر یہ الفاظ کہہ دیں تو کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

صراحۃً کوئی جزئیہ باوجود تتبع کثیر کے نہیں مل سکا، البتہ تعلیلاتِ فقہاء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں؛ اس لیے کہ اس کا بھی مقصد اعلام حاضرین ہے اور تکبیر اور تکبیرات انتقالیہ کی تبلیغ جو مامور بہ ہے، اس کی بھی علت یہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ:۴/۸۳)

نماز کے بعد دعا ''الحمد'' سے شروع کرنا:

سوال: فرض نما کے بعد ''الحمد للّٰہ رب العلمین'' سے دعا شروع کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

دعا سے پہلے حمد وثنا آداب میں سے ہے، الحمد للہ اس کا اعلیٰ مصداق ہے، جس کی تعلیم خداوند تعالیٰ نے دعا ''﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ إلخ'' سے پہلے دی، اس کو بدعت کہنا ناواقفیت ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۶۸۱)

(۱) ''عن فضالة بن عبيدالله قال: بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم قاعدًا إذدخل رجل فصلى فقال: أللّٰهم اغفرلي وارحمني، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''عجلت أيها المصلي! إذا صليت فقعدت، فاحمد الله بماهوأهله، وصل علي، ثم ادعه''. قال: ثم صلى رجل آخربعد ذلك، فحمدالله، وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ''أيها المصلي! أدع تجب''. هذاحديث حسن''. جامع الترمذي، أبوب الدعوات، باب بلا ترجمة: ۲/۱۸۵، سعيد) (رقم الحديث: ۳٤۷٦، انيس)

''واستقبل الداعي القبلة، وكان على طهارة، ورفع يديه إلى الله، وبدأ بحمد الله والثناء عليه، ثم ثنى بالصلاة على محمد عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم''. (الجواب الكافي فيمن سئل عن الدواء الشافي، المعروف بالداء بالدواء لابن قيم الجوزية، فصل أوقات الإستجابة، ص: ۱٦، مكتبه حقانية)

فجر کی دعا میں ''الفاتحة'' پڑھنا:

سوال: بعد نماز فجر دعاؤں کے آخر میں **الفاتحة** لازماً پڑھ کر پھر خاموشی کے بعد ''**قال الله تعالیٰ فی شان حبیبه**'' کے بعد آیت: ﴿**إِنَّ اللّٰـهَ وَمَـلائِـكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ**﴾ **الخ**، (**سورة الأحزاب**: ٥٦) پڑھ کر امام ومقتدی کا باآواز بلند درود پڑھنا کیسا ہے؟ بعد دعا امام صاحب سے لازم جان کر مصافحہ ومعانقہ کرنا کیسا ہے؟

(۱) خیر القرون میں یہ طریقہ تھا یا نہیں؟
(۲) سنت ہے یا بدعت؟
(۳) بدعت پر عمل کرنا کیسا ہے؟

هو المصوب

(۱) خیر القرون میں یہ طریقہ نہ تھا۔
(۲) یہ بدعت ہے۔(۱)
(۳) بدعت پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔(۲)

تحریر: مسعود حسن حسنی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳/ ۳۳۳-۳۳۴)

دعا میں ''إن الله وملائكته'' پڑھنے کا التزام:

سوال: ہماری مسجد میں بعد نماز عصر دعاؤں کے آخر میں ''**وقال الله تعالیٰ فی شان حبیبه**'' پڑھ کر پھر قرآن کی آیت ﴿**اِنَّ اللّٰهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا**﴾ پڑھ کر بلند آواز سے درود شریف پڑھنا لازم سمجھتے ہیں، بغیر مذکورہ آیت پڑھے نماز ودعا نامکمل سمجھتے ہیں، کیا یہ صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے؟ حدیث کی کن کتابوں میں مذکور ہے؟ یہ سنت ہے کہ بدعت، بدعت پر عمل کرنا کیسا ہے؟

هو المصوب

بعد نماز عصر، یا کسی بھی نماز کے بعد، حالت دعا میں، یا کسی بھی حالت میں مذکور آیت: ﴿**إِنَّ اللّٰـهَ وَمَـلائِـكَتَـهُ يُصَـلُّوْنَ عَـلَـى النَّبِيِّ**، **الخ**﴾ (۳) پڑھ کر درود شریف پڑھنا اور اسے لازم سمجھنا، سنت سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی

(۱) ''من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد''. (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة (ح: ١٧١٨)

(۲) ''وإياكم والأمور المحدثات فإن كل بدعة ضلالة''. (سنن ابن ماجة: ١/ ٢٨ (ح: ٤٢٠) (كتاب المقدمة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، انيس)

(۳) سورة الأحزاب: ٥٦

سلف نے اس طرح کا عمل کیا ہے، ہاں درود کی کثرت باعث اجر وثواب ہے؛ لیکن نماز کے بعد اس کو پڑھے بغیر نماز کو نامکمل سمجھنا غلط ہے، جو بدعت ہے، جو عمل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہو، وہی بدعت ہے۔(۱)

تحریر: مسعود حسن حسنی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۳۳/۳)

"اِنَّ اللّٰہَ وَمَلاَئِکَتَهُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ" پڑھ کر دعا ختم کرنا:

سوال: فی زماننا بعد صلوۃ العصر و بعد الفجر دعائے معمولہ پڑھنے کے بعد لفظ "الفاتحة" کہہ کر اس آیت مبارکہ: ﴿اِنَّ اللّٰہَ وَمَلاَئِکَتَهُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ﴾ الخ (سورة الأحزاب: ٥٦) کو پڑھا جاتا ہے، بعدہ جمیع مقتدی وپیش امام درود شریف پڑھ کر دعا ختم کرتے ہیں۔

(۱) زمانۂ سلف میں اس امر مذکور الصدر کا وجود یا ائمہ کا عمل کسی کتب فقہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے، یا نہیں؟

(۲) آیت مبارکہ کی تلاوت وجوب درود شریف پر دلالت کرتی ہے، یا نہیں؟

(۳) اگر یہ امر یا معمول بطور دعا ہو، نہ بطریق ایصال تو کیا اس کے کرنے میں کوئی سقم شریعت مطہرہ کے اصول میں واقع ہوسکتا ہے، یا کوئی شائبہ ممکن ہے؟

(۴) بعض جہلاً اس طریق پر اختتام دعا کو مکروہ تحریمی یا الالتزام مالا یلزم، مکروہ تنزیہی کا موجب خیال کرتے ہیں اور جب آیت مبارکہ سنتے ہیں تو فـفـروا إلی البیت ہوجاتے ہیں، وہ لوگ جن کا ادعاء اہل سنت والجماعت ہے، اس امر مستحسن؛ بلکہ حسن پر طعن کر کے اہل حق کی تذلیل پر کمر بستہ ہیں، حالاں کہ فقہا کی عبارت سے ثبوت موجود ہیں، عبارات حسب ذیل ہیں:

(الف) " قال أستاذنا: لکنها مستحسنة للعادة و الآثار". (الفتاویٰ الهندیة: ٤١٢/١)

(ب) "قراء ة الفاتحة بعد المکتوبة لأجل المهما ت مخافتةً أوجهرًا مع الجمع مکروهة". (أیضًا)

(ج) "واختار القاضی بدیع الدین: أنه لاتکره".

(د) "واختـار الـقـاضی الإمام جلال الدین: إن کا نت الصلاة بعدها السنة تکره وإلا فلا، کذا فی التاتر خانیة".

(ہ) "قوم یجتمعون ویقرؤون الفاتحة جهرًا دعاء، لایمنعون عادة، والأولی المخافة".

---

(۱) "من عمل عملاً لیس علیه أمرنا فهورد". (الصحیح لمسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة، رقم الحدیث: ١٧١٨)

(و) ”وفی الخجندی: إمام یعتاد کل غداة مع الجماعة قراءة آیة الکرسی وآخر البقرة وشهد الله ونحوها جهرًا، لابأس به، کذا فی القنیة“. (۱)

عبارت مذکور سے جواز بالشرع موجود ہے؛ لیکن چوں کہ بالشریعت ہے، و نیز بجوائے آیت مبارکہ ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (سورة النحل: ۴۳) اہل ذکر ہی سے ہوسکتا ہے، لہٰذا بغرض استصواب باعث تصدیق ہوا، براہ کرم مفصلاً جواب بحوالہ کتب معتبرہ عنایت فرما کر براہ ذرہ نوازی جواب سے جلد مطلع فرما دیں؟

(احقر العبد مقیم الدین، پیش امام فتح پور، شیخاوٹی، ضلع جے پور)

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) میں نے قرون مشہود لها بالخیر، یا ائمہ مجتہدین کے وقت میں، اس مخصوص دعا کا ثبوت، کتب فقہ میں نہیں دیکھا۔ (۲)

(۲) اس آیت کی وجہ سے عمر بھر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے، وقوله: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ﴾ قد تضمن الأمر بالصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم وظاهره یقتضی الوجوب وهو فرض عندنا، إلخ“. (أحکام: ۴۵۶/۳) (۳)

باقی دیگر حالات کے اعتبار سے واجب، سنت، مستحب، مکروہ حرام کے احکام بھی اس پر جاری ہوتے ہیں۔ (جن کی تفصیل طحطاوی، حاشیہ مراقی الفلاح، ص: ۱۴۷) (۴) میں موجود ہیں۔

(۱) الفتاوی الهندیة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح، وقراءة القرآن والذکر والدعاء، الخ: ۳۱۷/۵، رشیدیة

(۲) آثار السنن، باب ترک رفع الیدین فی غیر الافتتاح، ص: ۱۳۲، إمدادیة، ملتان

”ولا یسن رفع یدیه إلا فی سبع مواطن“. (الدر المختار)

”(قوله: إلا فی سبع) إشارة إلٰی أنه لا یرفع عند تکبیر الانتقالات، خلافاً للشافعی وأحمد، فیکره عندنا، ولا یفسد الصلاة إلا فی روایة مکحول عن الإمام“. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، فصل فی بیان تألیف الصلاة إلٰی انتهائها: ۵۰۹/۲، سعید)

(۳) أحکام القرآن للجصاص (سورة الأحزاب: ۵۶): ۵۴۴/۳، قدیمی

(۴) وهی فرض فی العمر مرةً واحدة، وتقوم مقامها الصلاة الواقعة فی مکتوبة، أو غیرها بعد البلوغ، وتجب کلما ذکر علٰی أحد قولین، وتسن فی کل تشهد أخیر من الفرض، وفی کل تشهد نفل إلا فی سنة الظهر القبلیة، والجمعة القبلیة والبعدیة، وتندب فی أوقات الإمکان، وتحرم علی الحرام، وتکره عند فتح التاجر متاعه، ولا یکره إفرادها عن السلام علی الأصح عندنا. وهٰذا الخلاف فی حق نبینا صلی الله علیه وسلم، أما فی حق غیره من الأنبیاء، فلا خلاف فی عدم کراهة الإفراد لأحد من العلماء ذکر الحموی محشی الأشباه“. (حاشیة الطحطای علٰی مراقی الفلاح، خطبة الکتاب، ص: ۱۲، قدیمی)

(۳) جس چیز کا شرعی ثبوت نہ ہو،اس کو شرعی چیز سمجھنا درست نہیں۔

"من أحدث فی أمرنا هٰذامالیس منه،فهورد". (متفق علیه)(۱)

(۴) جب وہ لوگ ثبوت سے بے خبر ہیں اور اس طریقۂ مروجہ کو محدث تصور کر کے اس میں موافقت نہیں کرتے؛ بلکہ حدیث:"من أحدث"الخ پر عمل کرتے چلے جاتے ہیں تو ان کا یہ عمل شریعت کے بالکل موافق ہے اور وہ اپنے ادعائے اہل سنت والجماعت میں حق بجانب ہیں ،ان کو جہلا کہہ کر حقیر وذلیل سمجھنا جائز نہیں؛ بلکہ بڑی معصیت ہے،اگران کا یہ عمل آپ کے نزدیک طریق اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے تو"ما أنا علیه أصحابی" کی روشنی میں ان کو مطمئن کردیجئے،ان لوگوں کو بھی بلاتحقیق کسی امام پر طعن کرنا صحیح نہیں ہے۔

جو فعل امام سے ان کے نزدیک خلاف شرع واقع ہو،اولاً اس کو امام سے دریافت کریں،اگر وہاں تشفی نہ ہوتو دیگر اہل حق علما سے حل کریں، نیز اگر کسی اہل حق امام یا غیر امام سے کوئی فعل خلاف شرع سرزد ہو جائے تو اس فعل کی تردید حسب حیثیت لازم ہے؛لیکن اس کی وجہ سے اہل حق کی تذلیل جائز نہیں ہے،اس سے ہمیشہ اجتناب ضروری ہے، مسلم کا اکرام واعزاز اور اس کا حق بہت بڑا ہے۔

جو عبارات عالمگیری سے پیش کی ہیں،ان میں سے کسی میں الفاتحة اور"إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِکَتَهُ،إلخ" کا ذکر نہیں، پھر ان سے اس طریقہ مروجہ پر استدلال کیسے ہوسکتا ہے؟اس لیے کسی جواب کی ضرورت نہیں؛ تاہم شرعاً ان کے متعلق بھی مختصر طور پر تحریر کیا جائے۔

(الف) اس عبارت میں "لکنها"کی ضمیر خدا جانے کس طرف راجع ہے اور یہ کس سے استدراک ہے؟

(ب) اس سے معلوم ہوا کہ اصل مذہب کراہت ہے۔

(ج) یہ اصل مذہب اور قول جمہور کے خلاف ایک شخص کی رائے ہے،اس سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں۔

(د) انہوں نے تشقیق کر کے ایک شق میں جمہور کی موافقت کی،دوسری میں مخالفت۔

(ہ) اس سے معلوم ہوا کہ عدم منع کی وجہ عادت ہے،نہ کہ امر شرعی اور امر شرعی وہ ہے، جو کہ (شمار نمبر:ب) میں مذکور ہے۔

---

(۱) بخاری میں"فیه"ہے،انیس (صحیح البخاری ، کتاب الصلح ، باب إذااصطلحوا علی صلح جور فهو مردود:۱/ ۳۷۰،قدیمی)((رقم الحدیث: ۲۶۹۷ ، انیس)

"بأنها(البدعة)ماأحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من علم أوعمل أوحال بنوع شبهة واستحسان،وجعل دینا قویمًا وصراطًا مستقیمًا،آه"فافهم.(ردالمحتار،کتاب الصلاة،باب الإمامة: ۱/ ۵۶۰ـ ۵۶۱،سعید)(مطلب:البدعة خمسة أقسام،انیس)

(و) اس میں فقط "لابأس" ہے، جوکہ بالاصالہ خلاف اولیٰ میں مستعمل ہے، جس کا مفاد غالب احوال میں کراہت تنزیہی ہوتا ہے، اسی طرح عالمگیری کی اسی صفحہ پر (د) اور (ہ) کے درمیان ایک اور بھی عبارت ہے جوکہ سہواً یا مصلحۃً سوال میں نہیں لکھی گئی، وہ یہ ہے:

"قراءة الكافرون إلى الأخر مع الجمع مكروهة؛ لأنها بدعة لم تنقل عن الصحابة ولا عن التابعين رضى الله عنهم، كذا فى المحيط" آه.

چند سطر بعد ہے:

"يكره للقوم أن يقرؤا القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والإنصات المأمور بها، كذا فى القنية". (۱) یہ علت فاتحہ غیر فاتحہ سب میں مشترک ہے۔

جو لوگ اس پر انکار کرتے ہیں ان کا استناد امور ذیل سے ہے:

(۱) اس طریقۂ مروجہ کا قرآن شریف، حدیث شریف، فقہ سے ثبوت نہیں، لہٰذا یہ مضمون (بوجہ) حدیث: **"من أحدث، إلخ"** قابل رد ہے۔ (۲)

(۲) فاتحہ یا آیت: **"إن الله" إلخ** پڑھ کر بلند آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہے، حالاں کہ بعض لوگ مثلاً: مسبوق یا منفرد نماز میں مشغول ہوتے ہیں، اس بلند آواز سے ان کو تشویش ہوتی ہے، ایسے جہر کی ممانعت شامی وغیرہ کتب فقہ میں صراحت مذکور ہے۔ (۳)

(۳) اس ہیئت کے اجتماع کو فقہائے کرام نے بدعت لکھا ہے: **"قد صح عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه أنه سمع قومًا اجتمعوا فى مسجد" إلخ.** (الفتاوى البزازية، ص: ۳۷۸) (۴)

---

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب الرابع فى الصلاة، والتسبيح، وقراءة القرآن، الخ: ۳۱۷/۵، رشيدية

(۲) صحيح البخارى، كتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علىٰ صلح جور آه: ۳۷۰/۱، قديمى) (ح: ۲۶۹۷، انيس)

(۳) "هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء؟ قيل: نعم". (الدر المختار)

"قوله: (قيل نعم) يشعر بضعفه مع أنه مشىٰ عليه فى المختار الملتقىٰ فقال: وعن النبى صلى الله عليه وسلم أن كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنازة والزحف والذكير... لما صح عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه أنه أخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبى صلى الله عليه وسلم جهرًا وقال لهم: ما أراكم إلا مبتدعين". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۳۹۸/۶، سعيد)

(۴) العبارة بتمامها: "وقد صح عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنازة والزحف والذكير... لما صح عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه أنه سمع قوماً اجتمعوا فى مسجد يهللون ويصلون عليه الصلاة والسلام جهرًا فراح إليهم، فقال ما عهدنا ذلك علىٰ عهده عليه السلام، ما أراكم إلا مبتدعين ومازال يذكر ذلك حتىٰ أخرجهم عن المسجد". (الفتاوى البزازية علىٰ هامش الهندية، كتاب الاستحسان، نوع: ۳۷۸/۶، رشيدية كوئٹة)

(۴) اس پر اصرار کیا جاتا ہے، حالاں کہ اصرار سے امر مندوب بھی مکروہ ہوجاتا ہے: "الإصرار علی المندوب يبلغه إلى حد الكراهية". (السعاية)(۱) بلکہ طیبی شرح مشکوۃ میں رخصت کو عزیمت قرار دینے کو ضلالت لکھا ہے،(۲) جب امر مندوب مکروہ ہوجاتا ہے تو مباح بطریق اولیٰ ہوجاتا ہے:

"الجهر المفرط ممنوع شرعًا وكذا الجهر الغير المفرط إذا كان فيه إيذاء لأحد من نائم أو مصل، أو حصلت فيه، الخ، كما صرح به علی القاری فی "شرح المشكوة" والحصكفی "فی الدر المختار وغيرهما" آه. (سباحة الفكر، ص: ۷۲)(۳)

(۵) جو شخص اس میں شریک نہ ہو، اس پر لعن طعن سب وشتم کیا جاتا ہے، حالاں کہ حدیث شریف میں ہے: "سباب المسلم فسوق" آه. (۴) وإلى غير ذلك من المفاسد. فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۶۲/۹/۲۱ھ۔

جوابات صحیح ہیں: اس مسئلہ پر ایک رسالہ "الدلیل الخیرات فی ترک المنکرات" شائع ہو چکا ہے، جس میں مشاہیر علماء ہند کا فتویٰ درج ہے، مزید تحقیق کے لیے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ فقط

سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، ۱۳۶۲/۹/۲۲ھ۔

صحیح عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارن پور، ۲۲/رمضان/۱۳۶۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۷۰۰-۷۵۰)

دعا کی قبولیت کے لیے اوّل وآخر درود شریف کا ہونا زیادہ امید بخش ہے:

سوال: کیا دعا کے اوّل اور آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی؟

الجواب

دعا کے اول وآخر درود شریف کا ہونا دعا کی قبولیت کے لیے زیادہ امید بخش ہے۔(۵)

---

(۱) السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲٦۵، سهيل اكيڈمی لاهور

(۲) "قال الطيبي رحمه الله تعالىٰ: وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو على منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول (رقم الحديث: ۹٤٦): ۳/۳۱، رشيدية)

(۳) مجموعة رسائل اللكنوی رحمه الله تعالىٰ: سباحة الفكر فی الجهر بالذكر، الباب الأول فی الحكم الجهر بالذكر: ۳/۳٤، إدارة القرآن، كراچی

(۴) صحيح البخاری، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن أن يحبط عمله وهو لا يشعر: ۱/۱۲، قديمی) (ح: ٤۸) انيس)

(۵) ونص العلماء على استحبابها (الصلاة على النبی صلی الله عليه وسلم) في مواضع... وأول الدعاء وأوسطه وآخره. (ردالمحتار: ۱/۵۱۸، مطلب: نص العلماء على استحباب الصلاة على النبی صلى الله عليه وسلم فی مواضع (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انيس)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دعا آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتی ہے، جب تک کہ اس کے اول وآخر میں درود شریف نہ ہو۔(۱)(آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۵۱۱)

دعا کے قبول ہونے کا مطلب:

سوال: ہمیں دعا کرنے کا حکم ہے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ واقعی دعا سے کچھ ہوتا ہے؟ طویل مدت سے اپنی اہلیہ کی صحت کی بھیک مانگ رہا ہوں؛ مگر ہنوز ناکامی ہے، ہر ڈھنگ سے جیسا مجھے علم تھا، آخری رات میں اور دوسرے جوطریقے معلوم ہوسکے، اس طرح دعا مانگی مگر کچھ نہیں بنا۔''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ''۔معلوم ہوتا ہے کہ دعا سے کچھ نہیں ہوتا، جو ہونا ہوتا ہے، ہوجاتا ہے اور جو کچھ نہیں ہونا ہوتا ہے، نہیں ہوتا، محض طفل تسلی ہے، ہمیں پردہ میں رکھا جاتا ہے۔

الجوابــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

دعا کا حکم ہے،(۲) اور قبول فرمانے کا وعدہ ہے،(۳) جن دعاؤں پر دنیا میں بظاہر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا، وہ بھی بیکار نہیں۔(۴) قیامت میں ایسی دعا کو دکھلا کر فرمایا جائے گا کہ ان کا معاوضہ یہ جنت کے درجات ونعمتیں ہیں، جن کو

(۱) عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه قال: إن الدعاء موقوف بین السماء والأرض، لایصعد منه شئ حتی تصلی علیٰ نبیک''.(رواہ الترمذی)(مشکاۃ المصابیح: ۸۷)(کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم وفضلها، الفصل الثالث، رقم الحدیث: ۹۳۸، انیس)

وکذا عن علی رضی اللّٰہ عنه.(سنن الترمذی: ۱/۹۶)(کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، رقم الحدیث: ۴۸۶، انیس)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿أُدْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾.(سورۃ الغافر: ۶۰)

(۳) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ، فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ، أُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾.(سورۃ البقرۃ: ۱۸۶)

واللّٰہ تعالیٰ یجیب الدعوات ویقضی الحاجات لقوله تعالیٰ: ﴿أُدْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾.(سورۃ الغافر: ۶۰) ولقوله علیه السلام: ''یستجاب الدعاء للعبد مالم یدع بأثم أوقطعیة رحم مالم یستعجل''. ولقوله علیه السلام: ''إن ربکم حی کریم یستحیی من عبدہ إذا رفع یدیه إلیه أن یردها صفرًا''.(شرح العقائد النسفیة للتفتازانی، ص: ۱۷۳، قدیمی)

(۴) عن جبیر بن نفیر أن عبادۃ بن الصامت رضی اللّٰہ عنه حدثهم أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: ''ما علی الأرض مسلم یدعو اللّٰہ بدعوۃ إلا آتاہ اللّٰہ إیاها، وصرف عنه من السوء مثلها مالم یدع بأثم أوقطعیة رحم''. فقال رجل من القوم: إذا نکثر، قال: ''اللّٰہ أکبر''.(جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب فی انتظار الفرج وغیر ذلک: ۲/۱۹۸، سعید)(رقم الحدیث: ۳۵۷۳، انیس)

''ورواہ الحاکم أبوعبداللّٰہ فی المستدرک علی الصحیحین من روایة أبی سعید الخدری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه و زاد فیه: ''أو یدخر من الأجر مثلها''. کتاب الأذکار للنووی رحمه اللّٰہ تعالیٰ، باب الدلیل علیٰ أن دعاء المسلم یجاب بمطلوبه أو غیرہ وأنه لایستعجل بالإجابة، ص: ۴۹۴-۴۹۵، دارالبیان، بیروت)(رقم الحدیث: ۱۲۶۴، انیس)

==

دیکھ کر بندہ کہے گا کہ کیا اچھا ہوتا کہ دنیا میں میری کسی دعا کا کوئی صلہ وغیرہ مجھے نہ ملتا؛(۱) بلکہ سب دعاؤں کوذخیرہ بنا کر رکھ دیا جاتا اور سب کا معاضہ آخرت میں ملتا، پس دعا یقیناً نافع ہے، اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں، حق تعالیٰ محترمہ کو صحت بخشے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲/۵-۱۷-۱۳)

تعریف وتوصیف کے الفاظ بھی دعا ہیں:

سوال: نماز کے بعد دعا جہاں تک میرا خیال ہے، دعائیہ الفاظ سے ہونی چاہیے، یا پھر اللہ تعالیٰ کی توصیف وتعریف کے ساتھ دعا مانگی جاسکتی ہے، ہماری مسجد کے امام صاحب مغرب کی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا... اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ پڑھتے ہیں، ان الفاظ میں اخراجات سے متعلق اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، دعائیہ کوئی بات نہیں ہے، اسی طرح فجر کی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ ... وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ پڑھتے ہیں، ان میں بھی دعائیہ الفاظ نہیں ہیں، اس میں اللہ کی توصیف تو ہے؛ لیکن طلب نام کی بات نہیں ہے، بغیر حساب کے بعد اگر رزق میں وسعت طلب کی جائے تو دعا بنتی ہے، اس پر ایک دو صاحبان لاریب کہتے ہیں، اس کے علاوہ کبھی کبھی مولوی صاحب ﴿رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ﴾ والی دعا بھی مانگتے ہیں، جو کہ خالص انفرادی دعا ہے، اجتماعی نہیں ہے، میرا موقف یہ ہے کہ یہ دعا امام کو مقتدیوں کے ساتھ نہیں مانگنی چاہیے، اس سلسلے میں آپ میری رہنمائی فرمائیں؟

الجواب

اللہ تعالیٰ کی تعریف اور توصیف کے کلمات ادا کرنا بھی دعا ہے، اسی طرح "قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ" سے "بِغَيْرِ حِسَابٍ" تک یہ بھی دعا ہے اور "رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ" یہ بھی دعا ہے، الغرض جتنے کلمات اللہ کی تعریف اور توصیف کے کہے جائیں، وہ سب دعا میں شامل ہیں۔ واللہ اعلم

ان چیزوں پر بحث ومباحثہ نہیں ہونا چاہیے۔ والسلام (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۵۱۷)

== "ولاينبغي للعبد أن يمل من الدعاء لأنه عبادة وتأخير الإجابة إما لأنه لم يأت وقته لأن لكل شيء وقتاً مقدرًا في الأزل، أو لأنه لم يقدر في الأزل قبول دعائه في الدنيا فيعطى في الأخرة من النواب عوضه أو يؤخر دعاء ليلح ويبالغ في الدعاء فإن الله يحب الملحين في الدعاء ولعل عدم قبول دعائه بالمطلوب المخصوص خبرله من تحصيله والله يعلم وأنتم لاتعلمون". (المرقاة، كتاب الدعوات: ۵/۱۰، رشيدية)(رقم الحديث: ۲۲۲۷، انيس)

(۱) اس لیے کہ دنیا میں مانگنے کا جو صلہ بھی ملے کم ہے، آخرت کے مقابلہ میں بہت حقیر اور معمولی چیز مانگی جاتی ہے اور جو کچھ یہاں اس مانگنے پر ملتا ہے وہ بھی معمولی ہے۔

بعد فرائض دعا میں آمین وغیرہ کا حکم:

سوال: بعد جماعت کے جو دعا امام کے ساتھ مانگتے ہیں، اس میں آمین کہنا چاہیے، یا جو مرضی ہو، دعا مانگے؟

الجواب

جو دعا چاہے مانگے، یہ ضروری نہیں کہ امام کی دعا پر آمین کہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۰۱)

فرض نماز کے بعد دعا کی کیفیت کیا ہونی چاہیے:

سوال: بعض امام صاحب ہر نماز کے بعد دعا عربی میں مانگتے ہیں، کیا اردو میں دعا مانگ سکتے ہیں، یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ دعا مختصر ہونی چاہیے، یا لمبی؟

الجواب

فرض نماز کے بعد دعا مختصر ہونی چاہیے،(۲) اور آہستہ کی جانی چاہیے،(۳) اپنے اپنے طور پر جس شخص کی جو حاجت ہو، اس کے لیے دعا کرے، عربی الفاظ ہمیشہ بلند آواز سے نہ کہے جائیں۔(۴) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۴۹۵)

(۱) ثم يسلم،إلخ،مع الإمام، إلخ، ويدعوويختم بسبحان ربک.(الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار،باب صفة الصلاة،فصل فى كيفية الصلاة : ۱/۴۸۹)

(۲) عن عائشة رضى اللّٰه عنها قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا سلّم لايقعد إلاّ مقدارما يقول: "اللّٰهمَّ أنت السلام ومنک السلام،تبارک ياذا الجلال والإكرام.(جامع الترمذى: ۱/۳۹،أبواب الصلاة،باب ما يقول إذا سلم(من الصلاة،رقم الحديث:۲۹۸،ص: ۶۹،بيت الأفكار،انيس).(الصحيح لمسلم: ۱/۲۱۸)

وفى الدرالمختار: ۱/۵۳۱،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة:ويكره تأخيرالسُّنَّة إلاّ بها اللّٰهُمَّ أنت السلام.

(۳) عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال:خيرالدعاء الخفى...وعن أنس رضى اللّٰه عنه مرفوعًا،ودعوة السرتعدل سبعين دعوة فى العلانية.(إعلاء السنن: ۶/۹۳،أبواب الوتر) (إخفاء القنوت فى الوتروألفاظه وحكم القنوت فى الفجر،رقم الحديث:۱۷۴۳_۱۷۴۵،انيس).

وفى الدرالمختار: ۲/۵۰۷ (ردالمحتار، كتاب الحج،مطلب:فى شروط الجمع بين الصلاتين بعرفة: ۲/۵۰۷، سعيد،انيس)):وأما الأدعية والأذكارفبالخفية أولىٰ قلت:ويجتهد فى الدعاء،والسنة أن يخفى صوته لقوله تعالىٰ:" أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ".(سورة الأعراف:۵۵،انيس)

وقال العلامة الآلوسى فى روح المعانى(۸/۱۳۹،طبع دارإحياء التراث العربى)(مبحث فى تفسيرقوله تعالىٰ: ﴿أدعواربكم تضرعاًوخفية﴾إلخ(سورة الأعراف: ۵۵،انيس):وجاء من حديث أبى موسىٰ الأشعرى أنّه صلى اللّٰه عليه وسلم قال لقوم يجهرون:أيّها الناس!اربعوا علىٰ أنفسكم،إنّكم لا تدعون أصم ولا غائبًا،إنّكم تدعون سميعًا بصيرًا،وهومعكم وهوأقرب إلىٰ أحدكم من عنق راحلته،والمعنى ارفقوابأنفسكم واقصروامن الصياح فى الدعاء)

(۴) الإصرارعلى المندوب يبلغه إلىٰ حد الكراهة.(السعاية:۲/۲۶۵،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،سهيل اكيڈمى)==

دعا کا مسنون طریقہ:

سوال: سنت کے مطابق دعا مانگنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ جس کے مطابق دعا کرنے سے قبول ہو، وضاحت سے بیان فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

باوضو قبلہ رو دوزانو باادب بیٹھ کر آہستہ خشوع وخضوع سے دعا کرے، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا مثلاً ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنَ﴾ پھر درود شریف پھر دعا، پہلے اپنے لیے، پھر والدین کے لیے، پھر سب مومنین کے لیے، پوری امت کو دعا میں شامل کئے بغیر دعا ناقص رہتی ہے، دعا کا ہر مضمون بار بار دہرایا جائے، کم از کم تین بار تکرار کیا جائے، دعا کے درمیان بار بار درود شریف پڑھا جائے۔ یا أرحم الراحمین، یا ذا الجلال والإکرام سے پکارا جائے، آخر میں درود شریف کے بعد ﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾(۱) پڑھ کر آمین پر دعا ختم کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱/ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۵۸/۳)

دعا کرنے کا بہتر طریقہ کیا ہے:

سوال: نماز کے بعد دعا مانگنے کے وقت ہاتھ کھلے رکھے جائیں، یا ملا کر؟ بغل کھلی رکھے، یا بند؟ یعنی کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھے، یا ملی ہوئی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ

دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر دعا کرے اور دونوں کے درمیان قدرے فاصلہ ہو، ملا کر رکھنا خلاف اولیٰ ہے۔

(فیکون بینهما فرجةً)(الدر المختار)

قوله: (ویکون بینهما فرجة) أی وإن قلت، قنية. (ردالمحتار: ۴۷۴/۱)(۲) **فقط واللّٰه أعلم بالصواب** (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۰۴/۴)

== قال الطیبی: وفیه أنّ من أصر علیٰ أمر مندوب وجعله عزمًا ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال. (مرقاة المفاتیح: ۱۴/۲، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، طبع أصح المطابع بمبئی)(الفصل الأول، رقم الحدیث: ۹۴۶، انیس)

(۱) سورة الصافات: ۱۸۰-۱۸۲، انیس

(۲) کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: فی إطالة الرکوع للجائی، انیس

دعا کے آداب:

سوال: نماز کے بعد بغیر درود شریف کے بیماروں کے لیے دعا کرنا کیسا ہے؟ دعا قبول ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

دعا کے آداب میں سے یہ ہے: پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے، پھر اپنے لیے اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے دعائے مغفرت کرے، پھر جو حاجت ہو، وہ مانگے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی حاضر خدمت تھے، میں نماز سے فارغ ہوا تو میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، پھر میں نے اپنے لیے دعا کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مانگ تجھ کو دیا جائے گا، مانگ تجھ کو دیا جائے گا''۔ (ترمذی، مشکوۃ، ص:۸۷)(۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ!

''دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے، اس میں سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی، یہاں تک کہ تم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھو''۔ (ترمذی، مشکوۃ، ص:۸۷)(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۹۶/۳)

دعا کس نیت سے مانگی جائے:

سوال: سب کچھ من جانب اللہ ہے تو محض اس نیت سے دعا کی جائے کہ ہوگا تو وہی جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے؛ لیکن ہم کو مانگنے کا حکم ہے، لہذا مانگیں، عطا ان کا فضل ہے، نہ ملے تو اس میں عین خوشی اور مل جائے تو شکر کریں، ایسا خیال کیسا ہے؟

---

(۱) عن عبد الله بن مسعود قال: كنت أصلي والنبي صلى الله عليه وسلم و أبوبكر وعمر معه، فلما جلست بدأت بالثناء على الله تعالىٰ، ثم الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم، ثم دعوت لنفسي، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: سل تعطه سل تعطه. (رواه الترمذي) (مشكاة المصابيح، ص: ۸۷، باب الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم وفضلها (كتاب الصلاة، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۹۳۱، انيس) / (سنن الترمذي، كتاب الجمعة، باب ماذكر في الثناء على الله والصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم قبل الدعاء، ص: ۱۱۹، رقم الحديث: ۵۹۳، بيت الأفكار، انيس)

(۲) عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه قال: إن الدعاء موقوف بين السماء والأرض لا يصعد منها بشئ حتىٰ تصلي علىٰ نبيك. (رواه الترمذي) (مشكاة المصابيح، ص: ۸۷، كتاب الدعوات) / سنن الترمذي، باب ماجاء في فضل الدعاء على النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ۴۸۶) / شرح السنة للبغوي، باب أدب الدعاء ورفع اليدين فيه: ۲۰۵/۵، المكتب الإسلامي، بيروت / مسند الفاروق لابن كثير، كتاب الصلاة: ۱۷۶/۱، دار الوفاء المنصورة. انيس)

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

گو یہ خیال فی نفسہ صحیح ہے؛لیکن اس میں ایک قسم کا استغنا ہے؛اس لیے دعا اس طرح مانگنا چاہیے کہ بہت ہی حاجت ہے، مالک تو ہی حاجت پوری فرما اور دل میں یہ بھی رکھے کہ اگر نہ دینے میں مصلحت ہو تو اس میں بھی راضی ہوں اور اللہ پاک میرے دل کو اسی پر اطمینان ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۲۹/۱۲/۱۳۹۱ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۱۷-۲۱۲)

نماز کے بعد سجدہ میں دعا کرنا:

سوال: بعض نمازیوں کی یہ عادت ہے کہ نماز کے بعد سجدہ میں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتے ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب ــــــــــــــــ

دعا کا عام مسنون طریقہ ہی افضل ہے، اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، سجدۂ مناجات اکثر فقہا کے نزدیک مکروہ ہے۔''اشعۃ اللمعات'' میں ہے:

''سوم سجدۂ مناجات وظاہر کلام اکثر علماء آنست کہ مکروہ است؛یعنی تیسرا سجدۂ مناجات ہے، اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے''۔(اشعۃ اللمعات:۱/۶۲۰)

شرح سفر السعادت میں ہے:

''ودیگر سجدۂ مناجات ست بعد از نماز وظاہر از کلام اکثر آنست کہ ایں مکروہ است''۔(شرح سفر السعادت:۱۵۹) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۶/۳۲۰)

---

(۱) عن أنس رضی اللّٰہ عنہ قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم:"إذا دعا أحدکم فلیعزم المسألة، ولا یقولن:اللّٰھم إن شئت فأعطنی،فإنه لا مکروہ له".(صحیح البخاری، کتاب الدعوات،باب:فلیعزم المسئلة فإنه لامکروہ له:۲/۹۳۸.قدیمی)(رقم الحدیث:۶۳۳۸،انیس)

والمراد أن الذی یحتاج إلی التعلیق بالمشیئة ما إذا کان المطلوب منه یتأتی إکراھه علی الشیء فیخفف الأمر علیه ویعلم بأنه لایطلب منه ذلک الشی إلا برضاہ،وأما اللّٰہ سبحانه فھو منزہ عن ذلک فلیس للتعلق فائدة وقیل: المعنی أن فیه صورة الاستغناء عن المطلوب والمطلوب منه...قال لأبن عبدالبر:لایجوز لأحد أن یقول:اللّٰھم أعطنی إن شئت و غیر ذلک من أمور الدین والدنیا؛لأنه کلام مستحیل لاوجه له؛لأنه لایفعل إلا ماشاء".(فتح الباری، کتاب الدعوات،باب فلیعزم المسألة،فإنه لامکروہ له:۱۱/۱۶۸-۱۶۹،قدیمی)(رقم الحدیث:۶۳۳۹،انیس)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے:(إحیاء علوم الدین للغزالی رحه اللّٰہ تعالیٰ:کتاب الأذکار والدعوات،آداب الدعاء وھی عشرة،ص:۳۸۹-۳۹۳،مکتبة حقانیة پشاور)

مؤذن کو دعا شروع کرتے وقت " اللّٰھم آمین " کہنے کا پابند بنانا:

سوال: میں ایک مسجد میں مؤذن ہوں مسجد کے متولی صاحب مجھے کہتے ہیں کہ امام صاحب جمعہ کی نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو "اللّٰھم آمین" کہو اور جب امام صاحب دعا سے فارغ ہو جائیں تو "**برحمتک یا أرحم الراحمین**" کہا کرو، جبکہ دعا جہراً ہوتی ہے تو متولی صاحب مجھے جو کہتے ہیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟ اور وہ مجھے اس کا پابند بنا سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

نماز کے بعد دعا سراً مانگنا چاہیے،(۱) مقتدی دعا شروع اور ختم کرنے میں امام کا پابند نہیں ہیں، امام سے پہلے بھی دعا شروع کر سکتے ہیں اور امام دعا ختم کر لے، اس کے بعد بھی دعا مانگ سکتے ہیں، لہذا سوال میں درج شدہ جملے کہنے کی ضرورت نہیں ہے، مؤذن کو اس کا پابند بنانا اور اس پر یہ ذمہ داری ڈالنا زیادتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۹۹/۸)

مؤذن کا دعا کے شروع میں "اللّٰھم آمین" اور آخر میں "برحمتک" الخ کہنا:

سوال: جماعت کے بعد امام کے شروع دعا میں مؤذن کا پکار کر "**اللّٰھم آمین**" اور دعا کے ختم پر "**برحمتک یا أرحم الراحمین**" کہنا جائز ہے، یا نہیں؟

حامدًا و مصلیًا الجواب ــــــــــــــــــــ و باللہ التوفیق

نماز کے سلام کے بعد دعا کے شروع میں "**اللّٰھم آمین**" اور دعا کے ختم پر "**برحمتک یا أرحم الراحمین**" کہنا، اس غرض سے کہ سب کو دعا کے آغاز و انجام کا علم ہو جائے، جائز ہے، مگر سنت یا مستحب نہ سمجھا جائے اور تارک پر لعن، طعن نہ ہو ورنہ، بدعت ہوگا۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ أتم وأحکم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلوی، وارد حال رنگون۔ الجواب صحیح: مرغوب احمد۔ (مرغوب الفتاویٰ: ۲/۲۰۰-۲۰۰۱)

دعائے ماثورہ میں واحد کی جگہ جمع کا صیغہ:

سوال: احادیث میں بعض دعاؤں میں واحد متکلم کا صیغہ ہے، اجتماعی دعاؤں میں جمع متکلم کا صیغہ استعمال کرنا درست ہے، یا نہیں؟ مثلاً: "**اهدني**" کی جگہ "**اهدنا**"۔

---

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتاویٰ رحیمیہ: ۳۲۶/۴-۳۳۴

(۲) فكم من مباح يصير بالالتزام ... مكروها۔ (سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول: ۳٤-مجموعة رسائل للكهنوي: ص: ٤٩٠)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

درست ہے۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۱۰/۲/۲۷ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۲۴/۵-۷۲۵)

دعا ماثورہ میں اضافہ:

سوال: فرض نماز کے بعد ”اللّٰھم أنت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والإکرام“ میں بعض امام ”ومنک السلام “ کے بعد ”وإلیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وأدخلنا دار السلام“ بڑھا دیتے ہیں، کیا جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

فرض نماز کے بعد کی مسنون ادعیہ میں اپنی طرف سے ان الفاظ کے اضافہ کی عادت خلاف سنت ہے۔حضرت علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ ”ومنک السلام“ کے بعد مذکورہ الفاظ کی زیادتی کی گئی ہے، یہ حدیث سے ثابت نہیں، بے اصل ہے، واعظین کی ایجاد ہے۔

قال الشیخ الجزری فی تصحیح المصابیح: وأما مایزاد بعد قوله:”ومنک السلام من نحو وإلیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وأدخلنا دارک دار السلام“فلا أصل له بل مختلق بعض القصاص .(مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوۃ: ۲/ ۳۵۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)(۱) فقط واللّٰہ أعلم بالصواب

(فتاویٰ رحیمیہ: ۱/ ۲۴۱-۲۴۲)

مذکورہ فتوے پر اشکال اور اس کا جواب:

سوال: آپ کے فتاویٰ رحیمیہ جلد اول: ۲۱۴-۲۴۲ میں ہے:

جواب: فرض نماز کے بعد کی مسنون ادعیہ میں اپنی طرف سے ان الفاظ (وإلیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وأدخلنا دار السلام) کے اضافہ کی عادت خلاف سنت ہے، الخ۔

مگر نظام الفتاویٰ: ۱۶۵، میں ہے:

”اس کو دعا میں بعد نماز کے شامل کر لینا ناجائز و نادرست، یا خلاف تعلیم نبوی علیہ السلام نہ ہوگا“۔

اب آپ کی کیا رائے ہے؟ بینوا توجروا۔

(۱) مرقاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، الفصل الأول، فی شرح رقم الحدیث: ۹۶۰، انیس

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

فتاوی رحیمیہ احتیاط پر مبنی ہے، دعائے ماثورہ کے درمیان اضافہ یا ردوبدل پسندیدہ نہیں ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو دعا تعلیم فرمائی، جس میں ''بنبیک الذی أرسلت '' کے الفاظ تھے، صحابی نے بغرض تعظیم لفظ نبی کی جگہ لفظ رسول؛ یعنی ''برسولک الذی أرسلت '' پڑھا تو فوراً روک دیا گیا اور اپنے تعلیم فرمودہ کلمات کہنے کی ہدایت فرمائی۔ (سنن الترمذی: ۲/۱۷۵، باب ماجاء فی الدعاء اذا آوی الی فراشہ)(۱)

مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

''دعا ماثورہ کے جتنے الفاظ حدیثوں میں ثابت اور مقبول ہوں، اس کو انہیں الفاظ پر رکھنا چاہیے، (الی قولہ) اسی طرح کسی دعاء ماثورہ میں اپنی طرف سے یہ اضافہ مکروہ ہے''۔

محمد کفایت اللہ عفا اللہ عنہ (کفایت المفتی: ۳/۱۰-۱۱)

آپ کا دوسرا فتویٰ:

سوال: اذان کی دعا میں ''والفضیلة'' کے بعد ''الدرجة الرفیعة'' اور بعد ''وعدته'' کے ''وارزقنا شفاعته'' بڑھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: ''الدرجة الرفیعة'' اور ''وارزقنا شفاعته یوم القیامة'' کا ثبوت نہیں ہے، پس غیر ثابت الفاظ کو نہ پڑھنا ہی بہتر ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص اس اعتقاد کے ساتھ کہ یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں، پڑھے تو مضائقہ بھی نہیں۔ (کفایت المفتی: ۳/۲۱)

یہ موقع انفرادی دعا کا ہے اور فرائض کے بعد کا موقعہ اجتماعی دعا کا موقعہ ہے اور عوام سے غیر ثابت کلمات کے بارے میں عدم اعتقاد کی توقع رکھنا مشکل ہے؛ بلکہ وہ تو اس کو مسنون ہی سمجھیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاوی رحیمیہ: ۵/۱۴۳-۱۴۴)

نماز کے بعد عربی اور اردو میں دعائیں:

سوال: نماز سے فارغ ہو کر میں درود ابراہیمی، سورۂ فاتحہ اور ایک دعا ''رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا'' پڑھ کر باقی دعا اردو میں مانگتا ہوں، کیوں کہ مزید دعائیں (عربی) میں یاد نہیں ہیں، کیا میرا یہ عمل مسنون ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

کوئی حرج نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۵۰۱)

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، رقم الحدیث: ٣٥٧٤. ترمذی میں یہ باب بلا ترجمہ ہے، یہی حدیث مسلم میں بھی ہے: الصحیح المسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب ما یقول عند النوم وأخذ المضجع، ص١٠٨٦، رقم الحدیث: ١٧١٠، بیت الأفکار، انیس)

نماز باجماعت کے بعد اردو میں دعا مانگنا:

سوال: نماز باجماعت کے بعد اردو میں دعا مانگنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز باجماعت کے بعد دعا عربی میں مسنون ہے، دوسری زبان میں خلاف افضل ہے، لہٰذا اس کی عادت نہ کی جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۵۸/۶)

مسجد وغیرہ میں غیر عربی زبان میں دنیوی واخروی مقصد کے لیے دعا کرنے کا تفصیلی حکم:

سوال: ایک خط دربارہ دعا اندرون نماز ایک صاحب کے پاس ایک عالم کے یہاں سے آیا ہے، جو ہمرشتۂ عریضہ ہذا ارسال خدمت کرتا ہوں، چونکہ مجھ کو اس کے مضمون میں شک ہے، لہذا مکلّف خدمت عالی ہوں کہ سوالات ذیل کے جواب باصواب سے معزز فرمایا جاوے، فرض یا سنت نماز میں سجدہ، یا کسی دوسرے رکن میں عربی، یا کسی دوسری زبان میں کوئی دعا غیر منقول دنیا وآخرت کے لیے مانگنا جائز ہے، یا نہیں؟ دوران نماز میں مطلقاً کوئی دعا مفسد نماز ہے، یا نہیں؟ خاص کر سجدہ میں بعد تسبیح (اس خط کی نقل یہ ہے) سجدہ میں دعا کرنے کے متعلق صاف حدیثیں ہیں، ہاں یہ سچ ہے کہ تسبیح کے علاوہ یہ ہیں اور تسبیح مقدم ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الصلوۃ باب السجود میں ہے:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی سجودہ: "اللّٰھم اغفرلی ذنبی کلہ دقہ وجلہ وأولہ وآخرہ وعلانیتہ وسرہ". (رواہ مسلم)(۱)

اور مسلم میں ہے:

عن أبی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "أقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد فأکثروا الدعاء". (۲)

یہاں سجدوں میں خصوصیت سے کثرت دعا کا حکم دیا ہے، اس کے علاوہ اور بھی حدیث ہیں، مگر یہ دو کافی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی ہے کہ دعاء سجدہ میں علاوہ تسبیحات ماثورہ کے مانگتے تھے اور یہ حکم بھی ہے کہ دعا سجدہ میں بہت مانگا کرو، جب دعا کا حکم ہے تو جس زبان میں انسان چاہے مانگے، ایک شخص عربی نہیں جانتا تو وہ اپنی زبان میں ہی دعا مانگ کر اس حکم کو پورا کر سکتا ہے، مسلمانوں کی نمازیں اسی لیے بے اثر ہوگئی ہیں کہ نماز میں اور بالخصوص سجدوں میں کثرت دعا سے کام نہیں لیتے، آہ۔

(۱) مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب السجود/الصحیح لمسلم، باب مایقال فی الرکوع والسجود (ح:٤٨٣) انیس
(۲) الصحیح لمسلم، باب مایقال فی الرکوع والسجود (ح:٤٨٢) انیس

الجواب ــــــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

اولاً مقدمات ذیل معروض ہیں مع ان کے دلائل کے:

(۱) دعا کا اطلاق حمد پر بھی آیا ہے۔

عن جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم:" أفضل الذکر: لاإلٰه إلااللّٰہ، وأفضل الدعاء: الحمد للّٰہ". (رواه الترمذی وابن ماجة)(مشکاۃ: ۱۹۲/۱)(۱)

(۲) اصل نماز فرض میں جماعت ہے واصل جماعت میں تخفیف ہے۔

عن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم:"إذا صلی أحدکم للناس فلیخفف فإن فیهم السقیم والضعیف والکبیر، وإذاصلی أحدکم لنفسه فلیطول ماشاء". (متفق علیه)(مشکاۃ: ۹۳/۱)(۲)

(۳) تطویل صلوٰۃ وادعیہ طویلہ بقرینہ مقدمہ: ۲ نوافل کے ساتھ مخصوص ہے۔

ویؤیده ماروی عن محمد بن مسلمة قال: إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا قام یصلی تطوعًا، قال:"اللّٰہ أکبر"(إلٰی قوله)اللّٰهم أنت الملک، لا إلٰه إلا أنت، سبحانک وبحمدک"ثم یقرأ. (رواه النسائی)(مشکاۃ: ۷۰/۱)(۳)

(۴) اصل اور سنت مستمرہ رکوع اور سجود میں تسبیح ہے۔

عن حذیفة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه أنه صلی مع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فکان یقول فی رکوعه:"سبحان ربی العظیم"وفی سجوده"سبحان ربی الأعلٰی". (الحدیث رواه الترمذی وأبوداؤد والدارمی والنسائی وابن ماجة)(مشکاۃ: ۷۵/۱)(۴)

(۱) کتاب الدعوات، باب ثواب التسبیح والتمحید والتهلیل والتکبیر، رقم الحدیث: ۲۳۰۶/سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة، ص: ۵۳۵، رقم الحدیث: ۳۳۸۳، بیت الأفکار/سنن ابن ماجة، کتاب الأدب، باب فضل الحامدین، ص: ۴۰۶، رقم الحدیث: ۳۸۰۰، بیت الأفکار، انیس)

(۲) (کتاب الصلاة، باب ماعلی الإمام، الفصل الأول، رقم الحدیث: ۱۱۳۱/صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب: إذاصلی لنفسه فلیطول ما شاء، ص: ۱۴۹، رقم الحدیث: ۷۰۳، بیت الأفکار/(الصحیح لمسلم، کتاب الصلاة، باب: أمر الأئمة بتخفیف الصلاة فی تمام، رقم الحدیث: ۴۶۷، ص: ۱۹۵، بیت الأفکار، انیس)

(۳) کتاب الصلاة، باب ما یقرأ بعد التکبیر، الفصل الثالث، رقم الحدیث: ۸۲۱/سنن النسائی، نوع آخر من الذکر والدعاء بین التکبیر (ح: ۸۹۸)انیس

(۴) کتاب الصلاة، باب الرکوع، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۸۸۱/سنن لدارمی، باب مایقال فی الرکوع (ح: ۱۳۴۵)/سنن ابن ماجة، باب التسبیح فی الرکوع والسجود (ح: ۸۸۸)/سنن الترمذی، باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع (ح: ۲۶۲)/سنن أبی داؤد، باب مایقول الرجل فی رکوعه وسجوده (ح: ۸۷۱)انیس

(۵) اصل محل دعا کا نماز میں قعدہ کی حالت ہے بعد درود شریف کے۔

عن فضالة بن عبيد،قال: بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم قاعد إذدخل رجل فصلى، فقال:"اللّٰهم اغفرلى وارحمنى"فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"عجلت أيهاالمصلى!إذا صليت فقعدت،فاحمد الله بماهو أهله،وصل عليّ،ثم ادعه"،قال:ثم صلى رجل آخربعد ذلك ،فحمد اللّٰه وصلى على النبى صلى الله عليه وسلم،فقال له النبى صلى الله عليه وسلم:"أيها المصلى!اد ع تجب". (رواه الترمذى وروى أبو داؤد والنسائى نحوه)(مشكاة: ۷۸/۱)(۱)

ان مقدمات میں تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فریضہ کے سجدہ میں دعاء کی عادت کرنا خلاف قواعد سنت ہے، کئی وجہ سے، اول وہ موجب ہے تطویل صلوٰۃ کو، جو فریضہ میں حالت جماعت میں ناپسند ہے اور ترک جماعت خود ناپسند ہے، خصوص جب کہ دعا کے اس ادب کو بھی ملحوظ رکھا جاوے، جس کا اہتمام وارد ہے کہ اس کے قبل درود شریف بھی ہو، یہ سب مل کر تو بہت ہی تطویل ہو جاوے گی، دوسرے تغیر ہے محل دعا کی کہ حالت قعود کی ہے، تیسرے عدول ہے، اصل وظیفہ سجود سے کہ اکتفا ہے تسبیح پر، جیسا ظاہر نصوص کا مقتضا ہے اور سنن مؤکدہ میں بہت احکام میں مشابہ فرض کے ہیں تو اس میں بھی احتیاطاً اس کے ساتھ ملحق کہی جاویں گی، پس جن احادیث میں دعاء فی السجود وارد ہے، یا تو محمول ہے فعل احیاناً پر اور یا نوافل پر اور بعض محمول ہوسکتی ہیں مطلق حمد وثنا وتسبیح پر؛ تاکہ نصوص وروایات اور ان کے مقتضیات وقواعد میں تعارض نہ ہو تو یہ گفتگو تھی مطلق دعا میں، اب خصوصیت سے باقی رہی بحث دعا بغیر العربیۃ فی الصلوٰۃ کی، سو فقہا نے اس سے مع نقل اثر کے تعرض کیا ہے، چناں چہ درمختار میں ہے:

"ودعا بالعربية وحرم بغيرها"،نهر. (الدر المختار)

ردالمحتار میں ہے:

قا ل فى غرر الأفكارشرح دررالبحارفى هذه المحل:وكره الدعاء بالعجمية؛لأن عمرنهى عن رطانة الأعاجم،آه (إلىٰ قوله) ولايبعد أن يكون الدعاء بالفارسية مكروهًا تحريمًا فى الصلاة وتنزيهًاخارجها. (۵۴۳/۱)(۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نماز کے اندر غیر زبان عربی میں دعا کرنا، یا حرام ہے، یا مکروہ تحریمی اور حضرت عمر رضی

(۱) كتاب الصلاة ، باب الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم وفضلها،الفصل الثانى،رقم الحديث: ۹۳۱/ جامع الترمذى،كتاب الدعوات،باب ماجاء فى جامع الدعوات عن النبى صلى الله عليه وسلم، باب بلاترجمه.رقم الحديث: ۳۴۷۵،ص:۵۴۸،بيت الأفكار/سنن النسائى،باب التحميد والصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم (ح:۱۲۸۴)/سنن أبى داؤد،باب الدعاء (ح:۱۴۸۱)انيس

(۲) ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب:فى الدعاء لغير العربية،انيس

اللہ عنہ کا اثر اسی پر محمول ہے اور نیز یہ وجہ بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عجمی کو اس کی اجازت نہیں دی اور رہا یہ کہ بے سمجھے دعا میں حضور نہ ہوگا، سو ایسی مختصر دعاؤں کا جو کہ نماز میں اپنے محل پر پڑھی جاتی ہیں، کسی سے پوچھ کر ترجمہ، یا اس کا حاصل معلوم کر لینا اور اس کا استحضار کرنا، دشوار ہے، ورنہ اسی عذر سے شدہ شدہ بجائے قرآن مجید کے اس کا ترجمہ نماز میں پڑھنے کی رائے دی جانے لگے گی۔

۲۹/ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ (تتمہ رابعہ: ۲۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۱۲/۱-۴۱۵)

کیا حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے:

سوال: کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے؟ اگر کیا کرتے تھے تو کوئی حدیث، بحوالہ بیان کریں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی صراحت تو منقول نہیں، البتہ فرض نماز کے بعد دعا کرنے کی ترغیب آئی ہے اور ہاتھ اٹھا کر مانگنا دعا کے آداب میں سے فرمایا ہے؛ اس لیے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ارشاداتِ نبوی کے عین مطابق ہے، مگر بلند آواز سے دعا نہ کی جائے، جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل پیدا ہو۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۰۱/۳)

دعا میں ہاتھ زیادہ اٹھانا:

سوال: کیا دعا کے وقت منھ آسمان کی طرف کر کے اور کندھوں سے اوپر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

صلوۃ استسقا کے بعد اسی طرح دعا کی جاتی ہے، اس کو ابتہال کہتے ہیں، دوسرے اوقات میں یہ طریقہ مسنون نہیں۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۰/۲/۱۳۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۱/صفر/۶۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۷/۵)

---

(۱) عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ قال: کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یرفع یدیہ فی شیء من دعاءہ إلا فی الاستسقاء وإنہ یرفع حتی یری بیاض إبطیہ. (صحیح البخاری، أبواب الاستسقاء، باب: رفع الإمام یدہ فی الاستسقاء: ۱۴۰/۱، قدیمی) (رقم الحدیث: ۱۰۳۱، انیس)

"ظاہرہ نفی الرفع فی کل دعاء غیر الاستسقاء، وھو معارض بالأحادیث الثابتة بالرفع فی غیر الاستسقاء، وقد تقدم أنھا کثیرة ...

==

دعامیں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں:

سوال: دعامانگتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھانے چاہییں؟ بعض کندھوں تک بتاتے ہیں اور بعض سینے تک، صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینواتوجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

دونوں طرح درست ہے۔

قال شارح التنوير رحمه اللّٰه تعالٰی: (فيبسط يديه) حذاء صدره (نحو السماء)؛ لأنها قبلة الدّعاء.

وقال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالٰی: كذا روى عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما من فعل النبى صلّى اللّٰه عليه وسلّم، قنية عن تفسير السمان. (رد المحتار: ۱/ ٤٧٤)(۱)

وفى المراقى: رافعى أيديهم حذاء الصدر، وبطونها مما يلى الوجه.

قال الطحطاوى رحمه اللّٰه تعالٰی: الذى فى الحصن الحصين وشرحه أن يرفعهما حذاء منكبيه باسطاً كفيه نحو السماء لأنها قبلة الدعاء، آه.

قال بعض الأفاضل: ولا منافاة بينهما؛ لأن المراد أن لايجعل بطونهما جهة الأرض والتفاوت فى مقدار الرفع قليل كما يشير إليه ما فى أبى داؤد عن ابن عباس رضى اللّٰه تعالٰى عنهما، قال: المسئلة أن ترفع يديك حذو منكبيك، أو دونهما. (الطحطاوى على المراقى: ۱۷۳)(۲) **فقط واللّٰه تعالٰى أعلم**

۱۱/ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۵۷-۵۸)

== وذهب آخرون الٰى تأويل حديث أنس المذكور لأجل الجمع بأن يحمل النفى على صفة مخصوصة، إما الرفع البليغ فيدل عليه قوله: "حتٰى يرى بياض إبطيه" ويؤيده أن غالب الأحاديث التى وردت فى رفع اليدين فى الدعاء إنما المراد به مد اليدين، وبسطهما عند الدعاء، وكأنه عند الاستسقاء مع ذلك زاد رفعهما إلٰى جهة وجهه حتى حاذتاه وبه حينئذ يرى بياض إبطيه. (فتح البارى، أبواب الاستسقاء، باب رفع الإمام يده فى الاستسقاء: ۲/ ٦٥٨، قديمى) (شرح رقم الحديث: ۱۰۳۱، انيس)

عن ابن عباس رضى اللّٰه تعالٰى عنهما أن رسول اللّٰه تعالٰى عليه وسلم قال: "هذا الاخلاص يشير بإصبعه التى تلى الإبهام وهٰذا الدعاء فرفع يديه حذو منكبيه، وهذا ابتهال، فرفع يديه مدًا. (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب فى بعض الآداب الدعاء: ۳/ ۱۷۱، إدارة القرآن كراچى)

عن أبى سعيد يقول: وقف رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بعرفة فجعل يدعو هكذا وجعل ظهر كفيه مما يلى وجهه ورفعهما فوق ثندوته وأسفل من منكبيه. (مسند الإمام أحمد، مسند ابى سعيد الخدرى (ح: ۱۱۸۰٦) انيس

(۱) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصلٰى إذا أراد الشروع، مطلب: فى إطالة الركوع للجائى، انيس

(۲) فصل فى صفة الأذكار، انيس

دعا میں انگلیاں قبلہ رخ رکھنا مستحب ہے:

سوال: کیا دعا میں انگلیاں قبلہ رخ رکھنا سنت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــ باسم ملهم الصّواب

مستحب ہے۔ **كما نقل الطحطاوى رحمه اللّٰه تعالىٰ عن شرح الحصن الحصين.** (الطحطاوى على المراقى ص: ۱۷۳)(۱) **فقط والله تعالىٰ أعلم**

۱۱/ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/۵۸)

وقت دعا دونوں ہاتھوں میں فصل:

سوال: دعا نماز کے بعد اور علاوہ نماز کے دونوں ہاتھوں کو ملا کر مانگنا چاہیے، یا دونوں ہاتھوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہونا چاہیے؟

الجواب ـــــــــ حامداً و مصلياً

کچھ فاصلہ رکھنا افضل ہے۔

"**والأفضل فى الدعاء أن يبسط كفيه ويكون بينهما فرجة وإن قلت**"، آه. (الهندية: ۵/ ۳۱۸)(۲) **فقط والله تعالىٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/۷/۱۳۶۱ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۴/شعبان ۱۳۶۱ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارن پور ۴/شعبان ۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۰۷)

دعا میں ہاتھوں کے درمیان کچھ فاصلہ مستحب ہے:

سوال: دعا میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں اور دونوں ہاتھ آپس میں ملا کر رکھے جائیں، یا کچھ فاصلے سے، ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ امداد الفتاویٰ میں ملا کر رکھنا لکھنا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) فصل فى صفة الأذكار، انيس

(۲) الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية، الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح وقراء ة القرآن والذكر والدعاء، إلخ: ۵/۳۱۸، رشيدية)

"(والرفع بحذاء أذنيه) كالتحريمة ... (فيبسط يديه) حذاء صدره (نحو السماء)؛ لأنها قبلة الدعاء، ويكون بينهما فرجة". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۰۷، سعيد)

الجواب ـــــــــــ باسم ملهم الصّواب

دعا میں ہاتھ سینے تک اٹھائے جائیں اور دونوں ہاتھوں کے درمیان قدرے فاصلہ رکھنا افضل ہے۔

فی الباب الرابع من کراهية الهندية: والأفضل فی الدعاء أن يبسط كفيه ويكون بينهما فرجة وإن قلت ولا يضع إحدى يديه على الأخرى فإن كان فی وقت عذر أو برد شديد فأشار المسبحة قام مقام بسط كفيه والمستحب أن يرفع يديه عند الدّعاء بحذاء صدره، كذا فی القنية. (الفتاویٰ الهندية: ۳۱۸/۱، المطبعة الكبرىٰ الأميرية بمصر)(۱)

امداد الفتاویٰ میں ضم الکفین فقہ حنبلی کی کتاب شرح المقنع سے نقل کیا ہے:

ونصه: وتكون يداه مضمومتين لما روى الطبرانی فی الكبير عن ابن عباس رضی الله تعالىٰ عنهما كان النبیّ صلّى الله عليه وسلّم إذا دعا: ضم كفيه وجعل بطونهما يلی وجهه، وضعفه فی المواهب. (۲)

اس روایت کی بنا پر اگر کوئی ضم الکفین کی افضلیت کا قول کرے تو اس کی گنجائش ہے اور یوں تطبیق بھی دی جا سکتی ہے کہ ضم سے مراد تقریب ہے، جو فرجہ قلیلہ کے منافی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۵۱/۳-۵۲)

سوال مثل بالا:

سوال: کیا دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو باہم ملایا جائے، یا کشادہ رکھا جائے؟ اس سے متعلق مولانا محمد اجمل صاحب رسالہ آداب الدعاء میں فرماتے ہیں:

''علامہ طحطاوی النہر الفائق کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

وفی النهر: من فعل كيفيته المستحبّة أن يكون بين الكفين فرجة وإن قلت. (۳)

---

(۱) كتاب الكراهة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن، إلخ، انيس

(۲) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، النوع السابع من عبادته: ۵۲۱/۳، المكتبة التوفيقية القاهرة. انيس

عن ابن عباس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دعا جعل باطن كفه إلى وجهه. (المعجم الكبير للطبرانی، سعيد بن جبير عن ابن عباس (ح: ۱۲۲۳٤) انيس)

عن ابن عباس أن النبی صلى الله عليه وسلم قال: الإخلاص هكذا ورفع إصبعا واحدة من اليد اليمنىٰ والإبتهال هكذا ومد يديه وجعل بطن الكف مما يلی الأرض والدعاء هكذا وجعل يديه بطونهما مما يلی السماء. (الدعاء للطبرانی، باب رفع اليدين على المنبر فی الاستسقاء (ح: ۲۱۷۸) انيس)

(۳) المستحب أنه يرفع يديه عند الدعاء نحو إبطيه باسطاً كفيه ويكون بينهما فرجة وإن قلت. (النهر الفائق، فرع: ۲۱۹/۱، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

اوراس کے آگے علامہ موصوف حصن حصین کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ!

دعا کے آداب سے ایک یہ بھی ہے کہ دونوں ہاتھوں کو باہم ملایا جائے اور انگلیوں کا رخ بجانب قبلہ ہونا چاہیے۔

وفی شرح الحصن والظاهر أن من الأدب أيضًا ضمّ اليدين وتوجيه أصابعهما نحو القبلة.

اور آگے فرماتے ہیں کہ باہم ملانا افضل اور بہتر ہے اور اگر معمولی کشادگی رکھی جائے تو بھی جائز ہے اور امام شعرانی لواقح الانوار، ص:۲۹ے پر فرماتے ہیں:

''آسمان کی طرف دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ دربار خداوندی سے معنوی عطیات حاصل کرنے کے لیے ہاتھ ایک ذریعہ ہے، پس دونوں کو باہم اس قدر ضم کیا جائے ،جس طرح پانی پینے والا اپنے دونوں ہاتھوں کو باہم ملاتا ہے''۔(رسالہ آداب الدعاء،ص:۴۰)

اس کے بعد ناکارہ نے بعض کتب حدیث دیکھیں، مرقاۃ میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الدعوات کی فصل ثالث میں حدیث:''**عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما أنه يقول ان رفعكم أيديكم**''إلخ کے ذیل میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں:

وقد ورد أنه صلّى اللّٰه عليه وسلّم فى الدعاء يوم عرفة جمع بين كفيه وجعلهما مقابل صدره كاستطعام المسكين.(مرقاة المصابيح:٤٧/٥)(۱)

لیکن اس کی کوئی سند نہیں لکھی، احقر نے مجمع الزوائد دیکھی تو اس میں حدیث مذکور نقل کرنے کے بعد حافظ نورالدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

رواه الطبرانى فى الأوسط وفيه الحسين بن عبد اللّٰه بن عبيد اللّٰه وهو ضعيف.(۲)

اور ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ، ج:۵،ص:۴۲ پر فرماتے ہیں:

إنّ الضعيف حجّة فى الفضائل إتفاقاً،آه.(۳)

نیز حسب ذیل احادیث سے بھی ضم یدین عندالدعاء کی تائید ہوتی ہے:

عن أنس بن مالک رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال:رفع رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يديه بعرفة يدعو فقال أصحاب النبىّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم هٰذا الابتهال ثم خاضت الناقة ففتح إحدى يديه فأخذها وهو رافع الأخرى،رواه البزار والطبرانى فى الأوسط بنحوه إلاّ أنه:قال فرفع يديه فسقط

(۱) مرقاه المصابيح،كتاب الدعوات:١٥٣٧/٤،دار الفكر بيروت.انيس

(۲) مجمع الزوائد،باب ماجاء فى الإشارة فى الدعاء ورفع اليدين:١٦٨/١٠،مكتبة القدسى القاهرة.انيس

(۳) مرقاه المصابيح،كتاب الدعوات:١٥٣٢/٤،دار الفكر بيروت.انيس

زمام الناقة فتناوله ورفع يديه وزاد هٰذا الابتهال والتضرّع ورجال البزار رجال الصحيح غير أحمد بن يحيٰى الصّوفى وهو ثقة ولكن الأعمش لم يسمع من أنس رضى اللّٰه تعالٰى عنه. (مجمع الزوائد: ۱۰/ ۱۶۹)(۱)

"**وعن سلمان رضى اللّٰه تعالٰى عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: ما رفع قوم أكفهم إلى اللّٰه عزوجلّ يسئلونه شيئًا إلا كان حقًا على اللّٰه أن يضع فى أيديهم الذى سألوا**".

قلت: له حديث فى السنن غير هٰذا رواه الطبرانى ورجاله رجال الصحيح. (حوالۂ بالا)(۲)

اور وہ تمام احادیث بھی ضم یدین کی مؤید ہیں جن میں مسح یدین علی الوجہ بعد الدعاء اور نزول برکات سماویہ وانوار الٰہیہ کا ذکر ہے۔

نیز عقلاً بھی احقر کو ضم یدین میں تواضع وانکساری محسوس ہوتی ہے، اس کے برخلاف فرجہ بین الیدین میں تکلف معلوم ہوتا ہے، نیز فرجہ بین الیدین کی تائید میں احقر کو ابھی تک کوئی حدیث نہیں ملی۔

امید ہے کہ حضرت والا اپنے محاکمہ اور تحقیق انیق سے احقر کو مطلع فرمائیں گے؟ بڑا کرم واحسان ہوگا۔ (**جزاكم اللّٰه أحسن الجزاء**)

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

رسالہ آداب الدعاء میں یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت مذکورہ حاشیہ در میں ہے، یا کہ مراقی الفلاح کے حاشیہ میں؛ اس لیے دونوں کتابوں کی طرف رجوع کرنا پڑا، طحطاوی علی الدر المختار میں تو کوئی ایسی عبارت دستیاب نہیں ہوئی، البتہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں موجود ہے؛ مگر اس کے کسی جزء سے بھی بوقت دعا ضم الیدین کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کے برعکس فرجہ بین الیدین کے استحباب کو ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ پوری عبارت ملاحظہ ہو:

وفى النهر: من فعل كيفيته المستحبّة أن يكون بين الكفين فرجة وإن قلت: وأن لا يضع إحدى يديه على الأرض، فإن كان لا يقدر على رفع يديه لعذر، أو برد فأشار بالمسبحة أجزأ، اه.

لٰكن فى شرح الحصن الحصين، والظاهر أن من الأدب أيضًا ضمّ اليدين وتوجيه أصابعهما نحو القبلة. وفى شرح المشكوٰة، ورد أنه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يوم عرفة جمع بين كفيه فى الدعاء

---

(۱) مجمع الزوائد، باب ماجاء فى الإشارة فى الدعاء ورفع اليدين: ۱۰/ ۱۶۹، مكتبة القدسى القاهرة، مسند بزار، حدیث رجل من مزینۃ (ح: ۷۵۵۸) میں "ثم حاصت الناقة" ہے، انیس

(۲) كذا فى المعجم الكبير، سعيد الجريرى عن أبى عثمان عن سلمان (ح: ۶۱۴۲)/ الملخصيات من الثانى عشر (ح: ۲۸۱۵) انیس

وإن أريد بالضمّ في الكلام القرب التام لاينافي وجود الفرجة القليلة،وأما قوله:جمع بين كفيه لاينافيه أيضًا لأن المعنى جمع بينهما في الرفع ولايفرد أحدهما به.(الطحطاوی علی المراقی:۱۷۳)(۱)

رسالہ آداب الدعاء کی عبارت میں دوسرا تسامح یہ ہوا ہے کہ ضم الیدین کے استحباب کو حصن حصین کی طرف منسوب کیا ہے، حالاں کہ یہ عبارت حصن حصین کی نہیں؛ بلکہ شرح الحصن کی ہے، ممکن ہے کہ یہ ناسخ کا سہو، یا کاتب کی غلطی ہو۔

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح الحصن کی عبارت کو نہر کے جزئیہ سے تطبیق دینے کی جو صورت بیان فرمائی ہے، بندہ نے بعینہ یہی وجہ تطبیق مورخہ ۲۴/ جمادی الاولیٰ ۹۶ھ کے محررہ فتویٰ میں قنیہ کے جزئیہ اور شرح المقنع کی عبارت میں تحریر کی تھی، **فللّٰه الحمد علىٰ توفيقه لموافقة الأكابر.**

لوامح الانوار تلاش کی گئی، لطائف المنن کے حاشیہ پر دستیاب ہوئی، مستقل نہیں ملی؛ اس لیے حوالہ میں لکھا ہوا صفحہ نمبر کارآمد نہ ہوا، سرسری تلاش سے عبارت مذکورہ دستیاب نہ ہوئی، اگر اعتماداً اس عبارت کا وجود لوامح الانوار میں تسلیم کرلیا جائے تو مؤلف کی طرف سے طحطاوی کے جزئیہ کی طرح اس میں بھی عبارت کے فہم میں یا نقل میں تسامح کا احتمال ہے، علاوہ ازیں امام شعرانی شافعی ہیں؛ اس لیے ان کا قول احناف کے لیے حجت نہیں، ممکن ہے کہ عندالشوافع ضم الیدین افضل ہو، جیسا کہ شرح المقنع سے عندالحنابلہ بھی ضم الیدین کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، احناف کی مندرجہ ذیل کتب میں استحباب فرجہ کی تصریح موجود ہے۔

(۱) درمختار فرجہ کی تصریح موجود ہے۔

(۲) قنیہ کا جزئیہ شامیہ فصل تالیف الصلوٰۃ اور عالمگیریہ کتاب الکراہۃ میں مذکور ہے۔

(۳) شامیہ میں علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی پر اعتماد فرمایا ہے۔

(۴) عالمگیریہ میں اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔

(۵) النہرالفائق کی عبارت اوپر طحطاوی کے حوالہ سے گذر چکی ہے۔

(۶) علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہر کے جزئیہ کے خلاف شرح المشکوٰۃ کی روایت اور شرح الحصن کی عبارت ذکر فرمانے کے باوجود نہر کے جزئیہ کو ترجیح دی ہے۔

(۷) حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ حصن حصین کے حاشیہ میں حصن حصین کی شرح الحرز الثمین لعلی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیقات اس قدر کثرت سے لائے ہیں کہ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ الحرز الثمین کو بالاستیعاب نقل فرمایا ہے، مع ہٰذا اس موقع پر الحرز الثمین کی عبارت کی بجائے قنیہ کا جزئیہ ذکر فرمایا ہے، جس میں فرجہ کا استحباب مذکور ہے۔

---

(۱) فصل فی صفة الأذكار،انیس

یہاں کتب فقہ کا استقراء نہیں کیا گیا، ممکن ہے اور بھی کئی کتب میں یہ حکم موجود ہو۔

طحطاوی نے شرح المشکوٰۃ سے جو روایت نقل کی ہے یہ بعینہٖ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ لعلی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ میں مذکور ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں شرح المشکوٰۃ سے مرقاۃ اور شرح الحصن الحصین سے الحرز الثمین مراد ہے، الحرز الثمین دستیاب نہ ہوسکی، اگر واقعۃً اس میں ضم الیدین مذکور ہے تو اس سے ثابت ہوگا کہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے صرف ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں ضم الیدین کا ذکر ہے، علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی تاویل "القرب التام" کر کے اختلاف عبارت کو رفع فرمادیا ہے، بالفرض شرح الحصن کی عبارت کو اس کے ظاہر ہی پر رکھا جائے تو اس سے احناف میں سے صرف ایک فرد کا تفرد ثابت ہوگا، بہر حال شرح الحصن کی عبارت، یا مؤوّل عن الظاہر ہے، یا اس میں تفرد ہے؛ اسی لیے حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ نے حصن حصین کے حاشیہ میں اس کی بجائے قنیہ کا جزئیہ ذکر فرمایا۔

رجوع الی الحدیث:

رجوع الی الحدیث مقلد کا وظیفہ نہیں، مع ہذا برائے تسکین خاطر خام بقدر ضرورت تحریر ہے:

(۱) شرح المشکوٰۃ کی روایت:

اس کا جواب علامہ طحطاوی رحمہ اللہ سے اوپر نقل کیا جاچکا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ جواب محض تاویل ہی نہیں؛ بلکہ متبادر مطلب یہی ہے؛ اس لیے کہ سوال کے لیے ایک ہاتھ پھیلانے اور ایک ہاتھ سے اخذ عطاء معمول ہے، اس کے پیش نظر دعا میں بھی اس کا مظنہ تھا، اس کو رفع کرنے کی غرض سے "جمع بین کفیہ" کے الفاظ لائے گئے، چنانچہ انہی الفاظ کی بنا پر حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کراہت افراد ید کا فتویٰ دیا ہے۔ **کما قدمناہ عن العلاّمة الطحطاوی رحمه الله تعالیٰ عن النهر.**

مرقاۃ کے الفاظ **"کاستطعام المسکین"** (۱) کی شرح عنقریب آرہی ہے۔

(۲) روایة البزار والطبرانی عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ.

آپ نے اس روایت میں **"ففتح إحدی یدیه"** سے استدلال کیا ہے، حالاں کہ یہ الفاظ شرح المشکوٰۃ کی روایت میں تاویل مذکور کی تائید کر رہے ہیں، الفاظ مذکورہ کے معنی یہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کی مہار تھامنے کے لیے ایک ہاتھ بڑھایا اور دوسرا ہاتھ دعا کے لیے بدستور اٹھا رہا، اس سے ثابت ہوا کہ دعا میں اصل یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں، اکتفاء علی الواحد بحالت عذر ہے، لہٰذا "جمع بین کفیہ" میں جمع فی الرفع مراد ہونا ظاہر ہے۔

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات: ۱۵۳۷/٤، دار الفکر، انیس

(۳) **فی روایة الطبرانی عن أنس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه کان حقًا علی اللّٰہ أن یضع فی أیدیهم ماسألوا**، ودیگر احادیث متعلقہ مسح الیدین علی الوجہ بعد الدعاء ونزولِ برکات السماویہ والانوار الالٰہیہ۔

ان احادیث میں ضم الیدین کا کوئی اشارہ نہیں ملتا، وضع فی الید کنایہ ہے اعطاء سے، اسی طرح **رفع الیدین کا استطعام الطعام** اور مسح علی الوجہ سے صرف تمثیل مقصود ہے، امور ذیل پر غور کرنے سے اس حقیقت کے سمجھنے میں مزید سہولت ہوگی۔

(۱) دعا بلا رفع الیدین کی صورت میں بھی یقیناً برکات وانوار عطا ہوتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ صرف ہاتھوں ہی میں دیتے ہیں تو اس حالت میں ظرف ہی موجود نہیں۔

(۲) ہاتھوں کا ظرف ان کی عطا کی بہ نسبت بہت چھوٹا ہے، بالخصوص جس کے ہاتھ بھی چھوٹے ہوں، وہ تو بہت ہی خسارہ میں رہے گا۔

(۳) بوقت دعا ہاتھوں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رہنا چاہیے، اس حالت میں ہتھیلیاں تقریباً سیدھی رہیں گی؛ اس لیے ظرف میں امساک طعام کی صلاحیت بہت کم ہو جائیگی، بالخصوص جب کہ مظروف سیال ہو، **کما زعم الشعرانی رحمه اللّٰہ تعالیٰ**، گویا ظرف کا صرف تلا موجود ہے، دیواریں نہیں۔

(۴) دعا شروع کرنے کے بعد ہاتھوں کا ظرف تو فوراً ہی پر ہو جائے گا؛ اس لیے فوراً ہی منہ پر مل لینا چاہیے، ورنہ ہاتھ بھر جانے کے بعد مظروف گرنے لگے گا؛ بلکہ مظروف سیال ہے تو تھوڑی دیر کے بعد وہ ویسے ہی ہاتھوں سے بہہ جائے گا۔

اپنا ایک قصہ یاد آ گیا، ایک بار مجھے نماز جنازہ پڑھانے کو کہا گیا، میں نے دیکھا کہ میت کی چارپائی پر سے چادر زمین تک لٹکا کر چارپائی کے نیچے کا خلا بند کر دیا گیا ہے، میں نے وجہ دریافت کی تو اس کی حکمت یہ بتائی گئی کہ دعا چارپائی کے نیچے سے نہ نکل جائے۔

ان امور پر توجہ کرنے سے یہ امر خوب واضح ہو گیا کہ رب کریم کی عطاء صرف ہاتھوں کے ساتھ خاص نہیں اور نہ ہی ان کے **ید سحّاء اللّیل والنّهار** اور "**یداه مبسوطتان ینفق کیف یشاء**" کی شان کے یہ لائق ہے کہ وہ صرف سائل کے ہاتھوں کے ظرف کے برابر ہی عطا کریں، لہٰذا رفع الیدین سے مقصد صرف تشبہ بالسائل ہے، نہ کہ عطا کی حفاظت۔

بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ہاتھوں سے عطائی کی حفاظت مقصود ہے تو عطاء کثیر کے؛ یعنی اوراٹھانے کی حالت میں دونوں ہاتھوں کے درمیان لازماً فرجہ رکھنا پڑتا ہے؛ اس لیے کہ عطاء کثیر اگر سیال یا جامد فتیت ہے تو وہ کسی بڑے برتن میں ڈال کر دی جائے گی اور اگر جامد غیر فتیت ہے، مثلاً: بکر، مسلم وغیرہ تو اس کا حجم کافی بڑا ہوگا، دونوں صورتوں

میں ہاتھوں کو کشادہ رکھنا پڑے گا، ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رخ ہونے پر جو اشکال تھا، اس صورت میں وہ بھی ختم ہو جاتا ہے؛ اس لیے کہ بڑے حجم کی چیز کو اٹھاتے وقت ہاتھوں کو چلو نہیں بنایا جاتا؛ بلکہ ہاتھ تختی کی طرح سیدھے رہتے ہیں، یہ سب کچھ آپ کے زعم کے مطابق لکھ دیا ہے، ورنہ حقیقت وہی ہے کہ ہاتھوں سے عطا کی حفاظت مقصود ہی نہیں۔

فرجہ بین الیدین سے متعلق ممکن ہے کہ حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی نظر میں کوئی صریح حدیث ہو، ورنہ کم از کم کسی حدیث سے استنباط تو ضرور کیا ہوگا، ان حضرات کے فیصلے ہوائی تیر نہیں ہوتے۔

حاصل یہ کہ بوقت دعا فرجہ بین الیدین مستحب ہے اور ضم الیدین کی بھی اجازت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غرۂ ربیع الآخر ۱۳۹۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/۵۲-۵۷)

دعا میں ہاتھوں کا رخ آسمان کی طرف رکھنا مستحب ہے:

سوال: دعا مانگتے وقت ہاتھوں کی ہتھیلیاں چہرے کی طرف رکھی جائیں، یا اوپر آسمان کی طرف صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــ باسم ملهم الصّواب

دعا میں ہاتھوں کا رخ آسمان کی طرف رکھنا مستحب ہے۔

قال العلاء رحمه الله تعالیٰ: (فيبسط يديه)حذاء صدره (نحو السماء)؛لأنها قبلة الدّعاء ويكون بينهما فرجة. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ٤٧٤)(۱)**فقط و الله تعالیٰ أعلم**

۱۷/ جمادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۵۷)

دعا کے لیے لائٹ بند کرنا:

سوال: مسجد میں رات کو تاریکی کر کے اجتماعی دعا کرنا کیسا ہے؟ یہ عمل شیعوں کے شام غریباں کے مماثل تو نہیں؟

هو المصوب ــــــــــ

مذکور عمل کی کوئی اصل شرعی نہیں، یہ عمل مہمل ہے اور اس کو لازم سمجھنا غلط ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳/ ۳۳۷)

اعمال کے وسیلہ سے دعا:

سوال: میرے بھائی ایک مشکل میں گرفتار تھے، میں نے خدا سے دعا کی: ''اے اللہ! اگر میں نے یا میرے

---

(۱) کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاة، انیس

بھائی نے زندگی میں کوئی ایسا کام کیا ہو، جو تیری نظر میں پسندیدہ عمل ہو تو اس کے وسیلہ سے میرے بھائی کو اس مشکل سے نکال دے''۔ کیا میرے یہ دعائیہ الفاظ درست ہیں؟ (ثمینہ نسرین، گلبرگہ)

الجواب ـــــــــــــــــــ

دعا میں اعمال صالحہ کا وسیلہ لینا بالاتفاق درست ہے،(۱) یہاں تک کہ جو علما وسیلہ کی بعض صورتوں کے قائل نہیں ہیں، وہ بھی اس کو درست قرار دیتے ہیں؛ اس لیے آپ کے کلمات دعا درست ہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/۹۴)

ہدایت اور اللہ کی رضا کی دعا:

سوال: میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے ہدایت سے نواز دے، میرا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے سو فیصد راضی ہو جائیں، اور میرے ذمے جو فرائض اور حقوق ہیں، ان کی ادائیگی کر سکوں، کیا یہ دعا مانگنا صحیح ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

بس یہ دعا کافی ہے کہ یا اللہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرامؓ اور بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور مجھ سے جو کوتاہیاں اور لغزشیں ہوں، انہیں محض اپنے فضل اور احسان سے معاف فرما، اپنے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۵۱۷)

درازیٔ عمر کی دعا:

سوال: کسی بزرگ نے مجھے دعا دی کہ ''اللہ پاک تیری عمر دراز کرے'' تو کیا اللہ پاک میری عمر کو بڑھا دیگا ، کیوں کہ سنا ہے کہ اللہ نے ہر انسان کی عمر لکھ دی ہے، اس کے اندر کمی بیشی نہیں کر سکتا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

حقیقۃً اگرچہ عمر میں درازی نہ ہو؛ لیکن عمر میں دین کا کام زیادہ لینا یہ بھی برکت ہے، جو کہ ایک قسم کی درزیٔ عمر ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۷)

---

(۱) احادیث میں وسیلہ کے ذریعہ دعا کرنے اور بارگاہ ایزدی میں اس دعا کے قبول ہونے کی صراحت موجود ہے، دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۹۷۴، عن ابن عمر، باب إجابة دعاء من برّ والدیه . محشی

(۲) وذلک فیما رواه ابن سعد بإسنا د صحیح عنه عن أنس رضی اللّٰه تعالٰی عنه: قال "أللّٰهم أکثر ماله وولده، وأطل عمره، واغفر ذنبه". (فتح الباری، کتاب الصوم، باب من زار قومًا فلم یفطر عندهم: ٤/٢٨٦، قدیمی) (ح: ١٩٨٢، انیس)

عن أنس رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قالت أم سلیم وهی أم أنس خُوَیْدِمُکَ ألا تدعو له؟ فقال: أللّٰهم أکثر ماله وولده، وأطل حیاته، واغفر له". (فتح الباری، کتاب الدعوات، باب دعوة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لخادمه بطول العمر و بکثرة ماله: ١١/١٤٥، قدیمی) (ح: ٦٢٤٤، انیس)

==

تریسٹھ سال عمر ہونے کی دعا کرنا:

سوال: اگر کوئی شخص اتباع سنت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریفہ کی دعا کرے کہ مجھے بھی ۶۳ ر سال کی عمر ملے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجو اب ______________ حامداً و مصلیاً

اگر کسی شخص میں اتباع سنت کا داعیہ قوی ہے کہ اخلاق، اعمال، اقوال، وضع قطع، معاشرت، رہائش، عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، صدقہ، جہاد وغیرہ غرض جملہ امور میں اتباع کامل کرتا ہے اور کوئی چیز خلاف سنت اختیار نہیں کرتا اور جذبۂ اتباع کے ماتحت یہ دعا بھی کرتا ہے تو شرعاً مذموم نہیں؛ بلکہ ان شاء اللہ وہ اجر کا مستحق ہے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳۸۶/۱/۲ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، ۱۳۸۶/۱/۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۷۔۱۸)

== "(قولہ أطال اللّٰہ بقائہ): أی وجودہ، والمراد الدعاء بالبرکة فی عمرہ لأن الأجل محتوم، وذکر طعن الشرعة و شرحها ما یفید کراهة الدعاء بذلک، أقول: یرد علیه أنه علیه الصلاة والسلام دعا لخادمه أنس رضی اللّٰه تعالٰی عنه بدعوات منها: "وأطال عمره" ومذهب أهل السنة أن الدعاء ینفع وإن کان کل شیء بقدر". (رد المحتار، مقدمة المؤلف: ۳۲/۱، سعید)

(والحدیث رواه ابن أبی شیبة فی مصنفه، عامر بن عبد قیس (ح: ۳۵۱۱۱) / ابن ماجة فی سننه، باب فی المکثرین (ح: ۴۱۳۳) / وأبی یعلی الموصلی فی مسنده، أبو عمران الجونی عن أنس (ح: ۴۲۳۶) انیس)

(۱) عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "من تمسک بسنتی عند فساد أمتی، فله أجر مائة شهید". (مشکاة المصابیح، باب الاعتصام بالکتابه والسنة، الفصل الثانی: ۳۰، قدیمی)

(کتاب الإیمان، رقم الحدیث: ۱۷۶) / المعجم الأوسط، من اسمه محمد (ح: ۵۴۱۴) / الإبانة الکبریٰ لابن بطة، باب ما أمر من التمسک بالسنة والجماعة (ح: ۲۱۲) / أمالی ابن بشران: ۲۱۸، دار القطن الریاض، انیس)

ومنها الدعاء فإنی یفتح باباً عظیماً من المحاضرة ویجعل الإنقیاد التام والاحتیاج إلی رب العالمین فی جمیع الحالات بین عینیه وهو قوله صلی اللّٰه علیه وسلم: "الدعاء مخ العبادة"، وهو شبح توجه النفس إلی المبدأ بصفة الطلب الذی هو السر فی جلب الشیء المدعو إلیه. (حجة اللّٰه البالغة، باب اسرار أنواع البر: ۱۴۳/۱، دار الجیل، انیس)

الدعاء عبادة وله أثر بالغ وفائدة عظیمة ولولا ذلک لم یأمرنا الحق عزوجل بالدعاء ولم یرغب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فیه فکم رفعت محنة بالدعاء وکم من مصیبة أو کارثة کشفها اللّٰه بالدعاء ... وکان من جملة أسباب النصر فی بدر دعاء النبی صلی اللّٰه علیه وسلمو الدعاء سبب أکید لغفران المعاصی ولرفع الدرجات ولجلب الخیر ودفع الشر، ... وذهب جمهور الفقهاء إلی جواز کل دعاء دنیوی وأخروی ولکن الدعاء بالمأثور أفضل من غیره. (الموسوعة الفقهیة الکویتیة: ۲۵۹/۲۰ـ۲۶۲، دار السلاسل، انیس)

ناجائز دعا کرنا منع ہے، دعا کی حد کیا ہے:

سوال: دعا کی حد کیا ہے؟ خطباتِ موعظہ ماہ ربیع الاول کے پہلے خطبہ میں ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا سے منع فرمایا ہے اور اس کی حد ہونا چاہیے کر کے لکھا ہے، اس کی کیا حد ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جس چیز کا آدمی کا حق نہ ہو، اس کی دعا مانگنا حد سے بڑھنا ہے، ناجائز کی دعا مانگنا منع ہے،(۱) یہ مطلب نہیں کہ زیادہ دیر تک دعاء مانگنا منع ہے؛ بلکہ جب تک دل لگے، دعا کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور دل کو متوجہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔(۲)

شب و روز کی زندگی کے مختلف احوال میں بہت دعائیں ثابت ہیں۔(۳) واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ: ۱۵/۵-۲۱۶)

---

(۱) قال اللّٰہ عزوجل: ﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً،إِنَّهُ لَايُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ﴾(سورة الأعراف: ٥٥)

"عن أبی نعامة أن عبد اللّٰہ بن مغفل رضی اللّٰہ عنه سمع ابنه یقول: اللّٰھم إنی أسئلک القصر الأبیض عن یمین الجنة إذا دخلتھا قال: أی بنی! سل اللّٰہ الجنة وتعوذ به من النار، فانی سمعتُ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم یقول: "إنه فی هذه الأمة قوم یعتدون فی الطهور والدعاء". (سنن أبی داؤد، کتاب الطھارة، باب الإسراف فی الوضوء: ١/ ١٤، إمدادیة، ملتان)

ویحرم سؤال العافیة مدی الدھر، أو خیر الدین ودفع شرھما، أو مستحیلات العادیة کنزول المائدة، قیل: والشرعیة". (الدر المختار)

"(قوله: ویحرم سؤال العافیة إلخ) فقال الثانی: من المحرم أن یسأل المستحیلات العادیة، و لیس نبیاً ولا ولیاً فی الحال، کسؤال الاستغناء عن التنفس فی الھواء لیأمن الاختناق، أو العافیة من المرض أبد الدھر لینفع بقواہ وحواسه أبداً؛ إذ دلت العادة علی استحالة ذلک". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فی الدعاء بغیر العربیة: ١/ ٥٢٢، سعید)

(۲) عن أبی ھریرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "ادعوا اللّٰہ وأنتم مؤقنون بالإجابة، واعلموا أن اللّٰہ لایستجیب دعاءً من قلب غافل لاہ. (جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمة بعد ماجاء جامع الدعوات: ٢/ ١٨٦، سعید)

"إعلم أن مقصود الدعاء ھو حضور القلب کما سبق بیانه، والدلائل علیه أکثر من أن تحضر، والعلم به أوضح من أن یذکر". (کتاب الأذکار للنووی رحمه اللّٰہ تعالیٰ، باب الحث علی حضور القلب فی الدعاء: ٤٩٢، دار البیان، بیروت)

(۳) تفصیل کے لیے دیکھئے! عمل الیوم واللیلة لابن السنی رحمه اللّٰہ تعالیٰ / وکتاب الأذکار للنووی رحمه اللّٰہ تعالیٰ، أبواب الدعوات للترمذی رحمه اللّٰہ من جامعه، کتاب الدعوات للبخاری من صحیحه.

نماز پنجگانہ کے بعد مردوں کے لیے دعائے مغفرت کا خاص طریقہ:

سوال: نماز پنجگانہ، جمعہ وعیدین سے فارغ ہوکر مسجد ومصلی میں قیاماً اجتماعی شکل ''السلام علیکم یاأهل القبور'' یا ''السلام علیکم دار القوم المؤمنین'' پڑھ کر دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے، حالاں کہ بعض جگہ مقبرہ مسجد سے ایک فرلانگ پر ہوتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ طریقہ ثابت نہیں، اس کو ترک کیا جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۰۹/۵)

دعائے سریانی:

سوال: دعائے سریانی ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

کسی صحیح حدیث یا غیر صحیح میں دعائے سریانی نظر سے نہیں گزری، اردو کی بعض کتابوں میں دیکھی ہے، جن میں کوئی حوالہ نہیں، نہ مصنف کا کچھ حال معلوم ہوا؛ اس لیے وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۲۵/۵)

''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ'' کی دعا کا اثر:

سوال: ایک شخص صوم وصلاۃ کا پابند ہے اور ہر نماز میں ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ'' کی دعا بڑے خلوص سے مانگتا ہے، مگر اس کے عقیدے درست نہیں ہوتے؛ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر وناظر سمجھتا ہے، قبور پر سجدہ ریز ہوتا ہے، عرس، میلے، قوالی اور دیگر خرافات نذر ونیاز اولیاء کا قائل ہے تو اس کے لیے ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ'' کب قبول ہوگی، یا پھر وہ جو کچھ کرتا ہے، وہی صراط مستقیم ہے؟

(۱) ''عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: ''من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد'' متفق عليه. (مشكاة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب و السنة: ۲۷، قديمي)

قال الطيبي رحمه الله تعالیٰ: من أصر علیٰ أمر مندوب، وجعله عزمًا، ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أمر علیٰ بدعة أو منكر'' (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوٰة، باب الدعاء في التشهد (رقم الحديث: ۹۴۲) : ۳۱/۳، رشيدية)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

قبول دعا کے کچھ شرائط بھی ہیں: کھانا حلال، پینا حلال، لباس حلال، کسب حلال نہ ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی۔

ہدایت کے بھی درجات ہیں: نماز کی پابندی نصیب ہونا، یہ بھی صراط مستقیم کی ہدایت ہے اور قبول دعا کا اثر ہے، کسی غیر مطلوب چیز کا ملنا، یا مضر چیز کا دفع ہونا بھی دعا کے قبول کا اثر ہوتا ہے، کبھی دیر بعد مطلوب کا ملنا بھی اثر ہوتا ہے۔

الغرض!

کسی چیز پر قائم رہنا صراط مستقیم کی ہدایت، یا قبول دعا کا اثر نہیں ہے، ورنہ جس قدر معاصی اور فحش کاری میں مبتلا رہنے والے ہیں، وہ سب بھی اپنی اختیار کردہ زندگی ہی کو صراط مستقیم قرار دیں گے۔(۱) (فتاویٰ محمودیہ: ۲۳/۵-۲۴)

(۱) عن جابر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: "مامن أحد یدعو بدعاء إلا آتاه اللّٰه ما سأل أو کف عنه من السوء مثله، ما لم یدع بإثم أو قطیعة رحم". (جامع الترمذی، أبواب الدعاء، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة: ۲/ ۷۵، سعید) (رقم الحدیث: ۳۳۸۱، انیس)

قال: ومن شرائط الدعاء أن یکون مطعمه حلالاً. وکان یحیی بن معاذ الرازی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه یقول: کیف أدعوک وأنا عاص؟ وکیف لا أدعوک وأنت کریم؟... وقال الإمام أبو حامد الغزالی فی الإحیاء: آداب الدعاء عشرة: الأول: أن یترصد الأزمان الشریفة کیوم عرفة وشهر رمضان ویوم الجمعة والثلث الأخیر من اللیل ووقت الأسحار. الثانی: أن یغتنم الأحوال الشریفة کحالة السجود والتقاء الجیوش ونزول الغیث وإقامة الصلاة وبعدها. قلت: وحالة رقة القلب. الثالث: استقبال القبلة ورفع الیدین ویمسح بهما وجهه فی آخره. الرابع: خفض الصوت بین المخافة والجهر. الخامس: ألا یتکلف السجع وقد فسر به الأعتداء فی الدعاء، والأولیٰ أن یقتصر علی الدعوات المأثورة، فما کل أحد یحسن الدعاء. فیخاف علیه الاعتداء... السادس: التضرع والخشوع والرهبة... السابع: أن یجزم بالطلب ویوقن بالإجابة ویصدق رجاءه فیها ودلائلة کثیرة مشهورة... الثامن: أن یلح فی الدعاء ویکرره ثلاثاً ولا یستبطئ الإجابة. التاسع: أن یفتتح الدعاء بذکر اللّٰه... العاشر: وهو أهمها والأصل فی الإجابة وهو التوبة ورد المظالم، والإقبال علی اللّٰه تعالیٰ.

(فصل) قال الغزالی: فإن قیل: فما فائدة الدعاء مع أن القضاء لا مردّ له؟ فاعلم أن من جملة القضاء رد البلاء بالدعاء، فالدعاء سبب لرد البلاء ووجود الرحمة، کما أن الترس سبب لدفع السلاح، والماء سبب لخروج النبات من الأرض، فکما أن الترس یدفع السهم فیتدافعان، فکذالک الدعاء والبلاء، ولیس من شرط الاعتراف بالقضاء ألا یحمل السلاح، وقد قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلْیَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ﴾. (النساء: ۱۰۲) فقدر اللّٰه تعالیٰ الأمر وقدر سببه. وفیه من الفوائد ماذکرناه، وهو حضور القلب والافتقار، وهما نهایة العبادة والمعرفة واللّٰه عز وجل أعلم". (کتاب الأذکار للنووی، جامع الدعوات، باب فی آداب الدعاء، ص: ۴۸۹-۴۹۰، دار البیان، بیروت)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے! إحیاء علوم الدین للغزالی رحمه اللّٰه تعالیٰ، (کتاب الأذکار والدعوات، آداب الدعاء وهی عشرة، ص: ۳۸۹-۳۹۳)

انبیا علیہم السلام کی دعاؤں کی تاثیر:

سوال: دعا انبیاء کرام کی تاثیر کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس بارے میں روایات مختلفہ وارد ہیں کہ واجب ہے، یا نہیں کہ انبیاءِ کرام کی دعا ضرور قبول کی جائے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ واجب ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ واجب نہیں، والد ماجد مرحوم (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) کے حضور میں اس بارے میں بہت گفتگو ہوئیں اور آخر میں ثابت ہوا کہ نبی کی دعا جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو، یا اللہ تعالیٰ کے الہام سے ہو، یا اس دعا کے لیے منشاء نبی کی نفس نبوت ہو تو ان صورتوں میں ضروری ہے کہ دعا قبول ہو، اگر چہ اس بارے میں زیادہ دعا کی جائے، ایسا ہی کتب سیر سے ثابت ہے اور اسی توجیہ سے روایات مختلفہ میں تطبیق ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ عزیزی:۴۹۵)

دعا کے بعد سینے پر پھونک مارنا:

سوال: جب لوگ دعا مانگ لیتے ہیں تو بعض لوگ اپنے سینے میں پھونک مارتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

کوئی وظیفہ پڑھ کر پھونکتے ہوں گے اور یہ جائز ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۵۰۴/۳)

---

(۱) عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم :"كان إذا اشتكى يقرأ فى نفسه بالمعوذات وينفث فلما اشتد وجعه كنت أقرأ عليه وامسح عليه بيده رجاء بركتها.(سنن أبى داؤد: ۱۸۹/۲، باب كيف الرقى،رقم الحديث: ۳۹۰۲)(كتاب الطب)/مسند الإمام أحمد،مسند عائشة الصديقة (ح: ۲٤۷۲۸)/ صحيح البخارى،باب مرض النبى صلى الله عليه وسلم ووفاته (ح: ٤٤۳۹)/صحيح ابن حبان، ذكر قراءة عائشة المعوذتين على المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم (ح: ٦٥۹۰)انيس)

عن عثمان بن أبى العاص الثقفى قال: قدمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وبى وجع قد كاد يبطلنى فقال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم :اجعل يدک اليمنى عليه ثم قل:"بسم الله أعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما أجد" سبع مرات ، ففعلت ذلک ، فشفانى الله.(مصنف ابن أبى شيبة،فى المريض ما يرقى به وما يعوذ به (ح:۲۳٥۸۳)/موطأ الإمام مالک،ت:عبدالباقى،باب التعوذ والرقية من المرض (ح:۹)/موطأالإمام محمد، باب الرقى (ح: ۸۷۸)/مسند الإمام أحمد،حديث عثمان بن أبى العاص الثقفى (ح: ۱٦۲٦۸)/سنن أبى داؤد،باب الرقى (ح: ۳۸۹۱)انيس)

عن عائشة أن النبى صلى الله عليه وسلم كان ينفث فى الرقية.(مصنف ابن أبى شيبة،من رخص فى النفث فى الرقية (ح: ۲۳٥٦٤)انيس)

رسالة استحباب الدعوات عقيب الصلوات

السوال: بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم. ونحمده ونصلى علىٰ رسوله الكريم وبعد!

فهٰذا بعض من أجزاء كتاب مسلك السادات إلىٰ سبيل الدعوات الذى ألفه الفاضل الشيخ محمد على بن المرحوم الشيخ حسين مفتى المالكية بمكة الحمية سابقًا فى تحقيق أحكام الدعاء عمومًا واستحبابه أثر الصلوات للفذ ولأئمة المساجد والجماعات خصوصًا فى عام الألف والثلاث مائة والاحدى والعشرين من الهجرة كما صرح فى آخر الكتاب.

لخصتها منه سدًا لنكير بعض المتهورين وحكمهم بالبدعة عليه ولقبتها باستحباب الدعوات عقيب الصلوات نفع اللّٰه تعالىٰ بها المسلمين وجعلها لى ذخرًا ليوم الدين.

وأنا أشرف على التهانوى عفى عنه وحررتها فى أوائل رجب الأصم ١٣٥٤ھ من الهجرة النبوية علىٰ صاحبها ألف ألف سلام وتحية.

دعاونیاز بعدانواع نماز:

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم. الحمد للّٰه وكفىٰ وسلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ أما بعد.

یہ رسالہ ترجمہ ہے۔ رسالة "استحباب الدعوات عقيب الصلوات" کا جس کو بقية السلف حجة الخلف آية من آيات اللّٰه من الذين اذا رؤوا ذكر اللّٰه مجدد الملة حكيم الأمة سيدى وسندى كهفى ومعتمدى حضرة مولانا أشرف على التهانوى متعنا اللّٰه تعالىٰ سائر المسلمين بطول بقائه بالخير نے مفتی مالکیہ علامہ شیخ محمد علی مکی کے رسالہ "مسلك السادات" سے انتخاب وتلخیص کر کے تالیف فرمایا ہے، مکرمی مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے حسب ایماء حضرت والا اس کا اردو ترجمہ نفع عوام کے لیے لکھ دیا۔

ترجمہ میں بغرض سہولت عوام تحت اللفظ کی رعایت چھوڑ کر خلاصہ مطلب لیا گیا ہے، حق تعالیٰ اس کو بھی مسلمانوں کے لیے مفید اور سب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنادے۔ واللّٰه ولى التوفيق وهو حسبى ونعم الوكيل

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم. نحمده ونصلى علىٰ رسوله الكريم

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ یہ رسالہ "كتاب مسلك السادات إلىٰ سبيل الدعوات" کا خلاصہ ہے، جس کو علامہ فاضل شیخ محمد علی بن شیخ حسین مرحوم مفتی مالکیہ مقیم مکہ مکرمہ نے ۱۳۲۱ھ میں تالیف فرمایا ہے اور اس میں عموماً احکام دعا کی تحقیق اور بالخصوص دعا کا مستحب ہونا ہر منفرد اور امام اور جماعت کے لیے (احادیث معتبرہ اور مذاہب اربعہ کی روایات فقہیہ سے) ثابت فرمایا ہے۔

میں نے اس رسالہ کا خلاصہ لکھ دیا؛ تا کہ ان بے باک لوگوں کی زبان بند ہو جو دعا بعد نماز پر بدعت ہونے کا حکم کرتے ہیں اور اس تلخیص کا نام "استحباب الدعوات عقيب الصلوات" رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے نفع دے اور میرے لیے اس کو روز قیامت کے واسطے ذخیرہ بنادے اور میرا نام اشرف علی تھانوی ہے، اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمادے اور میں نے یہ رسالہ اوائل رجب ۱۳۵۴ھ میں تحریر کیا ہے۔

وصلى اللّٰه تعالىٰ علىٰ سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين ألف ألف سلام وتحية.

الجزء الأول: روى الحافظ أبوبكر أحمد بن اسحاق المعروف بابن السنى فى كتابه عمل اليوم والليلة: حدثنا أحمد بن الحسن حدثنا أبو اسحاق يعقوب بن خالد بن يزيد البالسى حدثنا عبد العزيز بن عبد الرحمن القرشى عن خصيف عن أنس رضى اللّٰه عنه أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "ما من عبد يبسط كفيه فى دبر كل صلاة يقول: اللّٰهم إلٰهى وإلٰه ابراهيم وإسحاق ويعقوب وإلٰه جبرئيل وميكائيل وإسرافيل أسألك أن تستجيب دعوتى فإنى مضطر وتعصمنى فى دينى فانى مبتلى وتنالنى برحمتك فإنى مذنب وتنفى عنى الفقير فإنى متمسكن إلا كان حقًا على اللّٰه أن لا يرد يديه خائبتين.

وفى إسناده عبد العزيز بن عبد الرحمن، فيه مقال وصرح فى ميزان الاعتدال وغيره بأنه حديث ضعيف؛ لكنه يعمل به فى الفضائل كما عرفت. ويقويه ما أخرجه الحافظ أبوبكر بن أبى شيبة فى مصنفه عن الأسود العامرى عن أبيه قال: صليت مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا. (الحديث)

ولا يخفٰى أن أئمة الحديث ذكروا أن رواية الضعيف مع الضعيف توجب الارتفاع من درجة السقوط إلٰى درجة الاعتبار.

پہلا جز (امام نسائی کے شاگرد) ابن سنی نے اپنی کتاب "عمل اليوم والليله" میں اسناد مندرجہ متن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب کوئی اللہ کا بندہ ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلا کر یہ دعا مانگتا ہے، تو حق تعالیٰ اپنے ذمہ لازم کر لیتے ہیں کہ اس کے ہاتھوں کو محروم کر کے نہ لوٹائیں (بلکہ اس کی دعا قبول فرماتے ہیں اور ترجمہ دعا کا یہ ہے:)

"یا اللہ میرے معبود اور حضرت ابراہیم واسحٰق ویعقوب کے معبود اور جبرئیل ومیکائیل واسرافیل کے معبود! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری دعا قبول فرما، اس لیے کہ میں مضطر (مجبور) ہوں اور دین کے معاملہ میں میری حفاظت فرما، کیوں کہ مبتلاء معاصی ہوں اور مجھے اپنی رحمت کے اندر لے لیجئے، کیوں کہ میں گنا ہگار ہوں اور مجھ سے فقر ومحتاجی کو دور کر دیجئے، کیوں کہ میں مسکین ہوں"۔

اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بھی ہیں، جن کے بارہ میں علما کو کلام (اختلاف) ہے اور میزان الاعتدال وغیرہ میں اس کی تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے؛ لیکن فضائل اعمال میں اس پر عمل کیا جاوے گا، جیسا کہ ہر اہل علم جانتا ہے اور اس حدیث کی تقویت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں بروایت اسود عامری عن ابیہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ "میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، جب آپ نے سلام پھیرا تو جانب قبلہ سے ہٹ کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی" (آگے دعا وہی ذکر کی ہے جو اوپر والی حدیث میں گزری)

اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ائمۂ حدیث نے ذکر فرمایا ہے کہ ایک ضعیف روایت کے ساتھ جب دوسری ضعیف روایت (اس کی موید) مل جاتی ہے تو وہ ساقط وغیر معتبر ہونے کے درجہ سے ترقی کر کے درجہ اعتبار واعتماد پر پہنچ جاتی ہے۔

وقال الحافظ السيوطى فى فض الوعاء فى أحاديث رفع اليدين فى الدعاء: أخرج ابن أبى شيبة قال: حدثنا محمد يحيٰى الأسلمى (هكذا فى الأصل) قال: رأيت عبد اللّٰه بن الزبير ورأى رجلا رافعًا يديه يدعو قبل أن يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال له: إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته، رجاله ثقات، آه.

أفاده العلامة السيد محمد بن عبد الرحمن بن سليمان بن يحيٰى بن عمر بن مقبول الأهدل الزبيدى رحمه اللّٰه تعالىٰ.

وفى المعيار: أخرج عبد الرزاق عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أى الدعاء أسمع؛ أى أقرب إلى الاجابة ؟ قال: شطر الليل الأخير وأدبار المكتوبة ، وصححه عبد الحق وابن القطان.

وذكر الإمام المحدث أبو الربيع فى كتاب مصباح الظلام عن النبى عليه الصلاة والسلام أنه قال: من كانت له إلى اللّٰه حاجة فليسألها دبر صلاة مكتوبة، آه.

الجزء الثانى : وروى ابن السنى أيضًا عن أبى أمامة ما دنوت من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى دبر صلاة مكتوبة ولا تطوع إلا سمعته يقول: "أللّٰهم اغفرلى ذنوبى وخطاياى كلها اللّٰهم أغثنى واجبرنى و اهدنى لصالح الأعمال والأخلاق إنه لايهدى لصالحها ولايصرف سيئها إلا أنت".

اورحافظ (جلال الدین) سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "فض الوعاء فى أحاديث رفع اليدين فى الدعاء" میں بحوالہ ابن ابی شیبہ محمد یحییٰ اسلمی سے نقل کیا ہے کہ "میں نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر کو اس طرح دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا، تو اس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز سے فارغ نہ ہوجاتے تھے، دعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھاتے" اور سب راوی اس روایت کے ثقہ ہیں، اھ۔

یہ تحقیق علامہ سید محمد بن عبدالرحمٰن بن سلیمان بن یحییٰ بن عمر بن مقبول اہدل زبیدی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے۔

اور کتاب المعیار میں ہے کہ (امام حدیث) عبدالرزاق نے یہ روایت نقل کی ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ (یعنی زیادہ قبولیت کے قریب ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "آخری نصف رات کے وقت اور فرض نمازوں کے بعد"۔ اس حدیث کو محدث عبدالحق اور ابن قطان نے صحیح کہا ہے اور امام محدث ابوالربیع نے اپنی کتاب مصباح الظلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ "جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت مانگنا ہو، تو نماز فرض کے بعد مانگے" اھ۔

جزءدوم: امام ابن سنیؒ نے حضرت ابوامامہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں جب کبھی نماز فرض یا نفل کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا تو ہمیشہ یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ "اے اللہ! میرے سب گناہ اور خطائیں معاف فرمادیجئے، اے اللہ! میری مدد کیجئے اور میرا جبر نقصان کردیجئے اور مجھے عمدہ اخلاق واعمال کی طرف ہدایت فرمائیے، کیوں کہ اچھے اعمال واخلاق کی طرف آپ کے سوا کوئی ہدایت نہیں کرسکتا اور نہ برے اعمال واخلاق سے آپ کے سوا کوئی ہٹا سکتا ہے"۔

وروى النسائى وغيره: "اللّٰهم أصلح لى دينى الذى جعلته لى عصمة وأصلح لى دنياى التى جعلت فيها معاشى أعوذ برضاك من سخطك وأعوذ بعفوك من نقمتك وأعوذ بك منك لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولاينفع ذا الجد منك الجد".

وأبو داؤد: إذا انصرفت من المغرب فقل: "اللّٰهم أجرنى من النار" سبع مرات، إذا قلت ذلك ثم مت من ليلتك كتب لك جوازمنها وإذا صليت الصبح فقل: كذلك، إن مت من يومك كتب لك جوازمنها.

ف: قال الجامع: وحديث النسائى أخرجه فى كتاب الصلوٰة باب نوع اٰخرمن الدعاء عند الإنصراف من الصلاة وتمامه: عن عطاء بن مروان عن أبيه أن كعبًا حلف له باللّٰه الذى فلق البحر لموسٰى إنا لنجد فى التوارة أن داؤد نبى اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان إذا انصرف من صلاته قال: "اللّٰهم أصلح لى دينى الذى جعلته لى عصمة وأصلح لى دنياى التى جعلت فيها معاشى".

"اللّٰهم انى أعوذ برضاك من سخطك وأعوذ بعفوك من نقمتك وأعوذ بك منك لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولاينفع ذا الجد منك الجد".

قال: وحدثنى كعب أن صهيبًا حدثه أن محمدًا صلى اللّٰه عليه وسلم كان يقولهن عند انصرافه من صلاته.

قال الجامع: وأخرج الحاكم فى باب الدعاء بعد الصلوٰة عن معاذ بن جبل أنه قال: إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أخذ بيدى يومًا ثم قال: "يا معاذ! واللّٰه إنى لأحبك". فقال معاذ: بأبى أنت وأمى يا رسول اللّٰه (صلى اللّٰه عليه وسلم) وأنا واللّٰه أحبك.

اورامام نسائی (اصل رسالہ میں چونکہ نسائی کی حدیث ناتمام لکھی تھی، جس کو تلخیص میں بعنوان فائدہ مکمل لکھا گیا ہے؛ اس لیے ترجمہ میں مکمل حدیث کا ترجمہ لے لیا گیا ہے، پھر اصل رسالہ میں جس قدر جز ولیا گیا ہے، اس کے ترجمہ کی حاجت نہ رہی۔منہ) نے حضرت کعب (احبار) سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "قسم ہے اللہ کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا کو شق کر دیا تھا، کہ ہم تورات میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ نبی اللہ حضرت داؤد علیہ السلام جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تھے، تو یہ دعا کرتے تھے "اے اللہ! میرے دین کو درست فرما دے، جس کو آپ نے میرے لیے پناہ بنایا ہے اور میری دنیا کو درست کر دیجئے، جس میں آپ نے میرا گزارہ کیا ہے، یا اللہ میں آپ کے غصہ سے آپ کی رضا کے ساتھ پناہ لیتا ہوں اور آپ کے عذاب سے آپ کی معافی کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں اور میں آپ سے آپ ہی کے ساتھ پناہ لیتا ہوں جو کچھ آپ عطا فرماویں اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جو آپ روکیں اس کو کوئی عطا کرنے والا نہیں اور آپ کے مقابلہ میں کسی کوشش کرنے والے کی کوشش نہیں چلتی"۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت کعب نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز ختم کرنے کے بعد یہ دعا فرمایا کرتے تھے اور تلخیص رسالہ میں بضمن فائدہ مستدرک حاکم باب الدعاء بعد الصلوٰۃ سے اس روایت کا بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے معاذ خدا کی قسم میں تم سے محبت رکھتا ہوں، معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پر قربان، خدا کی قسم میں بھی آپ سے محبت رکھتا ہوں۔

فقال: "أوصيک يا معاذ لاتدعن فی دبر کل صلاة أن تقول "اللّٰهم أعنّی علٰی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک". قال: وأوصٰی بذلک معاذ الصنابحی وأوصٰی الصنابحی أبا عبد الرحمٰن الحبلی وأوصٰی أبوعبد الرحمن عقبة بن مسلم هذا حديث صحيح علٰی شرط الشيخين ولم يخرجاه. (وقال الذهبی فی التلخيص علٰی شرطهما)(مستدرک: ۲۷۳/۱)

الجزء الثالث: اعلم أنه لا خلاف بأن المذاهب الأربعة فی ندب الدعاء سرًا للإمام وأجاز المالكية والشافعية جهر الإمام به لتعليم المأمومين أوتأمينهم علٰی دعائه.

فأما نصوص المالكية ففی المعيار: قال ابن عرفة: مضی عمل من يقتدی به فی العلم والدين من الأئمة علی الدعاء بأثر لذكر الوارد أثر تمام الصلٰوة وما سمعت من ينكره إلا جاهل غير مقتدی به ورحم اللّٰه بعض الأندلسيين فإنه لما انتهٰی إليه ذلک ألف جزء ردًا علٰی منكره، آه.

وفی نوازل الصلاة منه أيضًا: من الأمور التی هی كالمعلوم بالضرورة استمرار عمل الأئمة فی جميع الأقطار علی الدعاء أدبار الصلوات فی مساجد الجماعات واستصحاب الحال حجة واجتماع الناس عليه فی المشارق والمغارب منذ الأزمنة المتقادمة من غير نكير إلٰی هذه المدة من الأدلة علٰی جوازه واستحسان الأخذ به وتأكده عند علماء الملة، آه باختصار.

پھر فرمایا: اے معاذ! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد اس دعا کو کبھی نہ چھوڑنا"۔ (دعا یہ ہے) "یااللہ اپنے ذکر اور شکر اور اچھی طرح عبادت کرنے پر میری مدد فرما"۔ راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت معاذؓ نے یہی وصیت صنابحی کو فرمائی اور صنابحی نے ابوعبدالرحمٰن کو اور ابوعبدالرحمٰن نے عقبہ بن مسلم کو، حاکم نے اس حدیث کو علی شرط البخاری ومسلم صحیح کہا ہے اور علامہ ذہبی نے بھی تلخیص میں اس کو تسلیم کیا ہے (تمت الفائدۃ) اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم مغرب کی نماز سے فارغ ہو تو سات مرتبہ یہ دعا پڑھو، یااللہ مجھے آگ سے نجات دیجئے" اگر تم نے یہ دعا پڑھ لی اور پھر اسی رات میں تمہیں موت آگئی، تو تمہارے لیے جہنم کی آگ سے نجات لکھ دی جاوے گی اور جب صبح کی نماز پڑھ چکو، جب بھی یہی دعا اسی طرح پڑھو اگر اس دن میں تمہیں موت آگئی، تو تمہارے لیے جہنم سے نجات لکھ دی جاوے گی۔

تیسرا جزء: خوب سمجھ لیجئے کہ مذاہب اربعہ (یعنی حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ) میں اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ (نماز کے بعد) آہستہ دعا مانگنا امام اور منفرد کے لیے مستحب ہے اور مالکیہ اور شافعیہ امام کے لیے اس کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ دعا جہرا پڑھے؛ تاکہ مقتدیوں کو تعلیم ہو، یا وہ اس کی دعا پر آمین کہہ سکیں، مالکیہ کی روایات فقہیہ اس بارہ میں یہ ہیں، معیار میں ہے کہ ابن عرفہ نے کہا ہے کہ علم اور دین میں جن ائمہ کی اقتدا کی جاتی ہے ان کا عمل اس پر رہا ہے کہ نماز ختم کرنے کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھتے تھے اور میں نے کسی کو نہیں سنا جو اس سے انکار کرتا ہو بجز اس جاہل کے جس کا اتباع نہیں کیا جاسکتا اور اللہ تعالیٰ رحم فرمائے بعض علمائے اندلس پر کہ جب انہوں نے یہ سنا کہ بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں تو ایک رسالہ اس کی تردید میں تصنیف فرمایا، اھ۔

اور (کتاب معیار کے) نوازل الصلوٰۃ میں مرقوم ہے: ان امور میں سے جن کا ثبوت مثل ضروریات وبدیہات کے ہے تمام اطراف دنیا میں ائمہ کرام کا یہ عمل بھی ہے کہ نمازوں کے بعد مساجد اور جماعات میں دعا مانگتے تھے اور استصحاب حال ایک حجۃ شرعیہ ہے اور مشرق ومغرب میں تمام مسلمانوں کا اس پر قدیم زمانہ سے مجتمع اور متفق ہوجانا اور کسی کا انکار نہ کرنا اس عمل کے جائز اور اس کو اختیار کرنے کے مستحب ومستحسن ہونے اور علماء مذہب کے نزدیک اس کے موکد ہونے کے دلائل میں سے ہے، انتہا باختصار

وقال القاضی محمد بن العربی: والدعاء بعد المکتوبة أفضل من الدعاء بعد النافلة.

وفی الإکمال: ذکرعبد الحق قبول الدعاء وأن منها الدعاء أثر الصلوٰة وأنکر الإمام ابن عرفة وجود الخلاف فی ذلک وقال لا أعرف فیه کراهة.

قلت: إن عنی بقوله لا أعرف فیه کراهة أی لمتقدم فصحیح وإن عنی به مطلقًا ففیه شیء لأن الشیخ شهاب الدین القرافی رحمه اللّٰه تعالیٰ ذکره فی اٰخرقواعده وعللها بما یقع بذلک فی نفس الإمام من التعاظم، آه.

وأقول: مقتضاه أن القرافی کرهه مطلقًا سرًا أوجهرًا أولیس کذلک. ففی حاشیة أبی الحسن علی الرسالة ما نصه: قال القرافی: کره مالک رضی اللّٰه عنه وجماعة من العلماء لأئمة المساجد والجماعات الدعاء عقیب الصلوات المکتوبة جهرًا للحاضرین فیجتمع لهذا الإمام التقدم وشرف کونه نصب نفسه واسطة بین اللّٰه تعالیٰ وعباده فی تحصیل مصالحهم علیٰ یدیه فی الدعاء فیوشک أن تعظم نفسه ویفسد قلبه ویعصی ربه فی هذه الحالة أکثرممایطیعه.

ف: قال الجامع: الکراهة لوجود العارض الغیرالغالب لاینفی الإباحة إذا انعدم العارض.

الجزء الرابع:　　وقد أکثرالناس فی هذه المسئلة أعنی دعاء الإمام عقب الصلوٰة وتأمین الحاضرین علیٰ دعائه.

اور قاضی محمد ابن العربی فرماتے ہیں کہ دعا بعد نماز فرض کے افضل ہے دعا بعد النفل سے، اور اکمال میں ہے کہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے ان مواضع کو جمع کیا ہے جن میں دعا قبول ہوتی ہے، ان میں سے ایک دعا بعد نماز بھی ہے اور امام ابن عرفہ نے اس بارہ میں کسی کا خلاف ہونے کا انکار فرمایا ہے اور کہا ہے کہ میں اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں سمجھتا میں کہتا ہوں کہ امام ابن عرفہ نے اگر اپنے قول میں کسی قسم کی کراہت نہ سمجھنے سے یہ مراد لی ہے کہ کسی متقدم بزرگ نے اس کو مکروہ نہیں کہا تو صحیح ہے اور اگر مطلقا مکروہ نہ کہنا مراد ہے تو اس میں ایک تردد ہے وہ یہ ہے کہ شیخ شہاب الدین قرافی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قواعد کے آخر میں کراہت ذکر کی ہے اور علت کراہت کی یہ بیان کی ہے کہ امام کے نفس میں اس کی وجہ سے تعاظم وتکبر پیدا ہوتا ہے، انتہیٰ اور میں کہتا ہوں کہ مقتضا اس کا یہ ہے کہ قرآفی نے اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے خواہ سرا ہو یا جہرا، حالاں کہ واقعہ ایسا نہیں ہے کیوں کہ ابوالحسن کے حاشیہ رسالہ میں ایہ الفاظ ہیں قرافی کہتے ہیں کہ امام مالک اور علما کی ایک جماعت نے ائمہ مساجد و جماعات کے لیے فرض نمازوں کے بعد حاضرین کو سنانے کے لیے جہرا دعا مانگنا مکروہ سمجھا ہے کیوں کہ اس صورت میں اس کے لیے دو چیزیں بڑائی اور سیادت کی جمع ہوجائیں گی بوجہ امامت کے سب کے آگے ہونا دوسرے یہ کہ اس نے آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان دعا میں ایک واسطہ بنا کر قائم کردیا ہے تو عجب نہیں کہ اس کے نفس میں تکبر پیدا ہوجاوے اور اس کا قلب فاسد ہوجاوے اور اس حالت میں حق تعالیٰ کی جتنی عبادت کررہا ہے، اس سے زیادہ گناہ میں مبتلا ہوجائے، (ف) حضرت جامع (رسالہ استحباب الدعوات) میں فرماتے ہیں کہ جو کراہت کسی ایسے عارض کی وجہ سے ہو کہ اس کا وجود اکثر اور غالب نہ ہو، وہ کراہت عارض کے معدوم ہونے کے وقت اباحۃ فی نفسہ کی معارض ومخالف نہیں۔

چوتھا جزو:　　لوگوں نے اس مسئلہ میں بہت بحث وگفتگو کی ہے یعنی نماز کے بعد امام کا دعا کرنا اور حاضرین کا اس دعا پر آمین کہتے رہنا۔

وحاصل ما انفصل عنه الإمام ابن عرفة والغبريني أن ذلك إن كان علىٰ نية أنه من سنن الصلاة وفضائلها فهو غير جائز وإن كان مع السلامة من ذلك فهو باقٍ علىٰ حكم أصل الدعاء والدعاء عبادة شرعية فضلها من الشريعة معلوم عظمه.

الجزء الخامس: وأما نصوص الشافعية ففي فتح المعين مع المتن: وسن ذكر ودعاء سرًا عقبها أي الصلٰاة أي يسن الإسرار بهما لمنفرد ومأموم وإمام لم يرد تعليم الحاضرين ولا تأمينهم لدعائه بسماعه، آه.

وفي شرح العباب لابن حجر وفتاويه الكبرى: ويسن للمصلي إذا كان منفردًا أو مأمومًا، كما في المجموع عن النص بعد السلام عن الصلاة إكثار ذكر الله تعالىٰ والدعاء سرًا للاخبار الصحيحة؛ لكن قال الأسنوي: الحق أنه يسن للإمام أن يختصر في الذكر والدعاء بحضرة المأمومين فإذا انصرفوا طول.

الجزء السادس: بعد قوله أما نص الحنابلة بأسطر:

فيؤخذ من مجموع ذلك أن الدعاء أثر الصلوات مسنون عند الحنابلة لأنه من ساعات الإجابة كما دلت عليه الأحاديث المارة؛ بل قال الشيخ منصور بن إدريس الحنبلي في شرح الإقناع مع المتن:

اورخلاصہ اس تحقیق کا جو امام ابن عرفہ اور غبرینی نے فرمائی ہے یہ ہے کہ ایسی دعا اگر اس نیت سے ہو کہ یہ نماز کی سنتوں اور مستحبات میں سے ایک سنت و مستحب ہے تب تو ناجائز ہے اور اگر اس عقیدہ سے سلامتی کے ساتھ (محض ایک دعا مستجاب ہونے کی حیثیت سے ہے) تو وہ اصل دعا کے حکم میں ہے اور دعا ایک عبادت شرعیہ ہے جس کی فضیلت نصوص شریعت سے معروف و مشہور ہے، آہ، یہاں تک عدوی کا کلام ختم ہوا کسی قدر تصرف و زیادت کے ساتھ۔

پانچواں جزو:۔ اور مذہب شافعیہ کی روایات فقہیہ (اس مسئلہ میں) یہ ہیں فتح المعین اور اس کے متن میں ہے اور مسنون ہے ذکر اور دعا بعد نماز کے آہستہ یعنی دعا کا آہستہ پڑھنا مسنون ہے منفرد کے لیے بھی اور امام اور مقتدی کے لیے بھی اور اس امام کے لیے بھی جو اس کا ارادہ نہ رکھے کہ حاضرین کو تعلیم ہو یا حاضرین اس کی دعا سن کر پھر آمین کہیں اھ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی شرح عباب میں اور ان کے فتاویٰ کبریٰ میں ہے: مسنون ہے نمازی کے لیے، جب کہ وہ منفرد یا مقتدی ہو (جیسا کہ کتاب مجموع میں بحوالہ نص مذکور ہے) یہ کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد کثرت سے ذکر اللہ کرے اور پست آواز سے دعا مانگے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے؛ لیکن امام اسنوی فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ امام کے لیے مسنون یہ ہے کہ مقتدیوں کے ساتھ ذکر و دعا میں اختصار کرے جب وہ چلے جائیں (یا منتشر ہو جائیں) پھر طویل ذکر دعا کر سکتا ہے۔

چھٹا جزو:۔ اور مذہب حنابلہ کی روایات فقہیہ کے متعلق کچھ عبارات صاحب رسالہ نے نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ان عبارات کے مجموعہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دعا بعد تمام نمازوں کے حنابلہ کے نزدیک مسنون ہے اس لیے کہ یہ وقت ساعات اجابت میں سے ہے، جیسا کہ احادیث مذکورہ اس پر دلالت کرتی ہیں؛ بلکہ شیخ منصور ابن ادریس حنبلی نے شرح اقناع میں فرمایا کہ!

يسن ذكر الله والدعاء والاستغفار عقب الصلاة المكتوبة (إلى أن قال:) ويدعو الإمام بعد فجر وعصر لحضور الملٰئكة فيهما فيؤمنون على الدعاء فيكون أقرب إلى الإجابة وكذا يدعو بعد غيرهما من الصلوٰة لأن من أوقات الإجابة أدبار المكتوبات ويبدأ الدعاء بالحمد لله والثناء عليه ويختم به ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم أوله وآخره ووسطه ويستقبل الداعي غير الإمام هنا القبلة لأن خير المجالس ما استقبل به القبلة ويكره للإمام استقبال القبلة بل يستقبل المأمومين لما تقدم أنه ينحرف إليهم إذا سلم ويلح الداعي في الدعاء ويكرره ثلاثاً لأنه نوع من الإلحاح والدعاء سرًا أفضل منه جهرًا لقوله تعالىٰ﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾لأنه أقرب إلى الإخلاص.

قال:ويكره رفع الصوت به في الصلوٰة وغيرها إلا لحاج فإن رفع الصوت له أفضل لحديث: "أفضل الحج العج والثج"آه.

المراد والظاهر أنهم لايكرهون الجهر بالدعاء لقصد التعليم والتأمين فتدبر.

الجزء السابع: وأما نص الأحناف ففي شرح نور الإيضاح للشيخ حسن الشرنبلالي الحنفي مع المتن:يستحب للإمام بعده أي بعد التطوع وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة أن يستقبل الناس إن شاء إن لم يكن في مقابله مصلٍ.لما في الصحيحين:"كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلّى أقبل علينا بوجهه".

مسنون ہے ذکر اللہ اور دعا واستغفار بعد نماز فرض کے (یہاں تک فرمایا ہے اور) دعا کرے امام بعد نماز فجر وعصر؛ کیوں کہ ان دونوں نمازوں میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں تو وہ اس کی دعا پر آمین کہیں گے، جس سے وہ اقرب الی القبول ہوجاوے گی اور اسی طرح ان دونوں نمازوں کے علاوہ اور نمازوں میں دعا کرے کیوں کہ اوقات اجابت میں سے ایک وقت فرض نمازوں کے بعد ہے اور چاہیے کہ دعا کو حمد وثنا سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے دعا کے اول وآخر میں بھی اور وسط میں بھی اور سب دعا کرنے والے اس وقت قبلہ کی طرف کو منہ کریں، علاوہ امام کے کیوں کہ بہترین مجلس وہ ہے جس میں استقبال قبلہ ہو؛ لیکن امام کے لیے استقبال قبلہ (بعد ختم نماز کے) مکروہ ہے بلکہ وہ مقتدیوں کی طرف توجہ کر کے بیٹھے کیوں کہ اوپر گزر چکا ہے کہ امام کو بعد سلام کے مقتدیوں کی طرف پھر جانا چاہیے اور چاہیے کہ دعا کرنے والا دعا میں الحاح واصرار کرے اور دعا کو تین مرتبہ مکرر کرے؛ کیوں کہ مکرر کرنا بھی صورت الحاح کی ہے اور دعا پست آواز سے بہ نسبت جہر کے افضل ہے؛ کیوں کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾ یعنی اپنے رب کو پکارو الحاح وزاری کے ساتھ، خفی آواز سے؛ کیوں کہ خفیہ اور سرا دعا کرنا اخلاص کی طرف اقرب ہے فرمایا (یعنی شیخ منصور نے) اور دعا میں جہر اور بلند آوازی نماز اور غیر نماز میں مکروہ ہے؛ مگر حج کرنے والا اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس کے لیے آواز بلند کرنا ہی افضل ہے بوجہ اس حدیث کے کہ افضل حج وہ ہے، جس میں آوازیں (دعا تلبیہ کی) بلند ہوں اور خون (قربانیوں کے) بہائے جائیں، اھ، مراد بظاہر یہ ہے کہ اگر دعاء کا جہر تعلیم حاضرین اور ان کے آمین کہنے کے قصد سے ہو تو علما اس کو مکروہ نہیں کہتے۔

ساتواں جزء: اور مذہب حنفیہ کی روایات فقہیہ یہ ہیں علامہ شرنبلالی کی شرح نور الایضاح اور اس کے متن میں ہے مستحب ہے امام کے لیے بعد نفل کے اور بعد فرض کے اگر بعد اس فرض کے کوئی نفل نہ ہو، یہ اگر چاہے لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھ جائے، بشرطیکہ اس کے مواجہہ میں کوئی شخص نماز نہ پڑھ رہا ہو؛ کیوں کہ صحیحین (بخاری مسلم) میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تھے تو ہماری طرف متوجہ ہوجاتے تھے۔

وإن شاء الإمام انحرف عن يساره وجعل القبلة عن يمينه وإن شاء انحرف عن يمينه وجعل القبلة عن يساره وهذا أولٰى.

لما في مسلم: "كنا إذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم أحببنا أن نكون عن يمينه حتى يقبل علينا بوجهه".

وإن شاء ذهب لحوائجه. قال تعالٰى: "فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ". والأمر به الإباحة (إلٰى قوله) رافعي أيديهم حذاء الصدور وبطونها مما يلي الوجه بخشوع وسكون، إلخ.

الجزء الثامن: فتحصل من هذا كله أن الدعاء دبر الصلوات مسنون ومشروع في المذاهب الأربعة لم ينكره إلا ناعق مجنون قد ضل في سبيل هواه ووسوس له الشيطان فأغواه ۔

ظن الجهول بأن مطلق عقله	يهديه يومًا للسبيل المستوى
فاضله حتى الشريعة ردها	بمجرد البهتان والسفه القوى
يارب سلمنا وسلم ديننا	واهد العباد لمنهج الحق السوى

اور اگر چاہے تو امام یہ بھی کرسکتا ہے کہ اپنی بائیں جانب کی طرف پھر جائے اور قبلہ کو اپنی داہنی جانب کرے اور اگر چاہے تو اپنی داہنی جانب کی طرف پھر جائے اور قبلہ کو اپنی بائیں جانب کرے اور یہ اخیر صورت اولیٰ وبہتر ہے؛ اس لیے کہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو یہ چاہتے تھے کہ ہم آپ کی داہنی جانب میں کھڑے ہوں؛ تاکہ آپ کا چہرۂ مبارک ہماری طرف ہو۔

اور امام کو یہ بھی اختیار ہے کہ بعد نماز کے نہ بیٹھے بلکہ اپنی حاجات کے لیے اٹھ کھڑا ہو، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب نماز پوری ہو جائے تو اطراف زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے رزق وروزی کو طلب کرو اور یہ حکم (منتشر ہو جانے کا) اباحت وجواز کے لیے ہے (الی قولہ) دعا کے وقت ہاتھ اٹھائے ہوئے ہوں اپنے سینوں کے برابر اور ہاتھ کی اندرونی جانب یعنی ہتھیلی کی طرف اپنے چہرہ کی جانب ہو اور یہ تمام افعال خشوع وسکون کے ساتھ ہونا چاہیے۔

آٹھواں جزء: پس ان تمام احادیث اور عبارات مذاہب سے یہ حاصل ہوا کہ تمام نمازوں کے بعد دعا کرنا چاروں مذہبوں میں مسنون ومشروع ہے اس کا انکار سوا اس جاہل مجنون کے کسی نے نہیں کیا جو اپنی ہوائے نفسانی کے راستہ میں گمراہ ہو گیا اور شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈال کر اس کو بہکا دیا۔

(ترجمہ نظم) جاہل نے یہ سمجھ لیا کہ محض اس کی عقل کسی وقت اس کو سیدھے راستہ کی ہدایت کردے گی، اس کے اس گمان نے اسے گمراہ کردیا یہاں تک کہ شریعت کو محض بہتان اور اپنی انتہائی بیوقوفی سے رد کرنے لگا، اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے دین کو سلامت رکھ اور اپنے بندوں کو صحیح اور سیدھے راستہ کی ہدایت فرما۔

الجزء التاسع فيما يتعلق برفع اليدين عند الدعاء: قال السيد محمد بن عبد الرحمن الأهدل: اعلم وفقني الله وإياك لمرضاته أن رفع اليدين في الدعاء أي دعاء كان في أي وقت كان بعد الصلوات الخمس وغيرها دلت عليه الأحاديث خصوصًا وعمومًا. فمن العموم ما أخرجه أبو داؤد والترمذي وحسنه وابن ماجه وابن حبان في صحيحه والحاكم وقال: صحيح علٰى شرط الشيخين من حديث سلمان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله حيّ كريم يستحيي إذا رفع الرجل إليه يديه أن يردهما صفرًا خائبتين".

وأخرج الحاكم وقال صحيح الإسناد من حديث أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله رحيم كريم يستحيي من عبد أن يرفع إليه يديه ثم لايضع فيهما خيرًا".

وأخرج أحمد وأبو داؤد من حديث مالك بن يسار قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا سألتم الله فاسألوه ببطون أكفكم ولاتسألوه بظهورها".

وأخرج أيضًا من حديث ابن عباس نحوه وزاد فيه: "فإذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم".

وأخرج الترمذي من حديث عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه".

نواں جزء: دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کے متعلق سید محمد بن عبدالرحمٰن اہدل فرماتے ہیں: سمجھ لو حق تعالیٰ مجھے اور تمہیں اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے کہ دعا کے وقت خواہ کوئی دعا ہو اور کسی وقت ہو نمازوں کے بعد ہو، یا ان کے سوا دوسرے اوقات میں ہاتھ اٹھانے پر احادیث نبویہ دلالت کرتی ہیں، خاص خاص اوقات کے لیے بھی اور عام اوقات کے لیے بھی الفاظ عموم کی روایات تو یہ ہیں، ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے اور ابن حبان نے اس روایت کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔

اور حاکم نے مستدرک میں اس کو صحیح علی شرط الشیخین لکھا ہے، وہ حدیث یہ ہے: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ بہت حیا کرنے والے اور کریم ہیں، وہ اس سے حیا کرتے کہ کوئی شخص اس کی طرف دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور وہ انہیں خالی اور محروم لوٹا دے اور حاکم نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح الاسناد کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے اس بندے سے حیا کرتا ہے، جو اس کی طرف ہاتھ اٹھائے کہ اس کے ہاتھوں پر کوئی خیر وعطا نہ رکھے۔

اور امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت مالک بن یسارؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو ہاتھوں کے باطنی جانب سے سوال کرو ظاہری طرف سے نہ کرو (یعنی ہتھیلیاں چہرہ کی طرف ہوں اور پشت نیچے دست کی طرف)۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایسی ہی روایت نقل کی ہے اور اس میں یہ زیادہ کیا ہے کہ جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھ اپنے منھ پر پھیر لو۔

اور ترمذی نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تھے تو ان کو نہ ڈالتے تھے، جب تک کہ ان سے چہرۂ مبارک پر مسح نہ فرمالیں۔

وقال فی فتح الباری فی کتاب الدعوات فی باب رفع الیدین فی الدعاء: وقد وردت الأخبار فی مشروعیة الرفع وقد أخرج أبوداؤد والترمذی وحسنه وغیرهما من حدیث سلمان رفعه: "إن ربکم حیّ کریم یستحیی من عبده إذا رفع یدیه أن یردهما صفرًا". بکسر المهملة وسکون الفاء آه خالیة. وسنده جید، آه. ومن الخصوص ما مرفی الفصل الأول.

ف: ۱۔ قال الجامع: أی من أصل الکتاب وهوما سبق فی الجزء الأول من هذا الانتخاب.

ف: ۲۔ قال الجامع: أما استحباب رفع الأیدی للدعاء علٰی کل حال فمراده إذا قرأ ألفاظ الدعاء وبنیة الدعاء وطلب الحاجة کما هودأب الداعی وأما إذا ذکربعض الأدعیة المأثورة بنیة الذکر والاستنان بسنة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، کما فی أدعیة الصباح والمساء والنوم والیقظة ودخول الخلاء والخروج عنه ودخول المسجد والخروج عنه والدعاء عند الوضوء والقیام من المجلس ودخول السوق وأمثال ذلک علٰی ما بسطه علماء هذا الفن، کما فی عمل الیوم واللیلة لابن السنی والأذکارللنووی والحصن الحصین وغیرها. فلم یسمع بمن قال بسنیة رفع الیدین فی هٰذه المواضع ولم یسمع فی السلف والخلف بمن یفعل ذلک. کیف ولوکان کذلک لرأیت الناس فی عامة أحیانهم وأحوالهم رافعی أیدیهم وهذا الفرق فی ذکرألفاظ الأدعیة قد رعاه الفقهاء حق الرعایة حیث قالوا فی الجنب: إنه لایجوز له قراء ة الأدعیة إذاکان بنیة التلاوة وأما إذا ذکرها بنیة الدعاء فیجوز، کما فی عامة کتب الحنفیة، انتهٰی.

اور فتح الباری کتاب الدعوات باب رفع الیدین فی الدعاء میں ہے کہ وارد ہوئی ہیں، بہت سی احادیث ہاتھ اٹھانے کی مشروعیۃ میں اور حضرت ابوداؤد نے حضرت سلمانؓ سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے روایت کرکے حسن کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارا رب حیا کرنے والا کریم ہے اپنے بندہ سے حیا کرتا ہے کہ جب وہ ہاتھ اٹھائے ان کو خالی لوٹا دے اور سند اس حدیث کی عمدہ ہے اور وہ روایات جن میں خاص خاص اوقات کی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کا ارشاد ہے، وہ اس رسالہ کی فصل اول میں گزر گئی ہیں۔

فائدہ نمبر۱۔ اس رسالہ کی تلخیص کرنے والے حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ فصل اول سے اصل رسالہ مسلک السادات کی فصل اول مراد ہے اور اس تلخیص رسالہ میں یہ روایات جزء اول کے زیر عنوان گزری ہیں۔

فائدہ نمبر۲۔ حضرت جامع فرماتے ہیں کہ مصنف کا یہ فرمانا کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا ہر حال اور ہر وقت میں بعد نماز ہو یا دوسرے اوقات میں بہرحال مستحب ہے یہ اس وقت ہے جب کہ الفاظ دعا کو طلب حاجت کے قصد و نیت سے پڑھے لیکن جب یہ قصد نہ ہو؛ بلکہ بطور ذکر مسنون کے پڑھنا ہو جیسے صبح وشام اور خواب و بیداری کے اوقات کی دعائیں یا بیت الخلاء میں جانے اور نکلنے کی اور مسجد میں جانے اور نکلنے کی اور وضو کی دعائیں اور مجلس سے اٹھنے اور بازار میں داخل ہونے وغیرہ کی دعائیں جیسا کہ کتاب عمل الیوم واللیلۃ اور اذکار نووی اور حصن حصین میں دعائیں مفصل مذکور ہیں تو ان دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا مسنون نہیں اور سلف وخلف میں کسی عالم یا فقیہ کو نہیں سنا گیا کہ وہ ان میں ہاتھ اٹھانے کے مستحب، یا مسنون ہونے کا قائل ہو اور کیسے ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو مسلمان کا کوئی وقت بھی ہاتھ اٹھانے سے خالی نہ رہتا؛ کیوں کہ یہ دعائیں تو انسان کی ہر نقل وحرکت پر مسنون ہیں اور یہ فرق جو مذکور ہوا حضرات فقہا نے اس کی رعایت دوسرے موقعہ پر بھی فرمائی ہے، مثلاً: جنبی کے لیے حکم ہے کہ اگر تلاوت قرآن بہ نیت تلاوت کرے تو جائز نہیں اور اگر بہ نیت ذکر ماثور، یا طلب حاجت کرے تو جائز ہے، جیسا کہ عام کتب فقہ میں موجود ہے۔

الجزء العاشر فی حکم رفع الیدین علی المذاهب الأربعة: أما عند المالكية: ففی عتبية قال مالک: رأيت عامر بن عبد الله يرفع يديه وهو جالس بعد الصلاة يدعو، فقيل لمالک: أترى بهذا بأسًا؟ قال: لا أریٰ به بأسًا ولا يرفعهما جدًا، وقال أيضًا: رفع اليدين إلى الله تعالیٰ عند الرغبة علیٰ وجه الاستكانة والطلب محمود وقال القاضی أبومحمد بن العربی: اختلفوا فی الرفع إلیٰ أين يكون فقيل: إلى الصدر وقيل: إلیٰ الوجه وجاء عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه كان يرفع يديه فی الدعاء حتی يبدو بياض إبطيه.

الجزء الحادی عشر: وأما عند الشافعية ففی فتح المبين علی الأربعين لابن حجر: ورفع اليدين فی الدعاء سنة فی غير الصلاة وفيها فی القنوت اتباعًا له صلی اللّٰه علیه وسلم.

الجزء الثانی عشر: وأما عند الأحناف فقد مر عن الشرنبلالی: طلب رفعهما فی الدعاء دبر الصلاة حذاء الصدور وبطونهما مما يلی الوجه بخشوع وسكون.

ف: قال الجامع: وسبق ما عن الشرنبلالی فی الجزء السابع.

الجزء الثالث عشر: وأما عند الحنابلة فمقتضیٰ قول الشيخ البهوتی شرح المقنع، باب الاستسقاء: ويرفع يديه استحبابًا فی الدعاء لقول أنس كان النبی صلی الله علیه وسلم لايرفع يديه فی شیء من دعائه إلا فی الاستسقاء وكان يرفع حتی يری بياض إبطيه"، متفق عليه. وظهورهما نحو السماء لحديث رواه مسلم. ومقتضاه أن رفعهما مكروه فی غير الاستسقاء لكن مر عنه رفعهما فی القنوت.

دسواں جزء: (رفع یدین فی الدعا کے متعلق مذاہب اربعہ کی تصریحات) حضرات مالکیہ کی روایات تو یہ ہیں، عتبیہ میں ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عامر بن عبداللہؓ کو دیکھا کہ نماز کے بعد بیٹھے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہے ہیں امام مالکؒ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ اس میں کچھ کراہت سمجھتے ہیں فرمایا کہ میں اس میں کوئی کراہت نہیں سمجھتا البتہ ہاتھوں کو بہت زیادہ نہ اٹھائے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیطرف ہاتھ اٹھانا بوقت رغبت کے اظہار عاجزی وطلب کے طور پر محمود و مستحسن ہے اور قاضی ابومحمد ابن العربی فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ رفع یدین کس حد تک ہونا چاہئے بعض نے فرمایا ہے کہ سینہ تک اور بعض نے چہرہ تک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ دعا میں اس حد تک ہاتھ اٹھاتے تھے کہ آپ کی بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔

گیارہواں جزء: اور مذہب شوافع کی روایت فقہی یہ ہے کہ فتح المبین حاشیہ اربعین ابن حجر میں ہے اور اٹھانا ہاتھوں کا دعا میں سنت ہے غیر نماز میں اور نماز میں صرف قنوت کے وقت حسب اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

بارہواں جزء: اور مذہب حنفیہ کی روایات فقہی بحوالہ شرح نور الایضاح شرنبلالی اوپر گزر چکی ہے جس میں تمام نمازوں کے بعد خشوع وخضوع کے ساتھ سینہ تک ہاتھ اٹھانے اور ان کے اندرونی حصہ کو چہرہ کی طرف کرنے کا مطلوب ومستحب ہونا مذکور ہے۔

ف: حضرت جامع مدظلہم فرماتے ہیں کہ شرنبلالی کی یہ عبارت ساتویں جزء میں مذکور ہوئی ہے۔

تیرھواں جزء: اور حنابلہ کی روایات مذہب یہ ہیں شرح مقنع باب الاستسقاء میں شیخ بہوتی کا قول ہے کہ اٹھائے اپنے دونوں ہاتھ دعا میں استحبابا بوجہ ارشاد حضرت انسؓ کے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اٹھاتے تھے ہاتھ بغل کسی دعا میں سوائے استسقاء کے اور آپ (استسقاء میں) اس حد تک ہاتھ اٹھاتے تھے کہ بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی، یہ روایت بخاری و مسلم میں ہے اور (استسقاء میں) پشت ہاتھوں کی آسمان کی طرف رہنا چاہئے روایت کیا اس کو مسلم نے اور مقتضی اس قول کا یہ ہے کہ اٹھانا ہاتھوں کا نماز استسقاء کے سوا سرے مواقع میں مکروہ ہے؛ لیکن خود شیخ بہوتی کا قول یہ بھی گزر چکا ہے کہ قنوت میں بھی ہاتھ اٹھائے جاویں۔

بل قال الشيخ منصور بن إدريس الحنبلی فی شرح الإقناع مع المتن: ومن آداب الدعاء بسط يديه ورفعهما إلٰی صدره، لحديث مالک بن يسار مرفوعًا: إذا سألتم اللّٰه فاسألوه ببطون أكفكم ولا تسألوه بظهورها". رواه أبوداؤد بإسناد حسن، وتكون يده (هكذا فی الأصل والظاهر يداه) مضمومتين، لما روی الطبرانی فی الكبير عن ابن عباس: "كان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم إذا دعا ضم كفيه وجعل بطونهما مما يلی وجهه". وضعفه فی المواهب.

الجزء الرابع عشر فيما يتعلق بمسح الوجه باليدين بعد الدعاء:

قد مر ما يدل علٰی طلبه من الأحاديث وأما حكمه علی المذاهب الأربعة فعند المالكية:

قال فی المعيار: قال ابن زرقون: ورد الخبر بمسح الوجه باليدين عند انقضاء الدعاء واتصل به عمل الناس والعلماء. وقال ابن رشد: أنكر مالک مسح الوجه بالكفين لكونه لم يرد به أثر وإنما أخذ من فعله عليه الصلوٰة والسلام للحديث الذی جاء عن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه.

قلت: قال بجواز مسح الوجه باليدين عند ختم الدعاء الإمام الأستاذ أبو سعيد بن لب وأبو عبد اللّٰه ابن علاق وأبو القاسم بن سراج من متأخری أئمة غرناطة وابن عرفة والبرزلی والغبرينی من أئمة تونس والسيد أبويحيٰی الشريف وأبو الفضل العقبانی من أئمة تلمسان وعليه مضی عمل أئمة فاس، آه.

بلکہ شیخ منصور بن ادریس حنبلی شرح اقناع میں فرماتے ہیں کہ آداب دعا میں سے ہے پھیلانا ہاتھوں کا اور اٹھانا ان کا اپنے سینہ تک بوجہ حدیث حضرت مالک بن یسارؓ کے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو ہاتھوں کی باطنی جانب سے سوال کرو ظاہری جانب سے نہ کرو، روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اسناد حسن سے۔

اور ہاتھ ملے ہوئے ہونے چاہئیں اس لیے کہ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تھے تو دونوں ہتھیلیوں کو ملاتے تھے اور ہاتھوں کی اندرونی جانب اپنے چہرہ کی طرف کرتے تھے اور مواہب میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

چودھواں جزو: دعا کے بعد چہرہ پر ہاتھ پھیرنے کے متعلق وہ احادیث اور روایات اوپر گزر چکی ہیں، جن سے دعا کے بعد چہرہ پر ہاتھ پھیرنے کا مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے، اب رہا چاروں مذاہب میں اس کا حکم، سو مالکیہ کے مذہب کی روایت تو یہ ہے کہ معیار میں ابن زرقون کا قول نقل کیا ہے کہ حدیث میں آیا ہے مسح کرنا اپنے چہرہ کا دونوں ہاتھوں سے بوقت اختتام دعا کے اور اس کے ساتھ تمام عوام وخواص اور علما کا عمل مل گیا اور ابن رشد فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ نے دونوں ہاتھوں کے چہرہ پر پھیرنے کا بایں وجہ انکار کیا ہے کہ اس کے لیے کوئی حدیث نہیں آئی، البتہ اس حدیث سے اس کو لیا جاتا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام استاد ابوسعید بن لب اور ابوعبداللہ ابن علاق ابوالقاسم بن سراج جو متاخرین علماء غرناطہ میں سے ہیں اور ابن عرفہ اور برزلی اور غبرینی جو ائمہ تونس میں سے ہیں اور سید ابویحییٰ شریف اور ابوالفضل عقبانی جو ائمہ تلمسان میں سے ہیں، یہ سب حضرات دعا کے بعد چہرہ پر دونوں ہاتھ پھیرنے کے جواز کے قائل ہیں اور اسی پر ائمہ فاس کا عمل رہا ہے۔

والمراد بالحديث الذى جاء عن عمر رضى الله عنه ما أخرجه الترمذى عنه قال:
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع يديه فى الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه آه.

نقل ذلك المازرى وغيره كذا فى شرح الشيخ محمد بن أبى القاسم المالكى علىٰ نظمه للمسائل التى جرى بها عمل الأئمة. قال الشيخ أبو القاسم البرزلى: وهذا يرد إنكار عز الدين بن عبد السلام المسح، آه.

وعند الشافعية والأحناف: أنه سنة فى كل دعاء إلا فى القنوت، كما فى كتبهم.

ومر عن الحنابلة أنه سنة فى كل دعاء حتى فى القنوت.

وقد عده ابن حجر فى شرح العباب، كما مر من آداب الدعاء، وقال: قال الحليمى: والمعنى فيه التفاؤل بأن كفيه قد ملئتا خيرًا فيفيض منه علىٰ وجهه. والله أعلم

ف: قال الجامع: وهذا القول من مسح الوجه فى القنوت مذكور فى أصل الكتاب فى آخر المطلب الثانى من الفصل الأول تحت عنوان نص الحنابلة بهذه العبارة.

وفيه أيضًا فى مبحث صلاة الوتر: ويقنت فيها أى فى الثالثة (إلىٰ قوله) ويمسح وجهه بيديه إذا فرغ من دعائه هنا خارج الصلاة، آه. (تمت الرسالة)

(النور-۹/ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ/تا/النور-۴/شعبان ۱۳۵۵ھ) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۷۹۵-۸۱۶)

اور مراد اس حدیث سے جو حضرت عمر سے منقول ہوئی ہے، وہ ہے، جو ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اٹھاتے تھے اپنے ہاتھوں کو دعا میں تو نہ ڈالتے تھے جب تک کہ نہ پھیر لیتے تھے ان کو اپنے چہرۂ مبارک پر اھ، اس کو مازری وغیرہ نے نقل کیا ہے، ذکر کیا اس کو شیخ محمد بن ابوالقاسم مالکی نے شرح نظم میں جس میں وہ مسائل جمع کئے ہیں، جن پر ائمہ امت کا عمل رہا ہے، شیخ ابوالقاسم برزلی فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت عز الدین ابن عبدالسلام کے انکار مسح وجہ کی تردید ہوتی ہے۔

اور مذہب شافعیہ کا اس میں یہ ہے کہ وہ سنت ہے ہر دعا میں سوائے دعا قنوت کے، جیسا کہ شوافع کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے۔

اور مذہب حنابلہ کی نقل گزر چکی ہے کہ وہ سنت ہر دعا میں حتیٰ کہ دعا قنوت میں۔

اور ابن حجر نے شرح عباب میں اس کو آداب دعا میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ حلیمی فرماتے ہیں کہ راز اس فعل کے مستحب ہونے میں نیک فال لینا ہے کہ گویا اس کے ہاتھ خیر سے بھر گئے ہیں، اس کو اپنے چہرہ پر ڈالتا ہے، اھ۔ واللہ اعلم

ف: حضرت جامع دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ قول مسح وجہہ فی القنوت کا اصل کتاب میں مطلب ثانی فصل اول میں زیر عنوان نص الحنابلہ اسی عبارت مذکورہ کے ساتھ منقول ہے اور اس میں صلوٰۃ وتر کی بحث میں بھی یہ مذکور ہے کہ تیسری رکعت میں دعا قنوت کرے (الی قولہ) اور مسح کرے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرہ پر جب کہ اپنی دعاء سے فارغ ہو اس موقعہ (قنوت) میں بھی اور خارج نماز بھی۔

تمام ہوا ترجمہ "رسالة استحباب الدعوات عقيب الصلوات" کا، والحمد لله الذى لعزته وجلاله تتم الصالحات

رسالة غنية الطالب

فی الدعاء بعد المکتوبات والرواتب

دعا کی فضیلت:

دعا کرنا عبادت ہے، پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"الدعاء هو العبادة". (رواه الترمذی)(۱)

اور اللہ تعالیٰ نے دعا کو عبادت قرار دیا ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾(سورة المؤمن)(۲)

دعا عبادت کا مغز (اصل، گودا) ہے، پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"الدعاء مخ العبادة". (رواه الترمذی)(۳)

دعا عبادت کی اصل ہے یعنی کامل عبادت ہے؛ کیوں کہ عبادت اس تعظیم اور عاجزی کو کہتے ہیں، جو کسی ذات کی تسلط غیبی پر دلالت کرتی ہو اور دعا میں یہ دلالت واضح طور پر موجود ہے۔

دعا اور تقدیر:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تقدیر نہیں بدلی جاتی؛ اس لیے دعا کرنا بے فائدہ ہے؛ لیکن یہ ایک فاسد خیال ہے؛(۴) کیوں کہ جب کوئی شئ عبادت ہو اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے مطلوب ہو اور انبیا علیہ السلام کا معمول ہو، وہ عبث نہیں ہوسکتی اور عالم اسباب میں جس طرح دوسرے اسباب وذرائع کا استعمال تقدیر سے متصادم نہیں، اسی طرح دعا بھی ایک سبب اور ذریعہ ہے تو تقدیر سے متصادم نہ ہوگا۔

(۱) جامع الترمذی، أبواب الدعاء، باب ماجاء فی فضل الدعاء: ۱۷۳/۲ (رقم الحدیث: ۳۳۷۱، انیس)

(۲) سورة المؤمن: ۶۰۔

(۳) جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، أبواب الدعوات: ۱۷۳/۲ (ح: ۳۳۷۱، انیس)

(۴) عن سلمان الفارسی قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "لایرد القضاء إلا الدعاء ولایزید فی العمر إلا البر". (رواه الترمذی) (کتاب القدر، باب ما جاء لا یردالقدر إلا الدعاء (رقم الحدیث: ۲۱۳۹، ص: ۳۵٦، بیت الأفکار، انیس) (مشکاة المصابیح، الفصل الثانی، کتاب الدعوات: ۱۹۵/۱) (رقم الحدیث: ۲۲۳۳، انیس)

آداب دعا:

دعا کرنے کے بہت سے آداب ہیں، جن کی اپنے درجے کے موافق رعایت کرنا بہت اہم ہے۔

(الف) دونوں ہاتھ اٹھانا، كما فى البيهقى: "يرفع يديه فى الدعاء". (۱)

لیکن نماز کے اندر عام طور سے نہیں اٹھائے جائیں گے، كما فى مصنف ابن أبى شيبة: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتىٰ يفرغ من صلاته. (۲)

(ب) دعا سے پہلے حمد وصلاۃ پڑھنا، لحديث أبى داؤد: "إذا صليت فقعدت فاحمد الله بما هو أهله وصل عليّ ثم ادعه". (۳)

(ج) ناجائز سوال نہ کرنا، لحديث مسلم: "يستجاب لعبد ما لم يدع بإثم أوقطيعة رحم". (۴)

(د) حضور اور توجہ سے مانگنا اور قبول ہونے کا یقین کرنا، لحديث الترمذى: " ادعوا الله وأنتم موقنون بالإجابة، واعلموا أن الله لايستجيب دعاء من قلبٍ غافلٍ لاهٍ". (۵)

(ھ) عزم اور اصرار سے دعا کرنا، لحديث البخارى: "إذا دعا أحدكم فليعزم المسئلة"...وعن أبى هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لايقولن أحدكم: اللّٰهم اغفرلى إن شئت، اللّٰهم ارحمنى إن شئت، ليعزم المسئلة، فإنه لا مكره له". (۶)

(۱) عن أنس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه فى الدعاء حتىٰ يرى بياض إبطيه. (مشكاة المصابيح، الفصل الثالث، أبواب الدعوات: ۱۹۶/۱) (رقم الحديث: ۲۲۵۳، انيس)

(۲) المعجم الكبير للطبرانى، محمد بن أبى يحى الأسلمى عن ابن الزبير (ح: ۳۲۴) انيس

(۳) عن فضالة بن عبيد الله قال: بينما رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قاعدًا إذا دخل رجل فصلىٰ، فقال اللّٰهم اغفرلى وارحمنى. فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "عجلت أيها المصلى إذاصليت فقعدت، فاحمد الله بما هو أهله، وصلّ عليّ، ثم ادعه" قال: ثم صلى رجل آخربعد ذلک، فحمد الله وصلى على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال له النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: " أيها المصلى! ادع تجب". (رواه الترمذى) (جامع الترمذى، كتاب الدعوات، باب ماجاء فى جامع الدعوات عن النبى صلى الله عليه وسلمكيبعد باب بلا ترجمه، رقم الحديث: ۳۴۷۵، ص: ۵۴۸، بيت الأفكار، انيس) / وروى أبوداؤد والنسائى نحوه. (سنن الترمذى، باب ماجاء فى جامع الدعوات: ۱۸۶/۲) (كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم وفضلها، الفصل الثانى، رقم الحديث: ۹۳۱، انيس)

(۴) عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يستجاب لعبد مالم يدع بإثم أوقطيعة رحم" إلخ. (رواه مسلم) (مشكاة المصابيح، الفصل الأول، كتاب الدعوات: ۱۹۴/۱) (رقم الحديث: ۲۲۲۷، انيس)

(۵) سنن الترمذى، أبواب الدعوات، باب بعد باب ماجاء فى جامع الدعوات: ۱۸۶/۲ (رقم الحديث: ۳۴۷۹، انيس)

(۶) صحيح البخارى، باب ليعزم المسئلة فإنه لا مكره له، كتاب الدعوات: ۹۳۸/۲) (رقم الحديث: ۶۳۳۹، انيس)

(و) الفاظ دعا تین بار مکرر کہنا، لحديث مسلم وأبی داؤد: ''أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعجبه أن يدعو ثلاثًا''. (۱)

(ز) قبول ہونے کی جلدی نہ کرنا، حوصلہ اور ہمت بلند رکھنا، لحديث البخاری: ''يستجاب للعبد ما لم يعجل''. (۲)

(ح) آخر میں آمین کہنا، لحديث أبی داؤد: ''إن ختم بآمين فقد أوجب''. (۳)

(ط) چہرے پر (آخر میں) ہاتھ پھیرنا، لحديث أبی داؤد قال عليه الصلاة والسلام: ''فإذا فرغتم، فامسحوا بها وجوهكم''. (۴)

(ی) حرام سے بچنا، لحديث مسلم: ''مطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذى بالحرام فأنّٰى يستجاب لذلک؟''. (رواه مسلم) (۵)

(ک) ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا﴾ وفی تفسير القرطبی: ۳۷۵/۸: ''عن أبی العالية كان موسىٰ عليه السلام يدعو وهارون عليه السلام يؤمّن''. (۶)

اور نبی علیہ السلام ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے، کما رواه الحاكم وذكر فی كنز العمال قال النبی صلى الله عليه وسلم: ''لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمن بعضهم إلا أجابهم الله تعالىٰ، (۷) وكما رواه الدارمی وذكره الحافظ فی الفتح: ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة إلا كان حقًا على اللّٰه أن لايرد أيديهم''. (۸)

---

(۱) سنن أبی داؤد، باب فی الاستغفار، كتاب الصلاة: ۲۲۰/۱ (رقم الحديث: ۱۵۲٤، انیس)

(۲) صحيح البخاری، باب يستجاب للعبد ما لم يعجل، كتاب الدعوات: ۹۳۸/۲ (بخاری میں ''يستجاب لأحكم مالم يعمل'' ہے، حدیث نمبر: ۶۳۴۰، انیس)

(۳) سنن أبی داؤد، باب التأمين وراء الإمام: ۱٤۲/۱ (كتاب الصلاة، رقم الحديث: ۹۳۸، انیس)

(۴) سنن أبی داؤد، باب الدعاء، كتاب الصلاة: ۲۱٦/۱ (رقم الحديث: ۱٤۸٥، انیس)

(۵) مشكاة المصابيح، الفصل الأول، باب الكسب وطلب الحلال: ۲٤۱/۱) (رقم الحديث: ۲۷٦۰) / الصحيح لمسلم، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب (رقم الحديث: ۱۰۱٥) انیس)

(۶) تفسير القرطبی: ۳۷٥/۸، سورة يونس: ۸۹۔

(۷) المستدرک للحاكم، ذكر مناقب حبيب بن مسلمة الفهری (ح: ٥٤۷۸) انیس

(۸) فتح الباری شرح صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب التأمين: ۳۰۸/۱٤۔ (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، زيد بن أسلم عن أنس بن مالک: ۲۲٦/۳، دار الكتاب العربی، انیس)

اور علامہ مرغینانی نے ہدایہ، کتاب الحج میں لکھا ہے:

والإجابة فی الجمع أرجٰی. (۱)

(ل) اوقات اجابت میں دعا کرنا، اوقات اجابت بہت ہیں، یہاں پانچ ذکر کئے جاتے ہیں، اول: اذان کے وقت، دوم: مقدس جنگ کے وقت، سوم: بارش کے وقت، **کما فی حدیث أبی داؤد: "ثنتان لاتردان أو قلما تردان: الدعاء عند النداء وعند البأس وحین یلحم بعضهم بعضًا" وفی روایة: وتحت المطر.** (۲)

چہارم رات کے آخری حصہ میں، پنجم فرض نماز کے بعد، **کما فی حدیث الترمذی: "قیل: یارسول اللّٰہ! أی الدعاء أسمع؟ قال: "جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات".** (۳)

ذکر وغیرہ کے لیے احداث جماعات:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہیئت اجتماعیہ سے ذکر کرنے پر انکار کیا ہے، **کمارواہ الحاکم بإسنادہ.** (۴)

تو اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ احداث جماعات منکر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے اور اسی طرح ہیئت اجتماعیہ سے ذکر کرنے کی ترغیب دی ہے۔

کما فی حدیث الترمذی: إذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا، قالوا وماریاض الجنة قال حلق الذکر. (۵) **وکما فی حدیث مسلم، إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم خرج علٰی حلقة من أصحابه فقال: ماأجلسکم ههُنا قالوا، جلسنا بذکر اللّٰہ ونحمده فی آخره أتانی جبرئیل علیه السلام فأخبرنی أن اللّٰہ تعالٰی یباهی بکم الملا ئکة.** (۶) **وکما فی حدیث ملا ئکة سیاحین هم أی الذاکرون قوم لایشقٰی بهم جلیسهم.** (۷)

---

(۱) الهدایة علٰی صدر فتح القدیر، کتاب الحج، باب الإحرام: ۳۶۹/۲۔

(۲) "وفی روایة تحت المطر" رواه أبوداؤد والدارمی إلا أنه لم یذکر وتحت المطر (کتاب الجهاد، باب الدعاء عند اللقاء، رقم الحدیث: ۲۵۴۰، ص: ۲۸۸، بیت الأفکار، انیس)

(۳) سنن الترمذی: ۱۸۸/۲ (کتاب الدعوات، باب بعدباب ماجاء فی عقد التسبیح بالید، رقم الحدیث: ۳۴۹۹، انیس)

(۴) مسند الدارمی، باب کراهة أخذ الرأی: ۶۸/۱۔

(۵) سنن الترمذی، باب ماجاء فیعقد التسبیح بالید: ۱۸۹/۲ (کتاب الدعوات، باب بلا ترجمة بعدباب ماجاء فی عقد التسبیح بالید، رقم الحدیث: ۳۵۱۰، انیس)

(۶) مشکاة المصابیح، الفصل الثالث، باب ذکر اللّٰہ والتقرب إلیه: ۱۹۸/۱ (رقم الحدیث: ۲۲۷۸، انیس)

(۷) عن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم إن للّٰہ ملا ئکة یطوفون فی الطرق یلتمسون أهل الذکر فإذا وجدوا قومًا یذکرون اللّٰہ تنادوا ... قال هم الجلساء لایشقٰی جلیسهم". (رواه البخاری) ==

حدیث عبد اللہ بن مسعود موقوف ہے اور حدیث موقوف حدیث مرفوع کے مقابلہ میں مرجوح اور متروک ہونا ہے،(۱) اور یا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیکیوں کے گننے اور گناہوں کے شمار کو چھوڑنے پر انکار کیا ہے، نہ کہ احداث جماعات پر، کما فی سنن الدارمی: ۶۱/۱: **فقال عبد اللّٰہ بن مسعود ماھذا الذی أراکم تصنعون؟ قالوا: یاأباعبدالرحمٰن ! حصًا نعد به التکبیر و التھلیل و التسبیح قال: فعدوا سیٔاتیکم، فأنا ضامن أن لایضیع من حسناتکم شیء.** (۲)

اور یہ ممکن ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فعل کو اپنی حیثیت کے فوق پر اہتمام پر انکار کیا ہو۔

لفظ دبر کی تشریح:

دبر الصلاۃ کا دو مطلب پر اطلاق کیا جاتا ہے، ایک ماقبل سلام پر اور یہ مطلب واضح ہے؛ کیوں کہ ''دبر شئی'' کسی چیز کے پچھلے چیز کو کہتے ہیں اور دوسرا اطلاق مابعد اور خارج نماز پر بھی کیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث مسلم میں آیا ہے:

''معقبات لایخیب قائلھن دبر کل صلاۃ ثلاث وثلاثون تسبیحة، وثلاث وثلاثون تحمیدة، وأربع وثلاثون تکبیرة''. (۳)

اور اسی طرح یہ حدیث مذکور ترمذی شریف میں آیا ہے۔

فائدہ:

دبر المکتوبات مابعد الفرائض کو کہتے ہیں، خواہ متصل ہو، یا منفصل، متصل؛ سے خاص نہیں ہے؛ کیوں کہ پیغمبر علیہ السلام نے دعا اور تسبیحات دونوں کی ترغیب لفظ دبر سے دی ہے اور یہ ناممکن ہے کہ دونوں عمل ایک وقت میں فرائض

== وفی روایة مسلم: ''قال إن للّٰہ ملا ئکة سیارة فضلاً یبتغون مجالس الذکر فإذا وجدوا مجلسًا فیه ذکر قعدوا معھم ...فیقول وله... غفرت، ھم القوم لایشقٰی بھم جلیسھم. (مشکاۃ المصابیح، الفصل الأول، باب ذکر اللّٰہ والتقرب إلیه: ۱۹۷/۱) (رقم الحدیث: ۲۲۶۷، انیس)

(۱) قال العلامة السید شریف علی الجرجانی: المرفوع ھو ما أضیف إلٰی النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم خاصة من قول أوفعل أوتقریر سواء کان متصلاً أومنقطعًا ... والموقوف وھومطلقًا ماروی عن الصحابی من قول أوفعل متصلاً کان أو منقطعًا وھولیس بحجة علی الأصح، الخ. (الرسالة فی فن أصول الحدیث للسید شریف علی الجرجانی، ص: ۲-۳ الملحقة بالترمذی)

(۲) باب فی کراھیة أخذالرائ، رقم الحدیث: ۲۱۰، انیس

(۳) عن کعب بن عجرة قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ''معقبات لایخیب قائلھن أوفاعلھن دبر کل صلاۃ مکتوبة، ثلاث وثلا ثون تسبیحة، وثلاث وثلا ثون تحمیدة، وأربع وثلا ثون تکبیرة''. (رواہ مسلم) (مشکاۃ المصابیح، باب الذکر بعد الصلاۃ: ۸۹/۱) (الفصل الأول، رقم الحدیث: ۹۶۶، انیس)

کے متصل کئے جائیں، اگر دعا پہلے کی جائے تو تسبیحات دبر الفرائض نہ ہوگی، اگر تسبیحات پہلے کی جائیں تو دعا دبر الفرائض نہ ہوگی اور جمع بین التسبیحات والدعا خلاف سنت ہو جائے گی، حالاں کہ یہ کسی کا قول نہیں ہے کہ دعا پہلے کی جائے اور بعد میں تسبیحات کی جائیں، یا بالعکس، ان میں سے کوئی بھی خلاف سنت نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ فرائض اور دعا کی فصل تسبیحات سے جائز ہے اور اسی طرح فرائض اور تسبیحات کی فصل دعا سے جائز ہے، پس لازم ہوا کہ لفظ دبر اتصال کا مقتضی نہیں تو جب فرائض اور دعا کی فصل تسبیحات سے دعا دبر المکتوبات کے لیے مضر نہیں؛ کیوں کہ تسبیحات سنن مرغوبہ ہیں تو اسی طرح فرائض اور دعا کی فصل مسنون نماز سے ضرر رساں نہ ہوگی؛ بلکہ بطریق اولیٰ ضرر رساں نہ ہوگی؛ کیوں کہ اتصال مسنون نماز فرائض کے ساتھ اشد ہے، بہ نسبت اتصال تسبیحات فرائض کے ساتھ، قیامت کے دن نماز مسنون فرائض کے قائم مقام بن جائے گی نہ تسبیحات، فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ جو ذکر وغیرہ سنن مؤکدہ کے بعد کی جائے تو اسے دبر المکتوبات کہا جائے گا۔ علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں:

وأماماورد من الأحاديث فی الأذكارعقيب الصلاة فلا دلالته فيه على الإتيان بها قبل السنة، بل يحمل على الإتيان بها بعدها؛لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملا تها فلم تكن أجنبية عنها،فما يفعل بعدها يطلق عليه أنه عقيب الفريضة،انتهٰى.(۱/۴۹۴)(۱)

اور محقق ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

وما ورد أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يقول دبر كل صلاة لا إلٰه إلا الله وحده...(إلٰى أن قال)...لايقتضى وصل هذه الأذكار بل كونها عقيب السنة من غير اشتغال بما ليس هو من توابع الصلاة يصحح كونه دبر الصلاة،انتهٰى.(۱/۳۱۳)(۲)

دعا بہ ہیئت اجتماعیہ:

اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے بعض اوقات میں ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ خطبہ جمعہ میں دعا کی ہے، بخاری شریف (ص:۱۴۰، جلد:۱) میں روایت ہے:

فرفع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يديه يدعو ،ورفع الناس أيديهم معه يدعون.(۳)

---

(۱) رد المحتار على هامش الدر المختار،قبيل مطلب:فيما لوزادعلى العدد فى التسبيح عقب الصلاة: ۱/۳۹۱ (كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،انيس)

(۲) فتح القدير،باب النوافل: ۱/۳۸۳-۳۸۴-

(۳) صحيح البخارى،باب:رفع الناس أيديهم مع الإمام فى الاستسقاء: ۱/۱۴۰)(كتاب الأستسقاء،رقم الحديث:۱۰۲۹،انيس)

اور بعض اوقات میں انفرادی طور سے فجر کے بعد دعا کی ہے، یا منہ قبلہ کی طرف ہوتا، كما روى الحاكم وابن أبي شيبة أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال: "اللّٰهم اخلص الوليد" إلىٰ آخره. (۱)

اور یا منہ قوم کی طرف ہوتا، كما روى ابن أبي شيبة في مصنفه قال أبو الأسود: "صليت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا". (۲)

بعد الفرائض، یا بعد السنن ہیئت اجتماعی سے دعا کرنے کے متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے، نہ دعا کرنے کی متعلق روایت موجود ہے اور نہ نہ کرنے کے متعلق روایت موجود ہے، اسے عدم ذکر اور عدم روایت کہتے ہیں، اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا نہیں کی ہے تو اس نے پیغمبر علیہ السلام پر افترا کیا اور اسی طرح کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا کی ہے تو یہ بھی افترا ہے۔

اگر کوئی کہہ دے کہ اگر یہ دعا کی ہوتی تو مروی ہوتا تو اس کا مخالف یہ کہے گا کہ اگر یہ دعا نہ کی ہوتی تو یہ نہ ہونا مروی ہوتا، جیسا کہ نماز عید کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہوئی اور یہ نہ ہونا مروی ہے، كما في رواية أبي داؤد: ۱۶۹، وغيره. (۳)

بہر حال ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ اس دعا کے متعلق اور اسی طرح "اللّٰهم أنت السلام" کے متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے اور عدم ذکر اور ذکر عدم کے درمیان فرق نہ کرنا غباوت، یا غوایت ہے۔ (۳)

(۱) وفي منهاج السنن: وأما رفع الأيدي عند الدعوات خارج الصلاة فقد ثبت بأحاديث كثيرة قولية وفعلية في الأمهات الست وغيرها منها ما أخرجه ابن أبي حاتم وذكره الحافظ ابن كثير في تفسيره: ۱۷۲/۳)

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبله فقال اللّٰهم اخلص الوليد (إلىٰ آخر الدعاء) وفي سنده علي بن زيد بن جدعان وهو متكلم فيه والراجح أنه لا ينزل عن درجة الحسن كيف وقال يعقوب هذا حديث حسن صحيح وقال الجعلي وابن عدي يكتب حديثه وقال ابن دقيق العيد، علي بن زيد وإن ضعف فقد ذكر بالصدق... وأما ما أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه من حديث الأسود العامري عن أبيه هو عبد الله بن حاجب بن عامر قال: صليت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع يديه. (منهاج السنن شرح جامع السنن، باب ما يقول إذا سلم: ۱۷۲/۲)

(۲) عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى العيد بلا أذان ولا إقامة وأبابكر وعمر أو عثمان شك يحيىٰ. (سنن أبي داؤد، باب ترك الأذان في العيد: ۱۷۰/۱) (كتاب الصلاة، رقم الحديث: ۱۱۴۷، انيس)

(۳) قال العلامة مفتي اعظم كفايت الله الدهلوي: شيخ (عبد الحق محدث دهلوي) کی مراد یہ ہو کہ ہاتھ اٹھانا اور آمین آمین کہنا ثابت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث میں اس کا ذکر نہ ہونا کہ دعا میں آپ ہاتھ اٹھاتے تھے اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے کسی شے کا ذکر نہ ہونے سے اس کا عدم لازم نہیں، فإن عدم الثبوت لا يستلزم ثبوت العدم وهذا ظاهر جدًا، جیسا کہ روایات سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ ہاتھ اٹھاتے تھے اسی طرح یہ بھی کسی روویت میں نہیں کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ (كفايت المفتي: ۳۴۸/۳، سوم فرائض کے بعد دعا کی مقدار کیا ہے)

قول، فعل اور تقریر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت امر بدعت نہیں:

پیغمبر علیہ السلام کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں، (۱) تو ایک کام تب خلاف سنت اور بدعت ہوگا کہ نہ قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہوا اور نہ فعل اور تقریر سے ثابت ہو تو یہ دعویٰ کرنا کہ یہ کام بدعت ہے؛ کیوں کہ پیغمبر علیہ السلام نے نہیں کیا ہے، غباوت یا غوایت ہے۔

نماز کے بعد ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا:

نماز کے بعد ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کے متعلق فعل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساکت ہے، البتہ قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، وہ حدیث دبر المکتوبات ہے۔ (رواہ الترمذی) (۲)

اور اس حدیث میں نہ رفع الیدین کا ذکر ہے اور نہ حمد و صلاۃ کا ذکر ہے، نہ آمین اور مسح الوجہ کا ذکر ہے اور نہ انفراد، یا اجتماع کا ذکر ہے؛ لیکن قاعدہ یہ ہے کہ "**إذا ثبت الشيء ثبت بآدابه و لوازمه**"، بہر حال اس دعا میں ان آداب کی رعایت کی جائے گی، خواہ یہ دعا فرائض کے بعد ہو، یا سنن کے بعد۔

دعاء بعد السنّت کے بارے میں فقہا کے اقوال:

شرح شرعۃ الاسلام میں لکھا ہے:

ویغتنم بعدالمکتوبة قبل السنة علیٰ ماروی عن البقالی (۳) من أنه قال الأفضل أن یشتغل بالدعاء ثم بالسنة، وبعد السنن والأوراد علیٰ ما روی عن غیره وهو المشهور المعمول فی زماننا فإنه مستجاب بالحدیث. (۴) قلت: ومثل قول البقالی مروی عن الإمام جعفر الصادق فی الطبرانی. (۵)

(۱) قال الشیخ عبد الحق الدهلوی: اعلم أن الحدیث فی اصطلاح جمهور المحدثین یطلق علی قول النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وفعله وتقریره و معنی التقریر أنه فعل أحد أوقال شیئًا فی حضرته صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ولم ینکرولم ینهه عن ذلک بل سکت وقر. (مصطلحات علم الحدیث الملحقة بالمشکاة المصابیح، ص: ۳)

(۲) قیل یارسول اللّٰه !" أی الدعاء أسمع؟ قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات". (سنن الترمذی، باب ماجاء فی جامع الدعوات: ۱۸۸/۲) (کتاب الدعوات، باب بعدباب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، رقم الحدیث: ۳۴۹۹، انیس)

(۳) المعتزلی فی الأصول، الحنفی فی الفروع، مثل صاحب الکشاف.

(۴) تعلیق الکوکب الدری: ۲۹۱/۲۔

(۵) وفی السعایة نقلاً عن المواهب للقسطلانی نقلاً عن الحافظ ابن الحجر أخرج الطبرانی من روایة جعفر بن محمد الصادق قال: الدعاء بعد المکتوبة أفضل من الدعاء بعد النافلة کفضل المکتوبة علی النافلة. (السعایة، باب صفة الصلاة: ۲۵۸/۲)

پس امام بقالی کے نزدیک فرائض کے بعد دعا کرنا افضل ہے اور اس کو اکثر اکابر کا میلان ہے اور جمہور کے نزدیک بعد السنن افضل ہے اور فقہاء کرام نے یہ قول مختار کہا ہے۔

ابن الہمام اور ابن العابدین کی رائے پہلے ذکر ہوئی، ابن نجیم صاحب بحر فرماتے ہیں:

"لکن عندنا السنة مقدمة على الدعاء الذى هو عقب الفراغ".(۳۰۴/۸)(۱)

اور صاحب مراقی الفلاح علامہ حسن شرنبلالی فرماتے ہیں:

"ويستحب للإمام بعد سلامه أن يتحول إلٰى جهة يساره لتطوع بعد الفرض ويستحب أن يستقبل بعده أى بعد التطوع، وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة، يستقبل الناس...ثم يدعون لأنفسهم و للمسلمين رافعى أيديهم ثم يمسحون بها وجوههم" انتهٰى بحذف.(۲)

اور الاشباہ والنظائر میں ابن نجیم اور شرح اشباہ میں حموی فرماتے ہیں:

"الاشتغال بالسنة عقب الفرض أفضل من الدعاء".(ص:۱۲۷-۱۲۸)(۳)

صاحب خلاصۃ الفتاویٰ علامہ طاہر بن عبدالرشید البخاری فرماتے ہیں:

"بعد الفريضة الاشتغال بالسنة أولٰى من الاشتغال بالدعاء".(۹۵/۱)(۴)

اور علامہ قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

"وعند الحنفية: يكره له المكث قاعدًا يشتغل بالدعاء؛ لأن القيام إلى السنة بعد أداء الفريضة أفضل من الدعاء و التسبيح و الصلاة".(۱٤٤/۲)(۵)

التزام اور دوام میں فرق:

التزام مالا یلزم اور کسی شے کا اپنی حیثیت سے فوق اس کا اہتمام کرنا بدعات ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان انصار پر انکار کیا ہے، جنہوں نے احرام کی حالت میں اپنے گھروں کو پیچھے کی جانب سے آنے کا اہتمام کیا اور التزام کیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وليس البر بأن تأتوا البيوت من ظهورها ولكن البر من اتقٰى وأتوا البيوت من أبوابها﴾(سورة البقرة)(۵)

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں پر انکار کیا تھا، جنہوں نے نماز کے بعد دائیں جانب پھیرنا

(۱) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، سنن الصلاة، انيس

(۲) الطحطاوى، ص: ۲۵۳-۲۵۷ (كتاب الصلاة، فصل فى صفة الأذكار، انيس)

(۳) غمز عيون البصائر، كتاب الصلاة: ۲۷/۲، دار الكتب العلمية بيروت. انيس

(۴) إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، باب الانفتال و الانصراف عن اليمين: ۱٤٤/۲، بولاق مصر. انيس

(۵) سورة البقرة: ۱۸۹۔

لازم سمجھتا تھا، حیث قال: "لایجعل أحدکم للشیطان شیئًا من صلاتہ یری أن حقاً علیہ أن لاینصرف إلا عن یمینہ". (صحیح البخاری: ۱۱۸/۱)(۱)

اور ملا علی قاری فرماتے ہیں:

"أن من أصر علٰی أمرمندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد أصاب منہ الشیطان من الإضلال". (المرقاۃ: ۳۵۳/۲)(۲)

التزام دوقسم کے ہیں: ایک حقیقی ہے کہ ایک شے واجب نہ ہو اور لزوم ووجوب کا اعتقاد کیا جائے اور یہ نذر کی صورت میں جائز ہے اور نذر کے علاوہ مکروہ اور بدعت ہے۔ دوسرا التزام حکمی ہے کہ کسی شے کو لازم اور واجب نہ سمجھتا ہو؛ لیکن اپنی حیثیت سے فوق اہتمام کرتا ہو، جیسا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ابتلا آئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس سے انکار کیا اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّةً وَّلاَ تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ﴾ (البقرۃ)(۳)

اور اسی طرح انصار کی ابتلا کہ ﴿وَلَیْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی وَأْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ (سورۃ البقرۃ)(۴) کے ساتھ اس سے انکار نازل ہوا، البتہ التزام اور دوام میں فرق ضروری ہے، التزام بالمستحب ممنوع ہے اور دوام بالمستحب مطلوب ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "خیر العمل ما دیم علیہ" وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "أحب الأعمال إلی اللہ أدومها وإن قل". (رواہ البخاری ومسلم عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)(۵)

التزام اور دوام کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ ہے، جو لوگ فرض یا سنن کے بعد ہمیشہ دعا کرتے ہیں اور التزام کے ساتھ کرتے ہیں تو یہ شخص دوام اور التزام دونوں کا مرتکب ہوا اور جو شخص فرض، یا سنن کے بعد کبھی کبھی دعا کرتا ہے اور التزام کرتا ہے تو اس نے التزام کیا اور دوام نہیں اور جو شخص فرض، یا سنن کے بعد ہمیشہ دعا کرتا ہے؛ لیکن

---

(۱) صحیح البخاری، باب الانتقال والانصراف عن الیمین والشمال: ۱۱۸/۱ (رقم الحدیث: ۸۵۲، انیس)

(۲) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول: ۳۵۳/۲۔

(۳) قال العلامۃ حافظ عماد الدین ابن کثیر: یقول اللہ تعالیٰ آمرًا عبادہ المؤمنین بہ المصدقین برسولہ، أن یأخذوا بجمیع عری الإسلام وشرائعہ والعمل بجمیع أوامرہ، وترک جمیع زواجرہ ما استطاعوا من ذلک ... وزعم عکرمۃ أنها نزلت فی نفر ممن أسلم من الیهود وغیرهم، کعبد اللہ بن سلام وأسد بن عبید وثعلبۃ وطائفۃ استأذنوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی أن یسبتوا وأن یقوموا بالتوراۃ لیلاً، فأمرهم اللہ بإقامۃ شعائر الإسلام، والاشتغال بها عما عداها، وفی ذکر عبد اللہ بن سلام مع هؤلاء نظر، إذ یبعد أن یستأذن فی إقامۃ السبت، وهو مع تمام إیمانہ یتحقق نسخہ ورفعہ وبطلانہ والتعویض عنہ بأعیاد الإسلام. (تفسیر ابن کثیر: ۳۲۴/۱، سورۃ البقرۃ: ۲۰۸)

(۴) سورۃ البقرۃ: ۱۸۹۔

(۵) مشکاۃ المصابیح، الفصل الأول، باب القصد فی العمل: ۱۱۰/۱ (رقم الحدیث: ۱۲۴۲، انیس)

نہ اسے لازم کہتا ہے اور نہ تارک پر انکار کرتا ہے تو اس نے دوام کیا اور التزام نہیں اور بدعت سے بچ گیا، البتہ عوام کی اصلاح کے لیے کبھی کبھی فرض اور سنن کے بعد دعا نہ کرنا مناسب ہے؛ تا کہ التزام میں مبتلا نہ ہو جائے۔

تین بار دعا بعد السنن مباح ہے:

پیغمبر علیہ السلام نے زیارت القبور کے وقت تین بار دعا کی ہے، **كما في مسلم** (۳۱۲/۱): "**جاء النبي صلى الله صلى الله عليه وسلم البقيع فقام فأطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات ثم انحرف**". (۱)

اور فرض یا سنن کے بعد تین بار دعا کرنا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے، امر مباح ہے اور ہر وہ امر مباح جس پر عوام کا عقیدہ سنیت پیدا ہو جائے، وہ مکروہ بن جاتا ہے، **كما في شرح الكبير**: "**كل مباح يؤدي إليه أي إلى اعتقاد الجهالة سنيتها فمكروه**". (۵۷۳)(۲)

نماز کے بعد چند معمولات کے بارے میں فقہی مسائل:

جس نماز کے بعد سنن نہ ہو تو امام کی مرضی ہے کہ اپنی جگہ سے اٹھتا ہے، یا بیٹھتا ہے؛ لیکن قبلہ کی طرف "**اللّٰهم أنت السلام**" (إلى آخره) کی مقدار سے زیادہ نہ بیٹھے، (بدائع) اور بنا بر حدیث ترمذی شریف نماز فجر اور نماز مغرب کے فرض کے بعد بمقدار "**أشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه إلخ**" دس بار پڑھنے کے بیٹھنا مستثنیٰ ہے، (۳) اور جب بیٹھ جائے تو اس کی مرضی ہے کہ دائیں طرف منہ پھیرتا ہے یا بائیں طرف، یا لوگوں کی طرف منہ کریں؛ لیکن یہ اس وقت کہ سامنے کوئی نمازی نہ ہو، بدائع) اور جس نماز کے بعد سنن ہو تو امام "**اللّٰهم أنت السلام**" کی مقدار کے برابر بیٹھ جائے پھر سنت ادا کریں، (۴) سنت اس جگہ نہیں پڑھی جائے گی، جہاں فرض ادا کیا ہو، (بدائع: ۱۶۱/۱) البتہ اگر مقتدی فصل اور انتظار کے بعد اسی جگہ سنت ادا کرے تو یہ جائز ہے۔ (حدیث ابوداؤد) (۵) (تمت المقالة في الدعاء)

(فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۸/۲-۲۸۰)

---

(۱) الصحيح لمسلم، كتاب الجنائز، فصل في التسليم على أهل القبور والدعاء لهم: ۳۱۳/۱ (یہ حدیث مسلم میں "باب: ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها" کے تحت ملی ہے، حدیث نمبر: ۹۷۴، بیت الأفکار، انیس)

(۲) غنية المستملي المعروف بالكبيري، فصل مسائل شتى، ص: ۵۶۹۔

(۳-۴) مراقي الفلاح والطحطاوي، ص: ۲۵۲-۲۵۳

(۵) عن الأزرق بن قيس ... فقام الرجل الذي أدرك معه التكبيرة الأولى من الصلاة يشفع فوثب إليه عمر فأخذ بمنكبيه فهزه ثم قال اجلس فإنه لم يهلك أهل الكتاب إلا أنه لم يكن بين صلواتهم فصل فرع النبي صلى الله عليه وسلم بصره فقال أصاب الله بك يا ابن الخطاب. (سنن أبي داؤد، باب في الرجل يتطوع في مكانه الذي صلى فيه المكتوبة: ۱۵۱۱) (كتاب الصلاة، رقم الحديث: ۱۰۰۷، انيس)